قرآنِ مجید
ایک مسیحی کی نظر میں

بے لاگ مطالعہ

بے لاگ تبصرہ

مصنف

جیمز رائٹ

اِنتساب

فاضل دوست

نبیؔل قریشی

کی یاد میں

اور اُن تمام متلاشیانِ حق کے نام جو دِیانتداری سے سچائی کی تلاش میں رہتے ہیں،

کیونکہ فرانس شیفؔر فرمایا کرتے تھے کہ دِیانتدارنہ سوال کرنے والے دِیانتدارانہ جوابات کے مستحق ہوتے ہیں۔

فہرست

اظہارِ تشکر

ماہِ رمضان میں مطالعہء قرآن

پہلا باب: الفاتحہ (اِبتداء) سورہ ۱

دوسرا باب: البقرہ (گائے) سورہ ۲

اِثباتِ نبوتِ حضرتِ محمد ﷺ (سورہ۲:۲۳۔۲۴)

اِنسان کا عروج وزوال (سورہ۲:۳۰۔۳۴)

اللہ کی مدد کا وعدہ

حق یا باطل (سورہ۲:۴۲)

آلِ اِبراہیمؑ (سورہ۲:۴۰)

اِحکامِ عشرہ (سورہ۲:۵۳)

محرفہ صحائف؟ (سورہ۲:۵۹)

مسلمان، یہودی، نصرانی و دیگر (سورہ۲:۶۲)

حضرت موسیٰؑ اور گائے کی قربانی (سورہ۲:۶۷۔۷۳)

جو کتاب نہیں جانتے (سورہ۲:۷۸)

پہلی کتابوں کی تصدیق (سورہ۲:۹۷)

نسخِ صحائف (سورہ۲:۱۰۶)

اجنبیوں اور دُشمنوں کے لئے دُعا کرنا (سورہ۲:۱۰۵)

لوگوں کو ایمان سے پھیرنا (سورہ۲:۱۰۹)

کیا یہود ونصاریٰ ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں؟ (سورہ۲:۱۱۳)

اللہ نے بیٹا نہیں بنایا ہے (سورہ۲:۱۱۶۔۱۱۷)

مخالف فریقین کی خواہشوں کی پیروی (سورہ۲:۱۲۰)

الکعبہ (سورہ۲:۱۲۷)

اِیمانِ ابراہیمؑ، اِسماعیلؑ، اِسحاقؑ، داؤدؑ وعیسیٰؑ (سورہ۲:۱۳۵_۱۳۶)

تحویلِ قبلہ (سورہ۲:۱۴۲)

ماہِ رمضان (سورہ۲:۱۸۵)

قتال فی سبیل اللہ (سورہ۲:۱۹۰_۱۹۳)

حج (سورہ۲:۱۹۶_۲۰۳)

پاکیزگی (سورہ۲:۲۲۲)

طلاق اور نکاح (سورہ۲:۲۲۱_۲۴۱)

دِین میں جبر نہیں (سورہ۲:۲۵۶)

القیامۃ (سورہ۲:۲۵۹)

نیک اعمال اور گناہ (سورہ۲:۲۷۱)

قرضوں پہ سُود کھانا (سورہ۲:۲۷۵)

روحانی اجر (سورہ۲:۲۸۱)

تیسرا باب: آل عمران سورہ ۳

کتب اور معانی (سورہ۳:۳_۷)

جہنم اور عذاب (سورہ۳:۱۰)

روحانی یا مادی دولت؟ (سورہ۳:۱۴)

دِین اور دوستی (سورہ۳:۲۸)

اندر کی بُرائی (سورہ۳:۳۰)

حضرت ابراہیمؑ یہودی یا مسیحی نہیں تھے

بت پرستی کا گناہ (سورہ۳:۸۰)

غلط راہ کا اِنتخاب (سورہ۳:۱۰۰)

خطرناک دُشمن (سورہ۳:۱۱۱)

اچھا کون ہے؟ (سورہ۳:۱۳۳۔۱۳۴)

ایک رسول سے زیادہ نہیں (سورہ۳:۱۴۴)

غزوۂ اُحد (سورہ۳:۱۳۰۔۱۸۰)

تلوار سے دُوری

صلیبی جنگوں کا کیا؟

چوتھا باب: النساء سورہ ۴

یتیم اور بیویاں (سورہ۴:۳)

ضرورتمندوں کے ساتھ اِنصاف (سورہ۴:۹۔۱۰)

جنسی بے حیائی کی سزا (سورہ۴:۱۵۔۱۶)

شوہروں کو بیویوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے (سورہ۴:۳۴)

گمراہی میں تجارت (سورہ۴:۴۴)

ناقابلِ معافی گناہ (سورہ۴:۴۸)

شفاعت کرنے والے (سورہ۴:۶۴)

ابراہیمؑ خلیل اللہ (سورہ۴:۱۲۵)

یہودیوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا (سورہ۴:۱۵۳۔۱۶۱)

تین مت کہو! (سورہ۴:۱۷۱)

پانچواں باب: المائدۃ سورہ ۵

حرام اور حلال (۵:۱۔۵)

غسل (سورہ۵:۶)

اللہ المسیح ہے؟ (سورہ۶:۱۷۔۱۸)

اللہ کے بیٹے (سورہ۵:۱۸)

دوسروں کے گناہ پر کے لئے جان دینا (سورہ۵:۲۹)

قتل کرنا کس صورت میں جائز ہے؟ (سورہ۵:۳۲۔۳۳)

فساد یا اعتماد؟ (سورہ۵:۴۷-۴۸)

یہودیوں اور مسیحیوں سے دوستی (سورہ۵:۵۱)

ایک جیسی آیت (سورہ۵:۵۹)

زندگی کی روٹی (سورہ۵:۶۸-۱۲۰)

چھٹا باب: الانعام (مویشی) سورہ ۶

کفر پر فیصلہ (سورہ۶:۱-۱۵)

کیا ثبوت اہم ہے؟ (سورہ۶:۱۹)

سمندر پر موت؟ (سورہ۶:۶۳-۶۴)

اپنے بچوں کو قتل نہ کرو (سورہ۶:۱۵۱)

قرآن کیوں دیا گیا؟ (سورہ۶:۱۵۵-۱۵۶)

ساتواں باب: الاعراف (بلندیاں) سورہ ۷

اچھے اور برے کا پیمانہ (سورہ۷:۸-۹)

سوئی کا ناکہ (سورہ۷:۴۰)

اللہ زمین پر آتا ہے (سورہ۷:۱۴۳)

دس احکام کے ذریعے فیصلہ کیا گیا (سورہ۷:۱۴۵)

تورات، انبیاء اور انجیل حضرت محمدﷺ کی پیشن گوئی؟ (سورہ۷:۱۵۷)

اللہ کے خوبصورت نام (سورہ۷:۱۸۰)

آٹھواں باب: الانفال (جنگ کی غنیمت) سورہ ۸

کس قسم کی جنگ؟ (سورہ۸)

نواں باب: التوبہ یا البرأت (بیزاری) سورہ ۹

کافروں کے ساتھ معاہدوں کے احکام (سورہ۹:۱-۲۹)

قرآن کے قدیم ترین نسخے

یہود و نصاریٰ سے جنگ کیوں؟ (سورہ ۹:۳۰۔۳۱)

جھوٹے مومن (سورہ ۹:۵۶)

ایک نیا دشمن متعارف کرایا گیا (سورہ ۹:۷۳)

اپنے قائد کی پیروی (سورہ ۹:۸۶۔۸۸)

جعلی مساجد (سورہ ۹:۱۰۷۔۱۱۰)

اللہ کی مہربانی کتنی عظیم ہے؟ (سورہ ۹:۱۱۳)

دسواں باب: یونس سورہ ۱۰

سیدھا راستہ (سورہ ۱۰:۲۵)

نبوتی کُتب (سورہ ۱۰:۳۷۔۴۰)

نوح کی کشتی (سورہ ۱۰:۷۳)

اہلِ کتاب سے پوچھو (سورہ ۱۰:۹۴)

گیارہواں باب: ہود (نبی ہود) سورہ ۱۱

فضل کیا ہے؟ (سورہ ۱۱:۳)

سارہ کی ہنسی (سورہ ۱۱:۷۱)

بارہواں باب: یوسف (پیغمبر یوسف) سورہ ۱۲

ہدایت دینے والی کہانیاں (سورہ ۱۲)

تیرہواں باب: الرعد (گرج) سورہ ۱۳

ابتدا میں (سورہ ۱۳:۱۶)

مزید فیصلہ (سورہ ۱۳)

چودھواں باب: ابراہیم (پیغمبر ابراہیم) سورہ ۱۴

عربوں میں ایک رسول (سورہ۱۴:۴)

انسانیت کا حقیقی جوہر؟ (سورہ۱۴:۳۴)

پندرھواں باب: الحجر سورہ ۱۵

اللہ اپنے پیغام کی حفاظت کرتا ہے (سورہ۱۵:۹)

قرآن پر حملہ (سورہ۱۵:۹۱)

سولھواں باب: النحل سورہ ۱۶

اللہ کی صورت پہ پیدا کیا؟ (سورہ۱۶:۱۷)

آخری قیامت (سورہ۱۶:۳۸)

ایک مسیحی سے پوچھئے (سورہ۱۶:۴۳)

دوخدا نہ بناؤ (سورہ۱۶:۵۱)

کوئی بھی اچھا نہیں (سورہ۱۶:۶۱)

غلامی (سورہ۱۶:۷۱۔۷۶)

ہر ایک شخص اپنا اپنا گواہ (سورہ۱۶:۸۹)

ذہن میں تبدیلی (سورہ۱۶:۱۰۶۔۱۰۷)

اسلام کو پھیلاؤ (سورہ۱۶:۱۲۵)

سترھواں باب: الاسراء (شب کا سفر) یا بنی اسرائیل (آلِ اسرائیل) سورہ ۱۷

القدس کی زیارت (سورہ۱۷:۱)

اٹھارھواں باب: الکھف (غار) سورہ ۱۸

غار میں سونے والے (سورہ۱۸:۹۔۲۶)

''کوئی اس کے کلام کو نہیں بدل سکتا'' (سورہ۱۸:۲۷)

اللہ کا فضل کمانا (سورہ۱۸:۴۶۔۵۳)

ابلیس فرشتہ تھا یا جن؟ (سورہ۱۸:۵۰)

ذوالقرنین دو سینگوں والا (سورہ۱۸:۸۳۔۹۹)

سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ (سورہ۱۸:۸۶)

اُنیسواں باب: مریم سورہ ۱۹

حضرت یحییٰ (سورہ۱۹:۱۔۱۵)

عیسیٰ کی موت (سورہ۱۹:۳۳)

بیسواں باب: طٰہٰ سورہ ۲۰

موسیٰ اور جلتی ہوئی جھاڑی (سورہ۲۰)

آدم کی شرم (سورہ۲۰:۱۱۵۔۱۲۳)

اکیسواں باب: الانبیاء سورہ ۲۱

محمد کے نام (سورہ۲۱:۱۰۷)

بائیسواں باب: الحج (حج) سورہ ۲۲

جہالت سے جھگڑا (سورہ۲۲:۸)

جہنم (سورہ۲۲:۱۹۔۲۲)

تخلیق کی طاقت (سورہ۲۲:۷۳)

تیئسواں باب: المؤمنون (مومنین) سورہ ۲۳

انسانوں کی تخلیق (سورہ۲۳:۱۲۔۱۴)

چوبیسواں باب: النور (روشنی) سورہ ۲۴

جنسی قوانین (سورہ۲۴:۲۔۳۳)

پچیسواں باب: الفرقان (جانچ) سورہ ۲۵

کیا اللہ کو محبت کرنے والا کہنا کفر ہے؟ (سورہ ۲۵:۶۰)

چھبیسواں باب: الشعراء (شاعر) سورہ ۲۶

واضح معنی (سورہ ۲۶:۲)

ستائیسواں باب: النمل (چیونٹیاں) سورہ ۲۷

اللہ کی مرضی کے آگے جھکنا (سورہ ۲۷:۹۱)

اٹھائیسواں باب: القصص (بیان) سورہ ۲۸

اللہ کس سے محبت کرتا ہے؟ (سورہ ۲۸:۷۶)

اُنتیسواں باب: العنکبوت (مکڑی) سورہ 29

ہم کچھ بھی اچھا کیسے کر سکتے ہیں؟ (سورہ 29:7)

وہی اللہ؟ (سورۃ 29:46)

تیسواں باب: الروم (رومی) سورہ ۳۰

اسلامی فرقے (سورہ ۳۰:۳۲)

اِکتیسواں باب: لقمان سورہ 31

زمین کو الفاظ سے بھرنا (سورہ ۳۱:۲۷)

بتیسواں باب: السجدہ (سجدہ) سورہ ۳۲

جہنم کا مقدر (سورہ ۳۲:۱۳)

تینتیسواں باب: الاحزاب سورہ ۳۳
حیاتِ محمد ﷺ (سورہ۳۳)

چونتیسواں باب: سبا(سبع) سورہ ۳۴
مزید تنبیہات (سورہ۳۴)

پینتیسواں باب: فاطر(موجدِ خلقت) سورہ ۳۵
کسی جان کو زندہ نہیں چھوڑا (سورہ۳۵:۴۵)

چھتیسواں باب: یٰسں سورہ ۳۶

سینتیسواں باب: الصفات (جو درجات میں ہیں) سورہ ۳۷
قیمتی فدیہ کی قربانی (سورہ۳۷:۱۰۲۔۱۰۷)

اڑتیسواں باب: ص سورہ ۳۸
جنت کے بارے میں مزید (سورہ۳۸:۴۹۔۵۳)

اُنتالیسواں باب: الزمر غافر سورہ ۳۹۔۴۰
مزید انعامات اور فیصلے (سورہ۳۹۔۴۰)

چالیسواں باب: فصیلات یا حمٓ سورہ ۴۱
برائی کیوں موجود ہے؟ (سورہ۴۱:۴۹)
اِکتالیسواں باب: الشوریٰ سورہ ۴۲
کیا اللہ لوگوں سے بات کرتا ہے؟ (سورہ۴۲:۵۱)

باب42: الزخرف سورہ۴۳

عربی میں ایک کتاب (سورہ۴۳:۳)

عیسیٰ المسیح کی واپسی (سورہ۴۳:۶۱)

تینتالیسواں باب: الدخان (دھواں) اور الجاثیۃ (گھٹنے ٹیکنا) سورہ۴۴۔۴۵

مزید ڈرامائی مناظر (سورہ44:43-48)

چوالیسواں باب: الاحقاف سورہ ۴۶

قرآن بائبل کی تصدیق کرتا ہے (سورہ۴۶:۱۰)

پینتالیسواں باب: القتال (لڑائی) سورہ ۴۷

آرام دہ ہونا یا نہیں؟ (سورہ۴۷:۲۰)

چھیالیسواں باب: الفتح (فتح) سورہ ۴۸

فتح (سورہ۴۸)

سینتالیسواں باب: الحجرات سورہ ۴۹

شک (سورہ۴۹:۱۵)

اڑتالیسواں باب: ق سورہ ۵۰

شہ رگ سے بھی قریب (سورہ۵۰:۱۶۔۱۷)

اُنچاسواں باب: الذاریات (ہوا جو بکھرتی ہے) سورہ ۵۱

معافی (سورہ۵۱:۱۸)

بخشنے والا اور معاف کرنے والا

پچاسواں باب: سورتیں ۵۲ ۔ ۶۱
چھوٹی سورتیں۔
نمکین اور تازہ پانی (سورہ ۵۵:۱۹)
کیا عیسیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی؟ (سورہ ۶۱:۶)

اِکیاونواں باب: سورتیں ۶۲ ۔ ۷۰
جمعہ کی نماز اختیاری نہیں (سورہ ۶۲:۹ ۔ ۱۱)
منافقین (سورہ ۶۳)
اللہ کی روح مریم میں پھونک گئی (سورہ ۶۶:۱۲)

باونواں باب: سورتیں ۷۱ ۔ ۷۸
قرآن پڑھو (سورہ ۷۳:۲۰)
مزید سزائیں اور انعامات (سورہ ۷۳-۷۸)

ترپنواں باب: سورتیں ۷۹ ۔ ۸۷
ایک نابینا آدمی (سورہ ۸۰:۱ ۔ ۲)
ایک گولی میں (سورہ ۸۵:۲۰ ۔ ۲۱)

چونواں باب: سورتیں ۸۸ ۔ ۱۱۴
ہمارا مسئلہ کیا ہے؟ (سورہ ۹۸:۵)
اللہ پیدا نہیں ہوا (سورہ ۱۱۲)

اِظہارِ تشکر

میری بیگم کہا کرتی ہیں کاش کہ اُن کی شادی کسی کسان سے ہو جاتی۔ مَیں کوئی کسان نہیں ہوں، چنانچہ اُن کا یہ ارمان ادھورا رہ گیا۔ کلیدی تختہ [1](Keyboard) ہو یا ٹریکٹر، ایک مصنف اور کسان کو اپنی زمین تیار کرنے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے تا کہ نئے بیج جڑ پکڑیں، نشو ونما پائیں اور پھل لا سکیں۔ زیرِ نظر تصنیف کے دوران صَرف ہونے والے طویل گھنٹوں میں میری اہلیہ نے نہ صِرف اِنتہائی صبر کا مظاہرہ کِیا بلکہ میری بھرپور حوصلہ افزائی بھی کی، آپ کے رُخِ تاباں نے ہمیشہ میری زندگی میں ایک منفرد رنگ بھرا ہے۔ اُن متعدد دوستوں کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کی نوک پلک سنوارنے میں اپنا قیمتی وقت اور توانائی صَرف کی تا کہ ایک معیاری تصنیف قارئین کی نذر کی جا سکے۔

ماہِ رمضان میں مطالعہ قرآن

اِس ماہِ رمضان مَیں نے تہیہ کیا کہ قرآنِ مجید کا مطالعہ کروں گا۔ مَیں گزشتہ کئی سالوں سے قرآنِ مجید کا مطالعہ کر رہا ہوں، مگر اِس بار مَیں پورے قرآن کو اِنتہائی باریک بینی سے پڑھنا چاہتا تھا۔ مَیں عیسیٰ المسیح کا پیروکار ہوں، اکثر لوگ مجھے مسیحی کہتے ہیں، تاہم مجھے علم ہے کہ بیشتر افراد اِس لفظ کے حقیقی معنی سمجھنے سے قاصر ہیں اور بعض تو مسیحیوں کے متعلق اِنتہائی غلط یا عجیب وغریب نظریات رکھتے ہیں۔ مَیں ایشیا میں رہتا ہوں، لیکن اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا مَیں دُنیا کے کسی حصہ میں بھی چلا جاؤں۔ چاہے وہ شمالِ بعید میں واقع یخ بستہ ماسکو ہو یا جنوب میں واقع تھائی لینڈ کے تپتے جنگلات۔ اکثر لوگوں کا ماننا ہے کہ مسیحی کا مطلب یورپی یا امریکی ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص جو حد سے زیادہ شراب نوشی کرتا ہے، سُور کا گوشت کھاتا ہے اور کسبیوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے۔ یا اِس سے بھی بدتر، اُن میں سے کچھ کا تو یہ ماننا ہے مسیحی جسم فروشی کرتے ہیں۔

فلمیں اور ٹیلی ویژن اِن غلط نظریات کو مزید بڑھاوا دیتے ہیں۔ گرجا گھر تو وہی قدیم طرز کی خوبصورت عمارت ہے نا جہاں جا کر گنہگار پادری کے سامنے اپنے گھناؤنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اعتراف کے بعد سب کچھ معمول پہ آ جاتا ہے تاکہ وہ گنہگار اِس سے بھی گھناؤنے کام کر سکیں مثلاً شراب نوشی کے ساتھ ساتھ سُور کا گوشت بھی جی بھر کے کھا سکیں۔

یہ تصویر میرے لئے تو اِنتہائی نفرت انگیز ہے اور اگر حقیقی مسیحی عقیدہ ایسا ہوتا ہے، تو مَیں کہوں گا کہ ایسے عقیدے کو سمندر کی تہہ میں پھینک دینا چاہیے۔ مَیں اِس قسم کا مسیحی نہیں ہوں۔ کیا ایک بداَخلاق شخص مسیحی کہلانے کا حقدار ہے؟ کتابِ ہٰذا میں ہم یہی دیکھیں گے کہ اللہ کا طریقہ یہ نہیں ہے۔ بے شک شراب نوشی ایک بُرا عمل ہے جو اِنسان کو کسی بھی قسم کی مصیبت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ میری ذاتی رائے میں ضروری نہیں کہ سُور کا گوشت کھانے والا ہر شخص بُرا ہی ہوتا ہے مگر مَیں اُن لوگوں کا زیادہ احترام کرتا ہوں جو اِس سے دُور رہتے ہیں۔ آپ مجھے کبھی کوئی مکروہ گوشت کھاتا نہیں دیکھیں گے۔ میرا اِیمان ہے کہ ایک مرد اور عورت کو نکاح کے بعد ہی اکٹھا ہونا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق، مَیں جنسی بداَخلاقی کو رد کرتا ہوں کیونکہ یہ زندگیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ ہمیں شہوت میں ذلیل و رُسوا ہونے کے لئے نہیں بلکہ محبت میں قائم رہنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

عیسیٰ اِبنِ مریم کو ایک خاص لقب سے پکارا جاتا ہے۔ ''المسیح''۔ آپ کے پیروکار مسیحی کہلاتے ہیں۔ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے ایک ایسی پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں جو اِس دُنیا کی روِشوں سے بالکل مختلف ہے۔

میرے پڑوسی ماہِ رمضان میں بڑے اہتمام کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں، مغرب ہوتے ہی مساجد میں چراغاں ہو جاتا ہے، خوش ذائقہ مٹھائیوں کے ہمراہ اِفطار کی خاص یخنی، گرما گرم چپاتیوں اور پلاؤ کے ساتھ اِفطار کیا جاتا ہے۔ اِفطار کے بعد کچھ دیر مدھم روشنی میں سستایا جاتا ہے اور ساتھ ہی گرم چائے اور کافی کے دَور چلتے ہیں۔

گرمیوں کے لمبے دِن رمضان کو اور بھی مشکل بنا دیتے ہیں۔ انتہائی سخت اور مشکل ترین روزہ جس میں پانی، سگریٹ یہاں تک کہ اپنا تھوک نگلنے کی بھی ممانعت ہے۔ اِس کے باوجود مسلمان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بنانے کے لئے سال ہا سال روزے رکھتے ہیں۔

دُنیا بھر میں مسلمانوں کی لاکھوں آبادیاں موجود ہیں۔ میرے مسلمان دوستوں اور پڑوسیوں کو کسی غیر مسلم سے ملنے کا بڑا اِشتیاق رہتا ہے۔ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ، ''حضرت محمد ﷺ کے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں؟'' جب مَیں اُنہیں بتاتا ہوں کہ مَیں نے قرآنِ مجید پڑھا ہے تو وہ بڑے اِلتفات سے پوچھتے ہیں کہ، ''آپ پر اِس کا کیا اثر ہوا ہے؟ اِس کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟'' غالباً میرے آباواجداد عرب نہیں تھے، تاہم یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہت پہلے وہ دُور دراز علاقوں سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ جینیاتی معائنے تصدیق کرتے ہیں کہ میرے والد کے اَسلاف ہسپانیہ، آئرلینڈ، ناروے یہاں تک کہ وسطی ایشیا کے قفقاز میں بھی آباد تھے۔ باقی اِنسانوں کی طرح وہ بھی حضرت آدم اور حوا علیہم السّلام کی اولاد سے ہیں۔ مَیں ترکی، انگریزی، قازق اور تھوڑی بہت رُوسی بول سکتا ہوں، مگر عربی سے بھی واقف ہوں۔

میرے اور عربی زبان کے درمیان ایک مؤدب رشتہ ہے، تاہم ہمارا یارانہ اتنا زیادہ پختہ نہیں ہے۔ قرآنی عربی پڑھنے کے لئے مجھے تفاسیر کے ساتھ ساتھ لاطینی رسم الخط میں عربی نقلِ حرفی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

علمائے اِسلام کا کہنا ہے کہ قرآنی عربی ایک الٰہی زبان ہے جس کا مِن وعن ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے مساجد کو ترک زبان میں اذان دینے کی تاکید کی تھی، لیکن بعدازاں اِس اِقدام کو ناقابلِ قبول قرار دے دِیا گیا۔ جہاں بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کی جائے گی، لازم ہے کہ وہ خالص قرآنی عربی میں ہی ہو، خواہ کچھ سننے والوں کو اِس کا دُرست مفہوم سمجھ نہ آئے۔ قرآنِ مجید کا مطالعہ کرنے کے لئے مَیں نے عبداللہ یُوسف علی کی انگریزی تفسیر *The Meaning of the Holy Qur'an* کے ساتھ ساتھ متعدد آنلائن ترکی تفاسیر کا اِستعمال کیا ہے۔ بعض تفاسیر ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں، لیکن بعض مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی تفسیر عربی سکھانے کا کام نہیں کرتی۔ بدقسمتی سے، زیادہ تر لوگ اِس کارِخیر کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے ہی اِنتقال کر جاتے ہیں۔

ایک مسیحی قرآنِ مجید کا مطالعہ کیوں کرے گا؟ اُس پر تنقید کرنے کے لئے؟ یا، اِسلام قبول کرنے کے لئے؟ میرے کئی مسلمان دوست چاہتے ہیں کہ مَیں قرآنِ مجید کا مطالعہ کروں کیونکہ اُن کے عقیدے کے مطابق یہ دُنیا کی معتبر ترین کتاب ہے۔

مَیں قرآنِ مجید پر تنقید کرنے کے بجائے اِسے ایک صاحب فکر، سمجھدار، عاجز اور دُعاگو شخص کی طرح پڑھنا چاہتا ہوں۔ یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ، کیا مَیں مسلمان ہونا چاہتا ہوں؟ درحقیقت مَیں سچائی کو جاننا اور اِس کی اِطاعت کرنا چاہتا ہوں، چاہے وہ مجھے کہیں سے بھی ملے۔ میرے مقدر کا تعین میری نسل، تمدن، والدین یا نصیب پہ منحصر نہیں ہے۔ اگر میرے پاس حقِ انتخاب ہے؟ اگر مَیں سچائی کو چُن سکتا ہوں، تو مَیں اِسے پورے دِل سے جانچ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔

میرے کئی مسلمان دوست چاہتے ہیں کہ مَیں قرآنِ مجید کا مطالعہ کروں

کیونکہ اُن کے عقیدے کے مطابق یہ دُنیا کی معتبر ترین کتاب ہے۔

میرا دوسرا مقصد ہے عزت واحترام کی پاسداری۔ مسلمانوں اور مسیحیوں میں اکثر باتیں مماثل ہیں۔ قرآنِ مجید کا مطالعہ دونوں گروہوں کے درمیان عزت اور احترام کا رشتہ قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بیان ہوا ہے، ''اور اہلِ کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو'' (سورۃ العنکبوت ۲۹:۴۶)۔

جب قرآن اللہ کی طرف سے بھیجی گئی پہلی کتابوں کا ذِکر کرتا ہے تو بالعموم توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السَّلام (بشمول زبور) اور اِنجیل کے کچھ یا مکمل حصوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔[۱]

([۱] بعض جگہوں پر مَیں نے توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السَّلام اور اِنجیل کے لئے پہلی کتب کی اِصطلاح استعمال کی ہے۔

توراۃ = پہلی ۵ کتابیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئیں

صحائفِ انبیاء علیہم السَّلام = عیسیٰ اَلمسیح سے پہلے کے مقدس صحیفے، بشمول زبور جس میں حضرت داؤدؑ کا حمدیہ کلام درج ہے

اِنجیل = عیسیٰ اَلمسیح یعنی کلمۃ اللہ (اللہ کا کلمہ) کی بشارت)

مَیں نے توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السَّلام اور اِنجیل کا مطالعہ کیا ہے مگر مَیں یہ جاننے کا خواہاں ہوں کہ قرآن میں اِن سب اہم موضوعات یعنی: خالق ومخلوق، خیر وشر، ملائکہ وشیاطین، جنت وجہنم، توراۃ، زبور، صحائفِ انبیاء علیہم السَّلام اور عیسیٰ اَلمسیح کا ذِکر کیوں اور کس طور سے ہوا ہے۔

پہلا باب

الفاتحہ (اِبتداء) سورہ ا

کہاں سے شروع کروں؟ قرآنِ مجید کوئی مختصر کتاب نہیں اور نہ ہی یہ آسان ہے۔ اِس کی زبان اور اُسلوب اِنتہائی ثقیل ہیں۔ ۱۱۴ سورتوں میں ۶۰۰۰ سے بھی زائد آیات ہیں ۶۵۰ء میں مسلمانوں نے قرآنِ مجید کے اولین نسخہ جات کی مدد سے اِسے مکمل کتابی شکل میں تحریر کیا۔ آگے چل کر اِس کی مزید نقول تیار کی جانے لگیں اور یہ کام آج بھی جاری ہے۔ ترویجِ اِسلام کی کے ساتھ اِس کی اِشاعت میں بھی ہر سال اِضافہ ہو رہا ہے۔

قرآنِ مجید کے نسخوں کی طباعت کے لئے سیاہی اور کاغذ کا اِستعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم، اکثریت کا اعتقاد ہے کہ سیاہی اور کاغذ اُس ابدی کلام کی نمائندگی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرشتہ حضرت جبریلؑ کی وِساطت سے حضرت محمد ﷺ پہ نازل ہوا تھا، اِس لئے سیاہی اور کاغذ کا احترام کرنا واجب ہے۔ کتاب کی بے ادبی اللہ کی بے ادبی کرنے کے مترادِف ہے۔ کوئی بھی مسلمان کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ کوئی قرآنِ مجید کو زمین پہ رکھے۔

قرآنِ مجید کو پڑھنے کے لئے مَیں مطالعہ کے تین بنیادی طریقوں میں سے کسی ایک کو اِستعمال کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ پہلا طریقہ ہے شروع سے آخر تک پڑھتے جایئے۔ دوسرا طریقہ ہے حسبِ موضوع مطالعہ مثلاً جنت و جہنم یا انبیاء علیہم السّلام و فرشتگان جیسے موضوعات کے مطابق مطالعہ کرنا۔ تیسرا طریقہ ہے قرآن کا بہ ترتیبِ زمانی مطالعہ یعنی اُن سورتوں سے آغاز کر کے جو پیغمبرِ اسلام ﷺ پر پہلے نازل ہوئیں سلسلہ وار اُن سورتوں تک پڑھا جائے جو آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں نازِل ہوئیں، لیکن یہ طریقہ کافی پیچیدہ ہے۔

قرآن کا مطالعہ کرنے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ اِسے شروع سے پڑھا جائے۔

(۱) سورة الفاتحة

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

جزا کے دن کا مالک۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ کہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ جو گمراہ ہوئے۔

دُنیا بھر کے مسلمان دِن میں اربوں مرتبہ سورہ ۱:۱ کی تلاوت کرتے ہیں۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ کلمات بڑے ہی قدیم اور مانوس معلوم ہوتے ہیں۔ مَیں نے اِن کلمات کو توراۃ میں پڑھا ہے، جو کہ پیغمبرِ اِسلام ﷺ کی بعثت سے ۲۰۰۰ سال قبل نازل ہوئی، ''کیونکہ خداوند[۱] (۱ ''خداوند''، توراۃ شریف اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام (بشمول زبور شریف) میں بیشتر مقامات پر **یھـــــوواہ** (عبرانی میں یہوواہ لکھئے Bold & Font Size: 16) کا ترجمہ خداوند کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا مقدس نام جس کے معنی ہیں ''مَیں جو ہوں سو مَیں ہوں۔'') ''تمہارا خدا[۲] (۲ توراۃ شریف، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیلِ مقدس کے اَصل تراجم میں لفظ ''خدا'' اِستعمال ہوا ہے۔ اپنی رائے زنی کے دوران مَیں نے بیشتر مقامات پر ''اللہ'' کی اِصطلاح اِستعمال کی ہے۔) بڑا مہربان اور رحیم ہے۔''[۳] (۳ صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، ۲۔ اَخبار ۳۰:۹ (کاتھولک بائبل کمیشن، پاکستان))'' اور ''خداوند۔۔۔ تجھ پر رحم کرے اور ترس کھائے۔''[۴] (۴ توراۃ شریف، اِستثناء ۱۳:۱۷ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

توراۃ کی عبرانی قرآنی عربی سے کافی مماثلت رکھتی ہے۔ آخر، دونوں زبانیں آلِ ابراہیمؑ سے وابستہ ہیں۔ ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کیجیے۔

(بریکٹ ہٹا کر عبرانی میں اِعراب کے ساتھ راخام لکھئے) راخام، مہربان / الرَّحۡمٰن الرحمان، شفیق

(بریکٹ ہٹا کر عبرانی میں اِعراب کے ساتھ خانُون لکھئے) خانُون، مہربان

(بریکٹ ہٹا کر عبرانی میں اِعراب کے ساتھ راخُوم لکھئے) راخُوم، رحم کرنے والا / الرَّحِیۡم الرحیم، رحم کرنے والا

یہ واحد آیات نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو رحمان و رحیم بلاتی ہیں۔ توراۃ اور انبیاء علیہم السّلام کے صحائف میں راخُوم کی اِصطلاح ۴۷ مرتبہ، راخام ۴۴ مرتبہ جبکہ لفظ خانُون ۱۳ مرتبہ اِستعمال ہوا ہے۔ قدیم انبیاء علیہم السّلام نے بارہا اِن مقدس کلمات کا اِستعمال کیا۔ قرآنِ مجید

میں بھی ایسی ۱۲۳ آیات موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کو رحیم کہتی ہیں جبکہ ۶۲ آیات ایسی ہیں جن میں رحمٰن کا لفظ اِستعمال ہوا ہے۔

سورہ ا میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد ایک دُعا ہے جس میں اِلتجا کی گئی ہے کہ ''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔'' اگر ہمیں سیدھا راستہ تلاش کرنے کے لئے اللہ کی مدد درکار ہے، تو ٹیڑھے راستے کیا ہیں؟ کتنے ہیں؟ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں کو جاتے ہیں؟ کیا وہ جہنم کو جاتے ہیں؟ صراطِ مستقیم کی تلاش ایک مشکل عمل ہے۔ اگر یہ کام اِتنا آسان ہوتا تو ہمیں اِس کے لئے اللہ کی مدد کی ضرورت نہ ہوتی۔ اگر ہم اپنی قوت پر اِنحصار کریں، تو ہلاکت کی طرف جانے والے کشادہ راستہ سے باز رہنے کی اُمید اِنتہائی کم ہے۔ ایسا کچھ تو ہے جو لوگوں کے لئے بڑی مشکلات کا باعث بن رہا ہے۔ سورہ ا تصدیق کرتی ہے کہ تمام راستے یکساں نہیں ہیں۔ تو پھر ہم صراطِ مستقیم کو کیسے پہچان پائیں گے؟ یہ سوال ہماری زندگی کے اہم ترین سوالوں میں سے ایک ہونا چاہیے۔

دوسرا باب

البقرہ (گائے) سورہ ۲

رمضان کے چند ہفتے بعد، میرے پڑوسیوں نے عیدالاضحیٰ (عیدِ قرباں) کے لئے اپنے گھر کے پیچھے ایک بڑا بیل ذِبح کیا۔ عرش تک جاتی دُعاؤں کے ساتھ ساتھ بے شمار جانوروں کی شہ رگ سے خون بہہ رہا تھا۔

دوسری سورہ البقرہ (گائے) کہلاتی ہے۔ سورہ ۲ کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے اپنے پڑوسیوں کے ذِبح شدہ بیل کا خیال آیا۔ اِس کی ۲۸۶ آیات اِسے قرآن کی طویل ترین سورت بناتی ہیں۔ اِنتہائی طویل ہونے کی وجہ سے مَیں اِس کی تمام آیات پہ تبصرہ نہیں کروں گا، تاہم یہ بغور پڑھنے کے لائق ضرور ہے۔

اِثباتِ نبوتِ حضرتِ محمدؐ (سورہ ۲: ۲۳۔۲۴)

آیت ۲۳ اور ۲۴ کو حضرت محمدؐ کی نبوت کی حتمی دلیل مانا جاتا ہے: آپؐ کی عربی قرائت کو کسی بھی دوسرے شخص کی بہ نسبت کہیں برتر مانا جاتا تھا۔ آپؐ کی مسحور کن فصاحت اور بارُسوخ اُسلوبِ خطابت کو دوسرے کسی بھی فرد کے مقابلے میں اِتنی زیادہ فوقیت حاصل تھی کہ آپؐ کے پیروکاروں نے آپؐ کی دعوت کو پیغامِ الٰہی مانتے ہوئے بلا پس وپیش اِسے قبول کیا۔

اِنسان کا عروج وزوال (سورہ ۲: ۳۰۔۳۴)

البقرہ کی آیت ۳۰۔۳۴ میں ہمیں اِنسان کی تخلیق کا بیان ملتا ہے۔ وہاں ایک دلچسپ بات کا ذِکر ہوا ہے کہ فرشتوں کو پیشتر ہی یہ اندیشہ تھا کہ اِنسان سرکشی کرے گا۔

ترجمہ: ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا ''میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں،'' فرشتوں نے کہا کیا تُو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے؟''

آیت ۳۴ بیان کرتی ہے کہ مستقبل کی نافرمانی کا علم ہونے کے باوجود اللہ نے نہ صرف اِنسان کو بنانے کا فیصلہ کیا بلکہ فرشتوں سے کہا کہ وہ اُس کے آگے سجدہ کریں۔ زبور نویس اِقرار کرتے ہیں کہ خدا کا بنی نوعِ اِنسان کی فکر کرنا عجیب بات ہے۔ حضرت داؤدؑ بیان کرتے ہیں۔

تو اِنسان کیا ہے کہ تُو اُسے یاد فرمائے۔
یا آدم زاد کیا ہے کہ تُو اُس کی خبر گیری کرے۔
تُو نے اُسے فرشتوں سے کچھ ہی کم تر بنایا ہے۔

اور شان اور شوکت کا تاج اُس پر رکھا ہے۔[1]

([1]مزمور ۸: ۵۔۷ (کاتھولک بائبل کمیشن، پاکستان))

آدم وحوا علیہم السّلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایک خوبصورت باغ میں رکھا، جہاں وہ ایک درخت کے علاوہ باقی تمام درختوں کے پھلوں سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔ لیکن شیطان نے آ کر اُنہیں بہکایا اور اُنہوں نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ قرآن میں ذِکر ہے کہ، ''پھر شیطان نے اُن کو وہاں سے ڈگمگایا پھر اُنہیں اُس عزت و راحت سے نکالا کہ جس میں تھے۔'' ممنوعہ پھل کھانے سے پہلے وہ کس حالت میں تھے؟ کیا وہ پارسائی کی حالت میں نہ تھے، جس میں نہ تو کوئی گناہ تھا، نہ شرم تھی اور نہ ہی سزا کا کوئی حکم تھا؟ جب اُنہوں نے اپنی بے گناہی کھو دی، تو اللہ نے بھی اُنہیں باغ سے باہر کر دیا تاکہ پھر واپس نہ آئیں۔

اللہ کی مدد کا وعدہ

حضرت آدم وحوا علیہم السّلام اور اُن کی اولاد کو دُرست ہدایت کی ضرورت تھی۔ لیکن ایک مسئلہ اور بھی تھا۔ اللہ کے قوانین کو توڑنے کے گناہ کا کیا؟ فرض کیجیے کہ ایک شخص کسی بینک سے ایک لاکھ ڈالر (۱۰۰۰۰۰$) چُراتا ہے۔ لیکن آخر کار پولیس اُس چور کو گرفتار کر لیتی ہے۔ وہ اُنہیں بتاتا ہے کہ اُسے سیدھا راستہ مل چکا ہے اِس لئے وہ پچاس ہزار ڈالر (۵۰۰۰۰$) ایک یتیم خانے کو دے کر باقی رقم واپس لوٹانا چاہتا ہے۔ وہ اُن سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ کبھی چوری نہیں کرے گا۔ کیا اُس کے نیک اعمال اور توبہ اُس کے قرض کو مکمل طور پر ختم کر کے اُس کے گناہ کو دُور کر دیں گے؟ اگر اُس نے بینک لوٹتے وقت محافظ کو قتل کیا ہو تو؟

توراۃ شریف بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوا علیہم السّلام کو ممنوعہ پھل کھانے کے متعلق تنبیہ فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں متنبہ کیا کہ اگر اُنہوں نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھایا تو وہ ضرور مر جائیں گے۔

شیطان جھوٹا ہے۔ اُس نے حوّا سے دروغ گوئی کی اور کہا کہ ممنوعہ پھل کھانے کے بعد وہ ہرگز نہیں مریں گے۔ لیکن وہ مرے۔ اول یہ کہ، اپنے آخری ایام میں وہ بوڑھے اور بیمار ہو کر جسمانی موت مرے۔ دوسری اور زیادہ ضروری بات کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کا رِشتہ ختم ہو گیا۔ وہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہوئے اور خود کو اللہ سے چھپانے کی کوشش کی۔

تاہم وہاں ایک حیران کن بات ہوئی۔ اول، اللہ تعالیٰ نے ایک اِنتہائی خاص شخصیت کی آمد کا وعدہ فرمایا جسے ''عورت کی نسل'' کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو خبردار کیا کہ، ''مَیں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تُو اُس کی ایڑی پر کاٹے گا۔''[2] ([2]توراۃ شریف، پیدائش ۳: ۱۵ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) ایسا کون ہے جو شیطان کو کچل سکتا ہے؟

دوم، اللہ تعالیٰ نے تاریخِ بشر کی پہلی قربانی کی۔ اُنہیں اُن کی شرمناک برہنگی میں چھوڑ دینے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت آدم اور حوا علیہم السّلام کو جانور کی کھال سے بنی پوشاک پہنائی۔ یہ کھال سے تیار کردہ پوشاکیں کہاں سے آئی تھیں؟ اُن کی برہنگی چھپانے کے لئے

اللہ تعالیٰ نے خود جانوروں کو قربان کیا۔ فقط وہ ہی ایسی قربانی گزران سکتا تھا جو اُن کی برہنگی ڈھانپنے کے لئے کافی ہو۔

حق یا باطل (سورہ ۲:۴۲)

ایک رُومی حاکم نے ایک مرتبہ عیسیٰ المسیح سے پوچھا کہ، ''حق کیا ہے؟'' قرآنِ مجید حق کو باطل سے چھپانے سے خبردار کرتا ہے۔ سچائی کو جاننے سے آزادی ملتی ہے۔ جب کسی شخص کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس کے دِل کا ایک حصہ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا اور اُسے ایک تکلیف دہ آپریشن سے گزرنا پڑے گا۔ مگر سچائی کا علم ہوجانے کے بعد وہ ایک لمبی اور خوشگوار زندگی گزار سکتا ہے۔

ہم سچائی کو کیسے جان سکتے ہیں؟

سائنس اور صنعت وحرفت حیرت انگیز کام کر رہی ہیں۔ ہوائی جہاز گھنٹوں میں دُنیا کا چکر لگا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے کسی بھی ملک کے لوگوں سے رابطہ کر کے فوری طور پر زبانوں کا ترجمہ کیا جاسکتا ہے۔ اَدویات اور جدرِین کاری[۳] ([۳] ویکسین - Vaccine) نے اِنسان کی عمر میں اضافہ کر دِیا ہے۔ لیکن اِن میں سے کوئی بھی کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی حقیقتِ روحیہ کو بیان نہیں کرسکتا۔ وہ ہماری مادی کائنات سے الگ وجود رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود حضرت آدم اور حوا علیہم السّلام کو جانور کی کھال سے
بنی پوشاک پہنائی ۔۔۔ فقط وہ ہی ایسی قربانی گزران سکتا تھا جو اُن کی برہنگی ڈھانپنے کے لئے کافی ہو۔

اِنجیلِ مقدس میں بیان ہوا ہے کہ، ''سب باتوں کو آزماؤ۔ جو اچھی ہو اُسے پکڑے رہو۔''[۴] ([۴] اِنجیلِ مقدس، ۱۔ تھسلنیکیوں ۵:۲۱ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) جدید اِصطلاح میں اِس عمل کو تنقیدی سوچ کہا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بات کے متعلق یہ تحقیق کرنے سے کہ آیا وہ واقعی سچ ہے یا نہیں، حقیقی سچائی تک پہنچنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اِس عمل میں ہر زاویہ سے تمام ثبوتوں کی تحقیق کی جاتی ہے۔

عیسیٰ المسیح نے ''دو یا تین والے اُصول'' کی حمایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک بات دو یا تین گواہوں کی زبان سے ثابت ہو جائے۔[۵] ([۵] اِنجیلِ مقدس، متی ۱۸:۱۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) یہ اُصول فطری اور روحانی سچائی کا تعین کرنے کے لئے ناگزیر ہے۔

ایک پرانی کہاوت ہے کہ، ''جتنی زیادہ آنکھیں اُتنا بہتر مشاہدہ۔'' جی ہاں، لیکن اِس کے لئے آنکھوں کا بینا ہونا بھی ضروری ہے۔ بیشتر اندھی آنکھیں ایسی ہیں جنہیں صرف ایک منظر کے علاوہ کچھ اور دِکھائی نہیں دیتا۔ سچائی اُنہیں ملتی ہے جو اِس کی تلاش کرتے ہیں، اِس کے متعلق سوال کرتے اور سنتے ہیں۔

آلِ اِبراہیمؑ (سورہ ۲:۴۰)

آلِ ابراہیمؑ کون ہیں؟ پیغمبرِ اِسلام ﷺ کے دَور میں وہ کہاں رہتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ کس قسم کا عہد باندھا تھا؟ عہد کے

سادہ سے معنی ہیں معاہدہ ،لیکن یہ محض ایک اِقرار نامہ سے کہیں زیادہ پختہ ہوتا ہے، اِس کے فریقین خود کو ایک دوسرے کے سپرد کردیتے ہیں۔مثلاً، بہت سی تہذیبوں میں شوہر اور بیوی تاحیات ایک دوسرے سے محبت کرتے رہنے کا عہد باندھتے ہیں۔توراۃ کی پہلی کتاب جسے پیدائش (اِبتداء) کہا جاتا ہے، بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اِبراہیمؑ سے کس طرح کا عہد باندھا تھا۔[٦] (٦ توراۃ شریف، پیدائش ١٢: ١۔٣ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور) اور خداوند نے ابرامؔ سے کہا کہ تُو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اُس ملک میں جا جو مَیں تجھے دِکھاؤں گا۔اور مَیں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دُوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا۔سو تُو باعثِ برکت ہو! جو تجھے مبارک کہیں اُن کو مَیں برکت دُوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اُس پر مَیں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔) یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو ایک بڑی قوم بنانے کا وعدہ فرمایا ہے جو نہ صرف اللہ تعالیٰ کی برکات سے بہرہ مند ہوگی بلکہ اُن برکات کو دیگر اقوام تک پہنچانے کا سبب بھی بنے گی۔حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے گھر کو چھوڑا اور بُت پرستی کا برملا اِنکار کرکے اپنے حصے کے عہد کو پورا کیا۔کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حصے کا عہد نبھایا؟ اگر ہاں، تو ایسا کب اور کیسے ہوا؟ قرآن ہمیں یہ یاددہانی کرواتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اِسرائیلؔ کو مصرؔ کی غلامی سے آزاد کروایا، بحیرۂ قلزمؔ کو چاک کرکے فرعون کی فوج کو اُس میں غرق کیا اور پھر بیابان میں اُن کی رہبری فرماتا رہا۔

اِحکامِ عشرہ - (دس اِحکام) (سورہ ٢: ٥٣)

سورہ ٢: ٥٣ میں بیان ہوا ہے، ''اور جب ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور قانونِ فیصل دیا تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' ''قانونِ فیصل'' کیا ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ ''اِحکامِ عشرہ'' ہیں۔قرآنِ مجید اِحکامِ عشرہ کو فہرست نہیں کرتا۔توراۃ شریف میں اِن کا مکمل بیان موجود ہے۔[٨] (٨ توراۃ شریف، اِستثناء ٥: ٦۔٢١)

١۔ اللہ کے حضور غیر معبود مت بناؤ۔

٢۔ بتوں کی پوجا مت کرو۔

٣۔ اللہ کا نام بے فائدہ نہ لو۔

٤۔ سبت کے دِن کو پاک مانو۔

٥۔ اپنے والد اور والدہ کا احترام کرو۔

٦۔ خون مت کرو۔

٧۔ زِنا مت کرو۔

٨۔ چوری مت کرو۔

٩۔ جھوٹ مت بولو۔

١٠۔ لالچ مت کرو۔

ہمیں اِن اِحکامِ عشرہ کی ضرورت کیوں ہے؟ فرض کیجیے کہ ایک کپڑے کا سوداگر ہے۔ ہر کوئی اُسے اُس کے خوبصورت ریشم، اُون اور سُوتی کپڑوں کی بدولت جانتا ہے۔ بادشاہ اور ملکائیں بھی اپنے شاہی لباس تیار کروانے کے لئے اُسی سے کپڑا خریدنے آتے ہیں۔ لیکن امیر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ دھوکے باز ہوتا گیا۔ اب وہ کُھلی روشنی کے بجائے موم بتی کی روشنی میں کپڑوں کی نمائش کرنے لگا۔ اُس کی یہ بے ایمانی اُس وقت اُسے بڑی مہنگی پڑی جب ایک معزز شہزادے نے اپنے کپڑوں پر داغ دیکھ کر یہ حکم دِیا کہ اُس سوداگر کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دِیا جائے۔ اِحکامِ عشرہ آفتابِ درخشاں کی مانند ہیں۔ جو بھی اِن احکام کی روشنی میں داخل ہوگا اُسے گناہ کے داغ اور خطائیں صاف دِکھائی دیں گی۔ کچھ لوگ اُس تاجر کی طرح خود کو اندھیرے میں پرکھنا چاہتے ہیں جہاں اُن کی خطائیں ظاہر نہیں ہو پاتیں۔

محرفہ صحائف؟ (سورہ۲:۵۹)

’’آپ کی کتاب محرف ہو چکی ہے! میرے لئے اِسے پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘ میرے پڑوسی نے فوراً اِنجیل واپس لوٹاتے ہوئے کہا۔ اُس نے یوں ظاہر کیا کہ جیسے یہ اُسے سانپ کی طرح ڈس لے گی۔ ’’اِسے جلا دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ تحریف شدہ ہے۔‘‘

’’ذرا رُکئے، یہ گمان کب ہوا آپ کو؟‘‘مَیں نے پوچھا۔

’’اَصل توراۃ، زبور اور اِنجیل تو ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو چکی ہیں۔ آپ محض ایک محرفہ کتاب لئے بیٹھے ہیں،‘‘ اُس نے بڑا ازورد یکر کہا۔

میرے مسلمان دوست ہمیشہ اِصرار کرتے ہیں کہ، وہ قرآن سے قبل لکھے گئے کسی بھی نوشتہ پر بھروسہ نہیں کر سکتے، یہ کہتے ہوئے کبھی تو اُن کا لہجہ بڑا ہی دھیما ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اُن کا کہنا ہے کہ جب یہود نے توراۃ اور زبور کو بدل دِیا، تو اللہ تعالیٰ نے اِنجیل نازِل کی لیکن مسیحیوں نے بھی اِنجیل میں تحریف کر دی، اِسی لئے اللہ کو قرآن نازِل کرنا پڑا۔ یہ تصور اُنہیں کہاں سے ملا ہے؟

سورہ۲:۵۹ بیان کرتی ہے کہ، ’’پھر ظالموں نے بدل ڈالا کلمہ سوائے اُس کے جو اُنہیں کہا گیا تھا، سو ہم نے اُن ظالموں پر اُن کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازِل کیا۔‘‘ اِس کا کیا مطلب ہے کہ اُنہوں نے اللہ کے کلمہ کو بدل ڈالا؟ کیا اِس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اُنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی؟ مثال کے طور پر، توراۃ میں ذِکر ہوا ہے کہ جب بنی اِسرائیلؔ کو پانی چاہیے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دِیا کہ وہ چٹان سے کہیں کہ وہ اُنہیں پانی دے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی بات نہ مانی؛ آپؑ نے طیش میں آکر چٹان پر اپنی لاٹھی سے مار کر اللہ کے کلمہ کو بدل دِیا۔ فرض کیجیے مَیں اپنے بیٹے سے کہتا ہوں کہ، ’’بیٹا اپنے کھلونوں کو ترتیب سے رکھئے اور اپنے کمرے کی حالت دُرست کیجیے۔‘‘ ایک گھنٹے بعد جب مَیں اُس کے کمرے میں جاتا ہوں تو اُسے کھلونوں سے کھیلتا ہوا پاتا ہوں اور کمرہ بھی اُسی طرح بے ترتیب پڑا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ، ’’آپ نے میری باتوں کو بدل دِیا ہے، کھلونوں کو سمیٹنے کے بجائے، آپ ابھی تک کھیل رہے ہیں۔‘‘ اُس نے میرے الفاظ کا مطلب تبدیل کیا ہے۔ میرے ادا کردہ حقیقی الفاظ تبدیل نہیں ہوئے۔ کلامُ اللہ کا بدلنا ممکن نہیں ہے۔

مسلمان، یہودی، نصرانی ودیگر (سورہ۲:۶۲)

یہ حوالہ بڑا صلح آمیز معلوم ہوتا ہے، جس میں تمام مذاہب سے رواداری کا درس دِیا گیا ہے۔

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابئ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام بھی کرے
تو ان کا اجر ان کے رب کے ہاں موجود ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تو کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل قابلِ اعتماد ہیں؟ اِن صحائف کے بغیر، یہود و نصاریٰ کا اللہ اور یومِ آخرت کے متعلق جان پانا ممکن نہیں تھا۔ کیا تمام ادیانِ صادقہ کے ماننے والے جنت میں جائیں گے؟ اگر وہ اپنے مقدس صحائف پر عمل کر کے بھی جنت میں جا سکتے ہیں تو اِنجیل کے بعد قرآن کی پیروی کرنے کا کیا جواز ہے؟ ایسے ہی توراۃ اور زبور کے بعد اِنجیل نازِل کرنے کی کیا حاجت تھی؟ اب یہاں اُن لوگوں کا سوال ہے جو مسلمان، یہودی یا مسیحی نہیں ہیں؟ کیا توراۃ، زبور، اِنجیل اور القرآن کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لایا جاسکتا ہے؟ اللہ لوگوں کو اپنے اور یومِ آخرت پہ ایمان لانے کا اجر کیوں دیتا ہے؟ شیطان بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، یعنی وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ کیا صرف ملحدین ہی جہنم کا ایندھن ہیں؟ کیا ایک ملحد جو صدقِ دِل سے نیک اعمال کرتا ہے لیکن خالق کا منکر ہے جنت میں جاسکتا ہے؟ اگر ملحدین بھی پاکیزہ زندگی بسر کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اُس کے وجود پر ایمان لائیں؟ اُس نے ہر کسی کو فطرتاً اِس ایمان کے ساتھ کیوں پیدا نہیں کیا کہ وہ اُس کے وجود کو مانیں؟ غالباً ایسا ہی ہے۔ ایک عالمی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ درحقیقت ہر اِنسانی معاشرہ کے زیادہ تر افراد کسی نہ کسی طرح کی قادرِ مطلق قوت پر بطور خالق یقین رکھتے ہیں۔ شاید کسی کو خود کو یہ سمجھانے میں کڑی محنت کرنی پڑے کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور گائے کی قربانی (سورہ ۲: ۶۷-۷۳)

آپ کو یاد ہوگا کہ تاریخِ بشر کی سب سے پہلی قربانی اللہ تعالیٰ نے خود گزرانی تھی تا کہ حضرت آدمؑ و حوّا علیہم السّلام کی برہنگی کو جانور کی کھال سے ڈھکا جا سکے۔ اِس اولین قربانی کے بعد اور بھی بہت سی قربانیوں کا ذِکر ملتا ہے۔ قابیلؔ و ہابیلؔ[9] ([9] قائنؔ اور ہابلؔ) نے بھی قربانیاں گزرانیں۔ قابیلؔ نے اپنے باغ کی سبزیاں جبکہ ہابیلؔ نے ایک جانور کو پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قابیلؔ کی جگہ ہابیلؔ کی قربانی کو قبول فرمایا۔ شاید قابیلؔ کے دِل میں خودغرضی اور بے ایمانی تھی۔ بہرحال، اُس نے حسد کی آگ میں ہابیلؔ کو قتل کر دیا۔ قربانی گزراننے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ قرآنِ مجید میں یہ اِشارہ ملتا ہے کہ قربانی کو بعض اوقات ایک علامت کے طور پر اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ کہانی بتاتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ قربانی کے جانور کا ایک ٹکڑا لے کر ایک مُردہ شخص کے جسم پر ماریں۔ جب قربانی نے مُردہ شخص کے جسم کو چھوا تو وہ زندہ ہو گیا۔ یہ علامات کسی اور چیز کی جانب اِشارہ کرتی ہیں۔ قرآنِ مجید کے مطابق، حضرت موسیٰؑ کی قربانی کو یہ ظاہر کرنے کے لئے اِستعمال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیا حضرت موسیٰؑ کی قربانی کے علاوہ ایسی کوئی قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی زندگی بخش قوت کا مظہر ہو؟

جو کتاب نہیں جانتے (سورہ ۲:۷۸)

جہالت کی حالت میں رہنا کسی تاریک غار میں زندگی گزارنے کے مترادِف ہے۔ آیت ۷۸ میں متنبہ کرتی ہے، ''اور بعض ان میں سے اَن پڑھ ہیں جو کتاب نہیں جانتے، سوائے جھوٹی آرزوؤں کے، اور وہ محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔''

غار بھی ایک گونجدار کمرہ کی طرح ہی ہوتا ہے، جہاں ہم صِرف اپنی ہی آواز کو سُن سکتے ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ کچھ لوگ کسی بھی ''سُنی سُنائی'' بات پر یقین کر لیتے ہیں، یعنی افواہیں پھیلاتے ہیں۔ اُنہوں نے کبھی بھی اپنے طور پر سچائی کو تلاش کرنے کی زحمت نہیں کی۔ اگر اُن کا ہمسایہ افواہاً یہ کہہ دے گا کہ چاند پنیر سے بنا ہے تو وہ اُس پر بھی بخوشی یقین کر لیں گے۔ وہ صِرف اُن افواہوں پر یقین کرتے ہیں جو ایک کان سے دوسرے کان تک ایسے اُڑتی ہیں جیسے کوئی تتلی ایک پتے سے دوسرے پتے پر اُڑتی ہے۔

یہ قطعاً واضح نہیں ہے کہ آیت ۷۸ میں ''کتاب'' سے مُراد کیا ہے؟ لیکن حرفِ مدعا یہ ہے کہ لوگوں کو کسی بھی چیز کے بارے میں تب تک کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ وہ اُس سے واقف نہ ہو جائیں۔ مَیں طریقِ قرآن پر چل رہا ہوں لہٰذا اِس میں درج باتوں سے لاعلم نہیں رہ سکتا۔ مَیں قرآنِ مجید کے پیغام کے متعلق محض اٹکل پچو باتیں نہیں بنانا چاہتا۔ تاہم کتنے لوگ ہیں جو قرآنِ مجید کو پڑھنے کے لئے وقت نکالتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو بیٹھ کر حقیقتاً اپنے لئے مطالعہ کرتے ہیں، نہ کہ دوسروں کی باتوں پر یقین کرتے ہیں؟

پہلی کتابوں کی تصدیق (سورہ ۲:۹۷)

افواہوں اور سُنی سُنائی باتوں پر یقین نہ کرنے کی ایک عمدہ مثال یہ ہے۔ سورہ ۲:۹۷ میں بیان ہوا ہے، ''کہہ دو جو کوئی جبرائیلؑ کا دشمن ہو، سو اُسی نے اُتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دِل پر، اُن کی تصدیق کرتا ہے جو اِس سے پہلے ہیں اور اِیمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' افواہوں کے مطابق توراۃ، زبور اور اِنجیل تبدیل ہو چکی ہیں، مگر زیرِ نظر آیت اُن کی تصدیق کرتی ہے۔

افواہوں کے مطابق توراۃ، زبور اور اِنجیل تبدیل ہو چکی ہیں، مگر زیرِ نظر آیت اُن کی تصدیق کرتی ہے۔

پہلی مرتبہ قرآن سُننے کے بعد عرب یہ کیسے جان سکتے تھے قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جبکہ اُن کے پاس اِن کتابوں کے معتبر نسخے ہی نہیں تھے؟ اِس آیت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہودی، مسیحی اور مسلمان باہم بیٹھ کر کتبِ مقدسہ کا موازنہ کر سکتے ہیں۔

نسخِ صحائف (سورہ ۲:۱۰۶)

کیا ہو اگر کسی شخص کو قرآنِ مجید میں کوئی ایسا بیان دکھائی دے جس میں تضاد ہو؟ اکثر اوقات اِسے نسخ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ سورہ ۲:۱۰۶ بیان کرتی ہے کہ ''ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اس کے برابر لاتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' یہ ایک بحث طلب اَمر ہے۔ ایک مسلمان مصنف رقم طراز ہے،

دراَصل یہ اِنہی علماء کا وضع کردہ نظریہ ہے، جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید میں کچھ ایسی آیات ہیں جنھیں دوسری آیتوں نے منسوخ اور باطل کر دِیا ہے!

منسوخ کرنے والی آیت کو وہ (النا سخ) کہتے ہیں جبکہ منسوخ شدہ آیات کو (المنسوخ) کہا جاتا ہے۔

ہر چند یہ نظریہ علمائے مسلمین کی قرآنِ مجید سے لاعلمی کے نتیجہ کی اِختراع تھا، تاہم غیر مسلم مصنفین نے اِس کا استحصال کرتے ہوئے کتاب کے اِتقان اور اِس کے منجاب اللہ ہونے پر سوالات اُٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔[۱۰] ("Abrogation, the Biggest Lie [۱۰] Against Qur'an", Submission, http://submission.org/abrogation.html, accessed February, 2018.)

ایک مسیحی ہونے کے ناطے، مَیں اِس مباحثہ میں ایک بیرونی فرد کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں، اِس کے باوجود سورہ ۲:۱۰۶ کو پڑھنے کے بعد مجھے ایسا لگتا ہے کہ قرآنِ مجید بیان کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک مقام پر کچھ اِرشاد فرمایا ہے، تو دوسرے مقام پر اِرشاد کردہ بات سے اُس کی موافقت ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کسی بات کو مختلف الفاظ میں نازِل کر سکتا ہے، لیکن بعد کی وحی کو فقط وحیِ اول کو تقویت دینی چاہیے نہ کہ اُس سے ٹکرانا چاہیے۔ ایک متفرق نقطہء نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے منسوخ کر سکتا ہے، خواہ ہمیں اِس کا سبب سمجھ نہ بھی آئے۔ بعض حضرات اِسی کے قائل ہیں اور اُصولِ نسخ کی حمایت کرتے ہوئے یہ توضیح پیش کرتے ہیں کہ وحیِ مابعد کس طرح سے وحیِ سابقہ سے متصادِم ہو سکتی ہے۔

اجنبیوں اور دُشمنوں کے لئے دُعا کرنا (سورہ ۲:۱۰۵)

عالمِ بشر میں ہر طلوعِ آفتاب کے ساتھ نئے تنازعات جنم لیتے ہیں۔ سورہ ۲:۱۰۵ میں بیان ہوا ہے کہ، ''اہلِ کتاب کے کافر اور مشرک نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھی اچھی بات نازل ہو، اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے جسے چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' اِس آیت کو پڑھنے کے بعد میں بڑا دلگیر ہوا! کیا یہودی اور مسیحی اولین مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے؟ عیسیٰ المسیح نے اپنے حواریوں کو سکھایا کہ ہر ایک سے پیار کریں اور اُن کے لئے دُعا کریں، چاہے وہ آپ کے دوست ہوں یا کوئی اور۔ اگر مَیں عیسیٰ مسیح کا پیروکار رہوں، تو مَیں دُنیا بھر میں بسے اپنے مسلمان دوستوں اور پڑوسیوں کے لئے بہترین کی اُمید کروں گا، نہ تو مَیں اُن کے نقصان سے خوش ہوں گا اور نہ ہی اُنہیں بددُعائیں دوں گا۔ مَیں ہمیشہ یہی دُعا کروں گا کہ ہر فردِ بشر کو حقیقی زندگی، امن اور ابدی خوشی بکثرت میسر آئے چاہے وہ ہندو ہو، بدھ مت کا ماننے والا ہو، مسلمان ہو یا کوئی اور۔ اگر کوئی یہ اُمید کرتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے کچھ بھی اچھا نہیں ہونا چاہیے، تو وہ عیسیٰ المسیح کا سچا پیروکار کیسے کہلا سکتا ہے؟

لوگوں کو ایمان سے پھیرنا (سورہ ۲:۱۰۹)

تاریخ بتاتی ہے کہ اِسلام قبول کرنے سے قبل عرب کے مسلمانوں کی اکثریت بُت پرستی کیا کرتی تھی۔ حضرت محمد ﷺ نے سب سے پہلے

اپنے آبائی شہر مکہ کے بت پرستوں کو اِسلام کی دعوت دی۔ اُن کے اِنحراف کے بعد آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے جہاں کے مشرکین نے بڑی تعداد میں آپ ﷺ کی دعوت پہ لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں بُت پرستی اور بہت سے خداؤں کی پرستش کے بجائے خالقِ واحد پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اِس بیان کی رُو سے اگلی آیت کو سمجھ پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

اکثر اہلِ کتاب تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں کفر کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، اپنے اندر کے حسد کی وجہ سے، حالانکہ اُن پر حق ظاہر ہو چکا ہے، سو معاف کرو اور درگزر کرو جب تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر اہلِ کتاب نومسلموں کو کفر کی طرف لوٹانا چاہتے تھے، تو کیا اِس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اُنہیں واپس بُت پرستی کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے؟ اگر وہ اُنہیں واپس یہودیت یا مسیحیت کی طرف پھیرنا چاہتے تھے، تو یہ کفر کیسے ہوا؟ اِس سے قبل ہم نے سورہ ۲:۶۲ میں پڑھا کہ وہ اہلِ کتاب جو سچے دِل سے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے اِس کے عوض جزائے خیر کی اُمید ہے۔

آج بہت سے لوگ کسی یہودی یا مسیحی سے بات کرنے سے اِجتناب کرتے ہیں کیونکہ وہ شخص اُنہیں دوبارہ کفر کی طرف پھیرنے کی کوشش کرسکتا ہے۔ لیکن یہ بات کاملاً دُرست نہیں ہوسکتی، کیونکہ اہلِ کتاب بھی واحد الاحد اللہ پر ایمان کا اِقرار کرتے ہیں۔ یہودی، مسیحی اور مسلمان سبھی جھوٹے معبودوں کی پرستش سے اِنکار کرتے ہیں۔ وہ سب بُت پرستی کو رَد کرتے ہیں۔

کیا یہود و نصاریٰ ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں؟ (سورہ ۲:۱۱۳)

یہود و نصاریٰ کون سی کتاب یا کتابیں پڑھتے ہیں؟ یہودی اور مسیحی اللہ تعالیٰ کے متعلق مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ جو کہ اُن کے الگ الگ ناموں سے واضح ہو جانا چاہیے۔ سورہ ۲:۱۱۳ بیان کرتی ہے،

اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ ٹھیک راہ پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی راہِ حق پر نہیں ہیں حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں، ایسی ہی باتیں وہ لوگ بھی کہتے ہیں جو بے علم ہیں، پھر اللہ قیامت کے دن ان باتوں کا کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں خود فیصلہ کرے گا۔

یہودی اور مسیحی بعض عقائد پر متفق ہیں لیکن بعض پہ اختلاف کرتے ہیں۔ یہودی کون سی کتاب پڑھتے ہیں؟ یہودی توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام (بشمول زبور) پڑھتے ہیں۔ توراۃ حضرت موسیٰؑ کی پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے، اِس کے بعد اِسرائیلی پیشواؤں کی تاریخ کی کتابیں ہیں، حضرت داؤدؑ کے حمدیہ کلام کی کتاب کو زبور کہا جاتا ہے، اِس کے بعد حضرت ذوالکفلؑ (حزقی ایل)، حضرت اِشعیاءؑ (یسعیاہ) اور حضرت دانیالؑ (دانی ایل) جیسے اور بھی کئی انبیاء علیہم السّلام کے صحائف آتے ہیں جو کہ مجموعی طور پر ۳۹ کتابوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی شکل میں موجود ہیں۔[۱۱] ([۱۱] بسا اوقات توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام کو پرانہ عہد نامہ یا عہدِ عتیق کہا جاتا ہے جبکہ اِنجیل کو نیا عہد نامہ کہا جاتا ہے۔)

عیسیٰ المسیح کے دَور سے لے کر اب تک آپ کے پیروکار توراۃ شریف اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام کے ۳۹ حصص کو کلامُ اللہ مانتے ہیں۔[۱۲]

([۱۲] مثال کے طور پر توراۃ ایک ''کتاب'' ہے، جو کہ پانچ حصوں یا چھوٹی کتب پر مشتمل ہے۔) مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السّلام سے بذریعہ وحی کلام فرمایا اور اُنہوں نے اُس کے الفاظ کو قلم بند کیا۔ اُس نے اُنہیں ہدایت دی تا کہ وہ تاریخ، شریعت و احکام اور مستقبل کی پیش

گوئیوں کو قلمبند کر پائیں۔ اِنجیل کے سادہ سے معنی ہیں ''خوشخبری''۔[13] ([13] یونانی زبان میں اِنجیل کے لئے euaggelion (یونانی میں euaggelion لکھئے) کا لفظ اِستعمال ہوا ہے۔) اِنجیل صرف ایک ہی ہے نہ کہ پانچ یا بیس۔ ایک سے زیادہ اِنجیل یا خوشخبری کبھی آئی ہی نہیں۔[14] ([14] وقتاً فوقتاً جعلی اناجیل بھی منظرِ عام پر آتی رہی ہیں مگر محتاط جانچ پڑتال کے بعد وہ نا قابل اعتبار نکلیں۔) اِسے تاریخ کی بہترین خبر کہا جا سکتا ہے۔

اپنے بیان کو سادہ رکھنے کی عرض سے، اِنجیل سے میری مراد، ۲۷ حصص ایک بڑی کتاب کی صورت میں موجود ہیں، توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل سمیت سبھی میں سورتوں اور آیات کا اِستعمال ہوا ہے۔ پطرسؓ رسول، یوحنّاؓ رسول، پولسؓ رسول اور متّیؓ رسول سب آلِ ابراہیمؑ سے تھے جنھوں نے عیسیٰؑ المسیح کی پیروی کی۔ اُن کا اِیمان تھا کہ توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام میں عیسیٰؑ المسیح کا ذِکر ہوا ہے اور وہ آپ کی آمد کے متعلق دُرست پیش گوئیاں کرتی ہیں۔ عیسیٰ المسیح کے قدیم بنوتوں کو پورا کرنے کی بدولت اُنہوں نے آپ کو حقیقی مسیح تسلیم کیا۔

اِس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ المسیح کے شاگردوں کو اِنجیل لکھنے کی ترغیب دی، ساتھ ہی توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام کے اقتباسات کو اِستعمال کرنے کا فہم بھی عطا فرمایا۔ بعض علماء کے اندازے کے مطابق اِنجیل کا ۲۵ فیصد حصہ یا تو پہلی کتب کے براہِ راست یا بالواسطہ اقتباسات پر مبنی ہے۔ اِنجیل نے ایک جولاہے کی طرح توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام کی آیات اور اُن کے سخن کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ریشمی دھاگے سے ایک تانے میں پرو دِیا ہے۔

تاہم، تمام آلِ ابراہیمؑ نے عیسیٰؑ مسیح کو قبول نہیں کیا۔ ایک طرف تو عیسیٰؑ المسیح کے اولین حوارین آلِ ابراہیمؑ سے تھے اور دُوسری طرف اُن کی ایک بڑی تعداد نے آپ کی تردید کی۔

بالآخر عیسیٰؑ مسیح کا پیغام بحیرۂ رُومؑ سے ہوتا ہوا یورپؑ تک پھیلتا گیا جہاں زیادہ تر بُت پرست آباد تھے۔ بہت سے لوگوں نے عیسیٰؑ مسیح کو قبول کیا اور آپ کے نام پہ جمع ہوئے۔ ایمانداروں کی اِس نئی جماعت کی بہ نسبت، عیسیٰؑ المسیح کے عبرانی پیروکاروں کی تعداد میں کمی آتی گئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد عربستانؑ اور اِس کے مضافات میں آباد تھی جو توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام پہ تو ایمان رکھتی تھی لیکن عیسیٰؑ المسیح کی منکر تھی۔ اب آتے ہیں یہودیوں اور مسیحیوں کے بنیادی اِختلاف کی طرف، یہودیوں کا کہنا تھا کہ عیسیٰؑ اِبنِ مریم مسیحِ موعود نہیں تھے جبکہ مسیحیوں کا دعویٰ ہے کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں۔ بنیادی طور پر توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام کے متعلق اُن میں کوئی اِختلاف نہیں تھا۔ جبکہ آلِ ابراہیمؑ یا تو اِنجیل پڑھتے ہی نہیں تھے یا پھر اسے رَد کر دیتے تھے۔ بد قسمتی سے آج بھی کچھ لوگ اُن تمام کتب کو پڑھنے سے ڈرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق بیان کرتی ہیں: یعنی توراۃ شریف، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، اِنجیلِ مقدس اور قرآنِ مجید کو۔

اللہ نے بیٹا نہیں بنایا ہے (سورہ ۲:۱۱۶۔۱۱۷)

سورہ بقرہ میں بہت سے اہم موضوعات کا ذِکر ہے لیکن شاید آیات ۱۱۶۔۱۱۷ اِن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

وہاں بیان ہوا ہے کہ ''اور کہتے ہیں اللہ نے بیٹا بنایا ہے، حالانکہ وہ پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے، سب

اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے تو صرف یہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتی ہے۔''

یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں کہ اِنجیلِ مقدس عیسیٰؑ المسیح کو ''خدا کا بیٹا'' کہتی ہے۔ یہ آپ کو ''اِبنِ آدم'' بھی کہتی ہے۔ اِنجیلِ مقدس میں بیان ہوا ہے کہ ''کیونکہ اللہ نے دُنیا سے اَیسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اِکلوتا بیٹا بخش دِیا تا کہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے۔''[14] ([14] اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۱۶:۳) پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور تک یہ بات پورے افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ میں پھیل چُکی تھی کہ اِنجیل عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا اِکلوتا بیٹا کہتی ہے۔ یہ بات تب بھی پوشیدہ نہیں تھی۔

گو اِس آیت میں مسیحیوں کا نام نہیں لیا گیا ہے — بلکہ وہاں صرف ''کہتے ہیں'' — کے الفاظ اِستعمال کئے گئے ہیں۔ تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً یہاں مسیحیوں کی طرف اِشارہ کیا جا رہا ہے۔ عیسیٰؑ مسیح کے پیروکار کے طور پر مَیں ۱۱۶ اور ۱۱۷ کو بغیر کسی شدید منفی ردِعمل کے پڑھ سکتا ہوں۔ کیوں؟ کیونکہ مَیں پورے طور پر اِس بات کا قائل نہیں ہوں کہ اِنجیل اور قرآن یہاں ایک ہی معاملہ پہ بات کر رہے ہیں۔

سورہ ۵:۱۱۶ پر غور کیجیے:

اور جب اللہ فرمائے گا ''اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو؟'' وہ عرض کرے گا ''تو پاک ہے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔''[15] ([15] سورہ ۵:۱۱۶ مع ۴:۱۶۹ اور ۵:۷۷-۷۹؛ نیز، سورہ ۱۹:۳۶؛ ۱۹:۹۱؛ ۱۱۲:۳)

یہاں بُت پرستی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اللہ واحد الحق کے سوا غیر معبودوں کی پرستش نہ کرو۔ ہر یہودی اور مسیحی اِس بات سے اِتفاق کرتے ہوئے ''آمین'' کہے گا۔ تو پھر مشکل کیا ہے؟ اِس اِختلاط کا آغاز شاید قدیم مسیحیوں کی ایک رسم سے ہوا جس میں وہ مقدسہ مریمؑ کی ایک تصویر کے سامنے جس میں آپ نے نولومود عیسیٰؑ کو گود میں اُٹھا رکھا تھا شمعیں روشن کیا کرتے تھے۔ کیا یہ لوگ مقدسہ مریمؑ اور عیسیٰؑ کو بطور معبود پوجا کرتے تھے؟ کبھی کبھی تو مجھے بھی یہی گمان ہوتا ہے۔

مَیں نے نہ تو کبھی کسی تصویر سے دُعا کی اور نہ ہی کسی ولی سے کوئی اِلتجا کی ماسوا خالق واحد اللہ کے، لہٰذا مَیں دُنیا کی تمام روایات کی نمائندگی نہیں کر سکتا۔ تاہم، میرے تجربے کے مطابق جو لوگ مقدسہ مریمؑ کی تصاویر کے سامنے شمعیں جلاتے ہیں شاید وہ بھی یہی کہیں گے کہ ہم اُنہیں خدا نہیں کہتے۔ مقدسہ مریمؑ ایک اِنسان تھیں، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، اِنجیل اور قرآن ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ آپ ایک باکرہ تھیں جو معجزانہ طور پر عیسیٰؑ المسیح سے حاملہ ہوئیں، نہ آپ کا کوئی شوہر تھا اور نہ ہی عیسیٰؑ کا کوئی جسمانی باپ تھا۔

تاہم مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ اللہ کے اِکلوتے بیٹے تھے۔ یہ بات سُننے میں بُری بلکہ انتہائی بُری لگ سکتی ہے۔ لگتا ہے کہ یہ کُفر ہے۔ شرک! کُفر! اللہ کا بیٹا!؟

ہوسکتا ہے کہ اِکلوتا کی اِصطلاح کو الگ طور سے سمجھنے پہ ہم اِس کا جواب تلاش کر پائیں۔ قیاساً عیسیٰؑ کب تولد ہوئے تھے؟ ایسا کسی مخصوص وقت پہ ہوا یا پھر ازل سے ایسا ہی تھا؟ قرآن میں بیان ہوا ہے کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو پیدا کرتے وقت فرمایا کہ ''ہو جا''۔ اِنسانی نقطۂ نظر سے یہ بات ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ کا مادی جسم ایک خاص وقت اور لمحے پر مقدسہ مریمؑ کے بطن میں وجود میں آیا۔ لیکن عیسیٰؑ کی روح کب وجود میں آئی تھی؟

اِنجیل ہمیں ایک غیر معمولی درس دیتی ہے۔ اِس سے قبل کہ زمان ومکاں تخلیق کئے جاتے عیسیٰ ازلی وروحانی طور پر اللہ کے قلب سے مولود --یا صادر تھے-- یہی وجہ ہے کہ آپ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ پکارا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں عیسیٰ المسیح کے لئے یہ دونوں القاب خصوصی طور پر اِستعمال ہوئے ہیں۔ اِنجیل مقدس میں ''مولوذ'' کا مطلب اِنسانی بچہ کا اپنے باپ سے الگ متولد ہونا نہیں ہے۔ اِس کا مطلب ہے اللہ کے جوہر اور اُس شخصیت کے ساتھ متحد ہو کر ظہور میں آنا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو عیسیٰ المسیح کے اِنسانی وجود میں اُنڈیل دِیا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ المسیح کو اِبنُ اللہ بھی کہا جاتا ہے اور اِبنِ آدم بھی۔

مزید برآں، اِنجیل میں اللہ تعالیٰ کو آسمانی باپ کہا گیا ہے[16] ([16] عموماً مَیں کوشش کرتا ہوں کہ گفتگو کے دوران ''آسمان'' کی اِصطلاح کا اِستعمال اُس مقام کی نشاندہی کرنے کے لئے کروں جہاں اللہ تعالیٰ جہانِ ہستی سے جدا موجود ہے بعض جگہوں پر ''آسمان'' سے مراد فضا یا عالمِ ظاہر لی جاتی ہے۔ مسیحیوں کے نزدیک آسمان وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ابدی زندگی سے لطف اندوز ہوا جائے گا۔) اِس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی کی تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا (معاذ اللہ، مسیحی بھی اِس عقیدہ کو شرک مانتے ہیں) بلکہ اِس لئے کہ آپ سب سے مقدم اور برتر عمل کنندہ ہیں مثلاً، ترکی کے لوگ آج بھی مصطفیٰ کمال کو ''اتاترک'' کے لقب سے پکارتے ہیں کیونکہ وہ ترکی کے اولین، عالی مرتبت بانی تھے۔ مگر جسمانی طور پر اُن کی کبھی کوئی اولاد نہیں تھی۔

یہ ایک بہت بڑا سوال ہے جو مطالعہء قرآن کے دوران بار بار ہمارے سامنے آتا ہے۔ عیسیٰ المسیح کون ہیں؟

مخالف فریقین کی خواہشوں کی پیروی (سورہ ۲:۱۲۰)

سبھی اِنسانی خواہشات جائز نہیں ہوتیں۔ ہمارے دِل بھی اکثر ایک کھوئی ہوئی بھیڑ کی طرح محفوظ مقام سے بھٹک جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید غلط خواہشات میں بہہ کر گمراہ ہونے سے متنبہ کرتا ہے۔ سورہ ۲:۱۲۰ میں ذِکر ہوا ہے کہ،

اور تم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کرو گے، کہہ دو بے شک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے، اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی اس کے بعد جو تمہارے پاس علم آ چکا تو تمہارے لیے اللہ کے ہاں کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

میرا اور زیادہ تر لوگوں کا ردِعمل یقیناً یہی ہوگا کہ ''ہاں'' ہمیں اپنی خواہشات کے بجائے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرنی چاہیے۔ اِنسانی دِل اکثر ایک ناقابلِ اعتبار قطب نما ثابت ہوتا ہے۔ اگر ہم ایماندار ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ بُرے خیالوں، خونریزیوں، زِناکاریوں، حرامکاریوں، چوریوں، جُھوٹی گواہیوں، بدگوئیوں کا سرچشمہ یہی ہے۔[17] ([17] انجیلِ مقدس، متی ۱۵:۱۹) ہماری اُمید اِسی میں ہے کہ اللہ کے کلام کے مطابق دُرست طور پر اُس کی پیروی کی جائے، نہ کہ اپنی خواہشات کی۔ جیسا کہ ہم نے سورہ ۲:۶۲ میں دیکھا کہ قرآن میں درج ہے کہ کچھ یہودیوں اور مسیحیوں کے لئے اللہ کے ہاں بڑے اجر کا اِمکان موجود ہے۔ لیکن وہ یہ اجر کیسے پا سکتے ہیں؟ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل میں نازِل کردہ کلام پر صحیح طور سے عمل کر کے۔ لہٰذا ۲:۱۲۰ کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ یہودی اور مسیحیوں نے سچائی کو کھو دِیا ہے، محض یہ کہ اُن میں سے بعض نے کلامُ اللہ کی پیروی کرنا چھوڑ دی ہے۔ کیا اِس سے اگلی آیت ۲:۱۲۱ کا یہی مطلب ہے،

’’وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، جو اس سے انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں‘‘؟

الکعبہ (سورہ ۲: ۱۲۷)

آیئے اب کعبہ کے موضوع پہ آتے ہیں۔ مکّہ کے قلب میں واقع یہ بڑا مکعب تیرہ اشاریہ ایک (۱.۱۳) میٹر یعنی ۴۳ فٹ اُونچا ہے اور اِس کے اَطراف کی پیمائش گیارہ اشاریہ صفر تین (۱۱.۰۳) میٹر یعنی ۳۶ اشاریہ ۲ فٹ گُنا بارہ اشاریہ چھیاسی (۱۲.۸۶) میٹر یعنی ۴۲ اشاریہ ۲ فٹ ہے۔ یہ سیاہ اور سنہری رنگ کے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔ اِس ڈھانچہ کے مشرقی کونے میں ایک بڑے پتھر کو جو کہ غالبًا ایک شہابی پتھر ہے مستقل طور پر نصب کر دِیا گیا ہے۔ ہر سال لاتعداد عازمین مناسکِ حج کی ادائیگی کرتے ہوئے گھڑی کی مخالف سمت میں کعبہ کے گرد سات مرتبہ چکر لگاتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ اِس مقدس پتھر کو چومنے اور چھونے کے لئے اِس کے قریب سے قریب تر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورہ ۲: ۱۲۷ میں ایک کہانی درج ہے جو کہ حضرت ابراہیمؑ کو کعبہ اور مکّہ سے منسلک کرتی ہے۔ ’’اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اے ہمارے رب ہم سے قبول کر، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔‘‘ بطور مسیحی قاریِ قرآن حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا یہ واقعہ میرے لئے بڑا ہی دلچسپ ہے۔ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کی تحقیق کے دوران مجھے اِس طرح کی کوئی کہانی نہیں مِل پائی۔ توراۃ میں ایک تفصیلی بیان موجود ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کے اُور سے حاراؔن تک کے سفر، فلستیوں کی موعودہ سرزمین میں قیام، مصؔر کی جانب ہجرت اور بالآخر ارضِ موعودہ میں آپ کے اِنتقال کا ذِکر ہے۔

مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ توراۃ میں حضرت ابراہیمؑ کے مکّہ جانے کا ذِکر کیوں نہیں ملتا۔ اِس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پہ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ وحی کیا تو آپؑ نے اُس کا کچھ حصہ چھوڑ دِیا۔ ہوسکتا ہے کہ اپنی خانہ بدوشی اور ہجرتِ مصؔر کے دوران حضرت اِبراہیمؑ جنوب بعید کا سفر کر کے عرب میں مکّہ کا دَورہ کرنے گئے ہوں۔ شاید آپؑ نے کسی دوسرے شہر میں کعبہ کی طرف بھی گئے ہوں۔ مگر یہاں ایک اور سوال اُٹھتا ہے۔

اِس سے قبل کہ زمان ومکاں تخلیق کئے جاتے، عیسیٰؑ ازلی وروحانی طور پر اللہ کے قلب سے مولود -- یا صادر تھے -- یہی وجہ ہے کہ آپ کو **کلمۃ اللہ** اور **روح اللہ** پکارا جاتا ہے۔

آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اِسماعیلؑ کی معاونت سے مکّہ میں ایک گھر بنانے کی حاجت ہوئی۔ یہ سب اِتنا پیچیدہ کیوں ہے؟ اول، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے بحیرۂ رُومؔ اور دریائے اُردنؔ[18] ([18] یردنؔ) کے اُس پار واقع سرزمین عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اُس زمین کے جنوب میں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے گھرانے سے فرمایا تھا۔ دوم، حضرت اِسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کو ارضِ موعودہ میراث میں دینے کے قضیہ کا حصہ کیسے ہیں؟ حضرت اِبراہیمؑ کی زوجہ بی بی سارہؑ نے اپنی مصری لونڈی حضرت ہاجرہؑ اور اُن

کے بیٹے حضرت اِسماعیلؑ سے بدگمان ہوکر، حضرت ابراہیمؑ سے اِصرار کیا کہ اُنہیں آپؑ کی خیمہ گاہ سے دُور بھیج دِیا جائے۔ آپ علیہم السّلام بیابان میں چلے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں علیہم السّلام کی کفالت کی۔ لیکن چونکہ حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کی لونڈی تھیں اِس لئے حضرت اسماعیلؑ شرعی طور پر حضرت اسحاقؑ [19] ([19] اِضحاق) کے جیسے بیٹے نہیں تھے۔ اگرچہ حضرت ابراہیمؑ اور اللہ تعالیٰ بھی حضرت اسماعیلؑ سے محبت کرتے تھے، تاہم اسحاقؑ ہی وعدہ کے فرزند اور حضرت ابراہیمؑ کے حقیقی وارث تھے۔ جو معجزانہ طور پر آپؑ کے اور بی بی سارہؑ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے سیکڑوں سال بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے بیٹے سلیمانؑ کو القدسؑ [20] ([20] یروشلیم) میں مقدس ہیکل تعمیر کرنے کا حکم دِیا۔ اِس ہیکل میں عہد کے صندوق کو رکھنے کے لئے ایک کمرہ مختص کیا گیا تھا جس میں احکامِ عشرہ موجود تھے۔ ہیکلِ القدس سیکڑوں سال قائم رہی اور بالآخر ۷۰ء میں رُومی افواج نے اِسے برباد کر دِیا۔ المسیح کی آمد سے قبل بیت المقدِس کو ہی اللہ کا گھر کہا جاتا تھا۔ تاہم، اِنجیلِ مقدس میں ہمیں ایک انقلابی بیان ملتا ہے کہ، ''جس خدا نے دُنیا اور اُس کی سب چیزوں کو پیدا کیا وہ آسمان اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔'' [21] ([21] اِنجیلِ مقدس، اعمال ۱۷:۲۴ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) اللہ تعالیٰ نے ہیکلِ القدس کو اُن زندہ اِنسانوں کے دِلوں سے بدل دِیا ہے جو اُسے بخوشی قبول کرتے ہیں۔

اِیمانِ ابراہیمؑ، اِسماعیلؑ، اَسحاقؑ، داؤدؑ و عیسیٰؑ (سورہ ۲:۱۳۵-۱۳۶)

قرآنِ مجید ایک مرتبہ پھر لوگوں کو قدیم انبیاء علیہم السّلام کے ایمان کی طرف بلاتا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ: ''یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تا کہ ہدایت پاؤ، کہہ دو بلکہ ہم تو ملت ابراہیمی پر رہیں گے جو موحد تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔''

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔''

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے یہودی یا مسیحی ہو جانے کا تقاضا کر رہے تھے۔ میرے خیال میں اِس کا مطلب یہی ہے کہ یہود کا مطالبہ تھا کہ مسلمان یہودی بن جائیں اور مسیحی چاہتے تھے کہ مسلمان مسیحی ہو جائیں۔ بہرحال، کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سخت ردِعمل دینے کی تلقین کی، ''نہیں!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں کہا کہ یہودی اور مسیحی بننے کے بجائے اُس وحی پر قائم رہیں جو کہ پچھلے زمانہ کے صالحین پر اُتاری گئی تھی۔

یہاں ایک سنگین مسئلہ سر اُٹھاتا ہے۔ ایک سچا یہودی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السّلام پر اُتاری گئی وحی پر ایمان رکھتا ہے۔ ایک مسیحی کے لئے توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل اُس کے عقیدہ کی بنیاد ہیں۔ اِس لئے یہ سمجھ پانا مشکل ہے کہ آیت ۱۳۵ اور ۱۳۶ میں تضاد کیسے نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی جیسے، آیت ۱۳۵ کہتی ہے کہ ''یہودی یا مسیحی نہ بنو'' اور پھر ۱۳۶ کہتی ہے کہ ''اُن باتوں پر ایمان لاؤ جن پر

یہودیوں کا ایمان ہے اور مسیحیوں کی طرح عیسیٰؑ المسیح پر بھی یقین رکھو۔

ہوسکتا ہے کوئی اعتراض کرے کہ، ''ذرا رُکیئے، حضرت ابراہیمؑ نے کبھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک نہیں کیا تھا۔ شاید حضرت محمدؐ ﷺ کے دَور کے یہودی اور مسیحی اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کرتے ہوں!'' تاہم کوئی بھی پرہیزگار یہودی اِس تصور سے خوفزدہ ہوکر اپنے ہاتھ اُٹھالے گا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مانتا ہے۔ کیونکہ، ہر یہودی پہ شیماع کی تلاوت واجب ہے، ''سُن اَے اِسرائیل! خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے۔''[۲۲] ([۲۲] توراۃ شریف، اِستثنا ۶:۴ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) اِسی طرح مسیحی بھی عیسیٰؑ مسیح کے حکم کے مطابق شیماع کا اعتراف کرتے ہیں، ''اَے اِسرائیل سُن۔ خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے۔''[۲۳] ([۲۳] اِنجیل مقدس، مرقس ۱۲:۲۹ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) اِس سے بڑی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ یہودی اور مسیحی ہر طرح کی بُت پرستی کو نامنظور اور مسترد کرتے ہیں۔ اللہ ایک ہی ہے۔

تحویلِ قبلہ (سورہ ۲:۱۴۲)

پیغمبرِ اسلام ﷺ کے دَور میں کسی وقت پر باقاعدہ نماز کا رُخ مکّہ سے تبدیل کرکے کسی دوسرے شہر کی طرف کر دِیا گیا تھا۔[۲۴] ([۲۴] شواہد ملتے ہیں کہ لوگوں نے شہرِ صحرہ بترا (the rock city Petra) کی طرف رُخ کرکے نماز ادا کی۔) سورہ ۲:۱۴۲، ''بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے، کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔'' اِس کے بعد آیت ۱۴۴ میں آتا ہے کہ، ''اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیئے۔'' ایسا کیا ہوا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ تک حضرت محمد ﷺ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے مکّہ کی طرف رُخ کرکے نماز نہیں پڑھی۔ اُنہوں نے کسی دوسرے مقدس مقام کی طرف رُخ پھیر لیا تھا۔ اکثریت کا ماننا ہے کہ مسلمانوں نے اپنا رُخ شہرِ القدّس کی جانب پھیر لیا تھا۔ جو کہ جزیرۂ عرب میں بسنے والے آلِ ابراہیمؑ کا معمول تھا۔ اِس بات کی کوئی تاویل نہیں کہ اُنہوں نے القدّس کی طرف رُخ کرکے نماز کیوں ادا کی۔ ماسوا اِس اِیما کہ شاید وہ آلِ ابراہیمؑ کو اِسلام لانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ شاید اِس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہودیوں کو اِس بات پر مائل کیا جائے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو پچھلے انبیاء علیہم السّلام کی کڑی میں سے ایک نبی تسلیم کرلیں۔ لیکن یہود نے اِسلام قبول کرنے کے بجائے اِس کی مخالفت کی۔ نموئے اِسلام کے کسی وقت میں حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو قبلہ کا رُخ موڑنے کے لئے نئ ہدایات دیں، لوگوں کو یہ عمل کچھ عجیب معلوم ہوا، گویا اللہ تعالیٰ کو فیصلہ لینے میں دِقت ہورہی تھی۔ جن لوگوں نے مکّہ کی سمت کی تبدیلی پر سوال کیا حضرت محمد ﷺ نے اُن لوگوں کو نادان قرار دیا۔

یہودی اور مسیحی ہر طرح کی بُت پرستی کو نامنظور اور مسترد کرتے ہیں۔ اللہ ایک ہی ہے۔

تحویلِ قبلہ مجھے مقدس مقامات کے متعلق اور واقعہ کی یاد دہانی کرواتا ہے۔ ایک دِن ایک لمبے سفر کے بعد عیسیٰؑ المسیح القدّس کے شِمال میں سامریہ کے مقام میں واقع ایک کنویں پر پانی پینے کے لئے رُکے۔ کنویں کے قریب آپ کی ملاقات ایک سامری عورت سے ہوئی جو کم از کم پانچ شادیاں کرچکی تھی! اُس کی مذموم زندگی نے اُسے نیکوکار معاشرہ سے خارج کر دِیا تھا، وہ ہر وقت شرمندگی محسوس کیا کرتی تھی، وہ دِن

کے اُس وقت کنویں پر آئی جب وہاں اُس کے سِوا کوئی اور نہ ہو۔ لیکن عیسیٰؑ مسیح نے ملامت کرنے کے بجائے اُسے ''زندگی کا پانی'' پیش کیا جو کہ اُس کے گناہوں کو دھو کر اُس کی زندگی کو تبدیل کر سکتا تھا۔ حالتِ تشکیک میں اُس نے نشاندہی کی کہ اُس کے لوگ سامریہ کے اِس مقدس پہاڑ پر نماز ادا کیا کرتے تھے جبکہ یہود کا قبلہ القدسؔ تھا۔ عیسیٰؑ کو پہاڑوں اور معبدوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

''یسوعؔ نے اُس سے کہا اَے عورت! میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے کہ تم نہ تو اِس پہاڑ پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یروشلیمؔ میں۔ تم جسے نہیں جانتے اُس کی پرستش کرتے ہو۔ ہم جسے جانتے ہیں اُس کی پرستش کرتے ہیں کیونکہ نجات یہودِیوں میں سے ہے۔ مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچے پرستار باپ کی پرستش رُوح اور سچائی سے کریں گے کیونکہ باپ اپنے لئے اَیسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔ خُدا رُوح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور سچائی سے پرستش کریں۔''[25] ([25] اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۴: ۲۱۔۲۳ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

اللہ تعالیٰ تمام رُوئے زمین کا مالک ہے۔ اگرچہ تاریخی مقامات کی تعظیم کرنا ایک اچھا عمل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو زیادہ دلچسپی اِس بات میں ہے کہ اِنسان کے دِل میں کیا چل رہا ہے۔

ماہِ رمضان (سورہ ۲: ۱۸۵)

سورہ ۲: ۱۸۵ میں ماہِ صیام کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ آیئے اِس کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔

''رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے، اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا، اور تا کہ تم گنتی پوری کر لو اور تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم شکر کرو۔''

ماہِ رمضان میرے پڑوسیوں کے لئے بڑی خوشی کا موقعہ ہوتا ہے۔ جس میں وہ سخت روزہ کے بعد اِفطار کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

''کیا مسیحی روزہ رکھتے ہیں؟'' یہ سوال پوچھنے کے بعد میرا پڑوسی منتظر نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

''آپ نے کبھی تاریخِ بشر کے عظیم ترین روزہ کے متعلق سُنا ہے؟'' مَیں نے دریافت کیا۔ ''یہ ایک عظیم بادشاہ کی کہانی ہے جس نے شیطان پر فتح پانے کے لئے سب کچھ چھوڑ دِیا۔''

''جی نہیں، مَیں اِس کہانی سے واقف نہیں ہوں،'' اُس نے جواب دِیا۔

اِس عظیم ترین روزہ کا ذِکر اِنجیلِ مقدس میں ہے۔ المسیح ۴۰ دِن اور راتوں تک ہر طرح کی خوراک سے کنارہ کئے رہے۔ اِنسانی جسم پانی کے

بغیر محض ۳ یا ۴ دِن تک ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا، ہم جانتے ہیں کہ آپ نے پانی تو پیا ہوگا۔ مگر وہ بھوک کتنی شدید تھی۔ ایسے وقت میں جب عیسیٰؑ انتہائی کمزوری کے عالم میں تھے، شیطان نے آپ کو آزمایا کہ پتھروں سے فرمائیں کہ وہ روٹی بن جائیں۔ عیسیٰؑ نے جواب دِیا کہ، ''اِنسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو اللہ کے منہ سے نکلتی ہے۔''[۲۶] (۲۶ اِنجیلِ مقدس، متی ۴:۴) پھر شیطان آپ کو ہیکل القدسؑ کے کنگرے پر لے گیا، ''اپنے آپ کو نیچے گرا دیجیے،'' اُس نے کہا، ''یقیناً فرشتے آپ کو اپنے ہاتھوں پہ اُٹھا لیں گے۔'' عیسیٰؑ نے یہ کہہ کر اِنکار کر دِیا کہ، اللہ کو آزمانا غلط ہے۔ پھر شیطان نے آپ کو آخری مرتبہ آزمایا، ''جھک کر مجھے سجدہ کر دیجیے۔'' شیطان نے تحریص آمیز لہجہ میں سرگوشی کی، ''مَیں دُنیا کی تمام سلطنتیں آپ کو دے دُوں گا۔'' عیسیٰؑ نے کلامُ اللہ کے ذریعے شیطان کی سخت سرزنش کی، ''یسوعؑ نے اُس سے کہا اے شیطان دُور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُسی کی عبادت کر۔''[۲۷] (۲۷ اِنجیلِ مقدس، متی ۴:۱۰ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) عیسیٰ نے اُس جنگ میں فتح حاصل کی اور شیطان اُسی وقت وہاں سے بھاگ گیا۔

آیا مسیحی روزہ رکھتے ہیں؟ جی ہاں، لیکن اِس کے لئے مقررہ وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہم اپنی دُعائیہ ضروریات کے مطابق روزہ رکھتے ہیں۔ روزہ ہماری تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مبذول کرواتا ہے، نہ ہے خوراک کی طرف۔ یہ ہمارے دِل و جان کی طہارت کرتا ہے تا کہ ہم پورے دِل سے خداوند کی جستجو کریں۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ عیسیٰؑ نے کئی مقابلوں شیطان کے خلاف فتح حاصل کی اور ہمیں اُس فتح میں شامل کیا ہے۔ روزہ رکھنا ایک اچھا عمل ہے، لیکن اپنے ۴۰ دِن کے عظیم ترین روزہ کے دوران جو کچھ عیسیٰؑ نے کیا وہ اِس سے بھی افضل ہے۔ یوں آپ نے ثابت کیا کہ آپ کس قدر کامل تھے۔

قتال فی سبیل اللہ (سورہ ۲:۱۹۰۔۱۹۳)

اگلی آیت میں ہم جہاد (الجھاد) کے لفظ پر غور کریں گے، لیکن عربی متن میں یہ فقرہ اِس طرح آیا ہے، ''وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ'' یا ''اللہ کی راہ میں لڑو۔'' سورہ ۲:۱۹۰۔۱۹۳ میں اِس لڑائی کی نوعیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور انہیں قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے، اور غلبہ شرک قتل سے زیادہ سخت ہے، اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ تم سے یہاں نہ لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تم بھی انہیں قتل کرو، کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی جائز نہیں۔

میرے مسلمان دوست نے میری تصحیح کرتے ہوئے کہا کہ، ''آپ سمجھ نہیں پا رہے۔''

''آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟'' مَیں نے پوچھا۔ مَیں اُلجھن میں تھا۔

آپ جہاد سے واقف نہیں ہیں۔ اِس کا مطلب ہے اپنے نفس سے لڑنا ہیں۔ ''اللہ کی راہ پہ چلنے کے لئے ہر مسلمان کو اپنے نفس کے خلاف

جہاد کرنا چاہیے۔''

ہم قرآنِ مجید کے بارے میں بات کر رہے تھے۔''مَیں آپ سے اِختلاف نہیں کر رہا بے شک جہادِ نفس کا وجود ہے۔لیکن ۲:۱۹۰ آیت میں اُس جہاد کا ذِکر نہیں ہو رہا۔ یہاں طبعی و عسکری جنگ کا ذِکر ہو رہا ہے نہ کہ نفس کے خلاف جنگ کا۔

اُس نے قرآنِ مجید کو بغور دیکھا۔

مَیں نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا، دیکھئے یہاں اپنے حریفوں کو پکڑ کر قتل کرنے اور اِسلامی اراضی سے نکال دینے کی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ چاہے اِس کا مطلب مکّہ کی مسجدِ حرام میں ہی لڑائی کرنا کیوں نہ ہو۔آیت ۱۹۳ کا مقصد ظلم کا خاتمہ اور اِسلام (اللہ پر ایمان) کا غلبہ ہے۔

''مَیں دیکھتا ہوں،'' یہ کہہ کر اُس نے خاموشی سے مجھے قرآن واپس لوٹا دیا۔اِن آیات کے متعلق بہت سے سوال کئے جاتے ہیں۔ یہ لڑائی کہاں تک پھیلتی چلی جائے گی۔عرب میں؟ مشرقِ وسطیٰ میں؟ یا پھر پوری دُنیا میں؟ اِن سطور میں واضح طور پر کچھ نہیں بتایا گیا۔کیا یہ جنگ آج بھی جاری ہے؟ کیا آج بھی مسلمانوں کو اسلامی عدل و ایمان کی ترویج کے لئے فوجی مہموں میں حصہ لینا چاہیے؟

آیت ۱۹۵ اِس بات کا احساس دِلاتی ہے کہ لوگوں کو نہ صرف طبعی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیے بلکہ اپنے نجی وسائل سے بھی اِس کی تائید بھی کرنی چاہیے۔''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

آیت ۲۱۶ میں سست مزاج اور قتال فی سبیل اللہ سے خائف افراد کی سرزنش کی گئی ہے۔''تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے مضر ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

وفاداری کے ساتھ لڑنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔۲:۲۱۸''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔'' یہ آیت اِس لئے اَہم ہے کیونکہ اِس میں وَجَاهَدُوا (اُنہوں نے جدوجہد کی) کا لفظ متعارف کروایا گیا ہے، جو کہ لفظ جہاد کی اَصل ہے۔پچھلی آیت کی طرح اِس عبارت کے سیاق وسباق سے یہ بات کافی واضح ہو جاتی ہے کہ، یہاں کسی نفسی یا شخصی جہاد کی طرف نہیں بلکہ طبعی لڑائی کی جانب اِشارہ کیا گیا ہے۔کیا اِس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ کر دِیا ہے؟ مطالعہءِ قرآن کے دوران ایسی بہت سی سورتیں ہیں جو ہمیں جہاد کے متعلق غور کرنے پر مجبور کریں گی۔

حج (سورہ ۲:۱۹۶۔۲۰۳)

قرآن مجید میں ۲:۱۹۶۔۲۰۳ میں مسلمانوں کو حج کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے قبل بھی مکّہ کے لوگ ایمانداری کے ساتھ کعبہ کی زِیارت کیا کرتے تھے۔مکّہ میں پیغمبرِ اِسلام ﷺ کی وِساطت سے طلوعِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے

حج تو جاری رکھا لیکن مشرکانہ رسوم کے خاتمہ کی غرض سے اِس میں ترمیم کر دی۔ شہابِ ثاقب خانہ کعبہ میں ہی رہا اور لوگ نماز و مراقبہ کے لئے آتے رہے۔

آیت ۱۹۶ میں اُن لوگوں کے لئے خاص ہدایات درج ہیں جو مکّہ سے دُور تھے۔ اگر وہ مکّہ کی زِیارت کرنے سے قاصر ہوں تو اِس کے فدیہ میں وہ صدقہ دے سکتے اور روزہ رکھ سکتے ہیں۔

توراۃ اور اِنجیل پر نظر کریں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ ہر سال عیدِ خیام پر القدّس کی زِیارت کیا کرتے تھے۔ تمام عبرانی مرد اپنے گھرانوں سمیت دہ یکی دینے، نذریں دینے اور مصرؔ کی غلامی سے نجات کا جشن منانے کے لئے القدّس کا سفر کیا کرتے تھے۔

عیسیٰؔ المسیح نے بھی بارہ برس کی عمر میں اپنے والدین کے ہمراہ القدّس کا سفر کیا جہاں آپ نے ہیکل کے بزرگوں سے توراۃ کے متعلق گفتگو بھی کی۔ وہ سب آپ کے جوابات سُن کر حیران ہوئے۔ ناصرتؔ کی جانب واپس لوٹتے وقت آپ کے والدین کو احساس ہوا کہ عیسیٰؔ اُن کے ساتھ قافلہ میں موجود نہیں ہیں۔ یوں آپ کے والدین آپ کو تلاش کرتے ہوئے القدّس کو واپس لوٹ آئے۔ جب آپ مِل گئے تو اُن کے پریشان ہو کر پوچھنے پر آپ نے جواب دِیا، ''کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے گھر ہونا ضرور ہے؟''[۲۸] ([۲۸] اِنجیلِ مقدس، لوقا ۲:۴۹ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

پاکیزگی (سورہ ۲:۲۲۲)

سورہ ۲:۲۲۲ ہماری توجہ پاکیزگی کی طرف مبذول کراوتی ہے، خصوصاً میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی طرف۔ اِسلام میں جسمانی پاکیزگی کو بڑی اَہمیت حاصل ہے۔ ''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' حضرت موسیٰؑ کے دور میں بھی، ہمیں شخصی اور سماجی پاکیزگی کے متعلق کئی احکام ملتے ہیں۔ مذہبی پیشواؤں نے ہاتھ دھونے کے اُصولوں، بیمار شخص سے برتاؤ اور مُردوں کی تدفین کے طریقوں کے متعلق تعلیمات دیں۔

صفائی ایک اچھا عمل ہے، لیکن عیسیٰؔ المسیح کے دَور میں، مذہبی پیشوا اپنے قانون توڑنے پر کسی پہ بھی فوراً دھاوا بول دیتے تھے۔ ''حرام!'' وہ چیخ اُٹھتے، جس کی بدولت عام لوگوں پر خوف طاری ہو جاتا تھا، اُنہوں نے محض توراۃ کے قوانین ہی لاگو نہیں کئے بلکہ اپنے خود ساختہ قوانین اور روایات بھی وضع کر رکھی تھیں۔ اگر کوئی شخص اِن مذہبی قوانین کی پاسداری سے چُوک جاتا تو علماء اُسے شرمساری اور خوف کے ناقابلِ برداشت بوجھ تلے دباتے جاتے تھے۔

عیسیٰؔ المسیح نے مذہبی رہنماؤں کی منافقت دیکھتے ہوئے فرمایا،

''اَے رِیاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پِھری ہُوئی قبروں کی مانند ہو جو اُوپر سے تو خوب صورت دِکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اِسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راست باز دِکھائی دیتے ہو مگر باطن میں رِیاکاری اور بے دِینی سے بھرے ہو۔''[۲۹] ([۲۹] اِنجیلِ مقدس، متی ۲۳:۲۷-۲۸ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

عیسیٰ نے اُن کے دِلوں پر نظر کی، مذہبی رہنما اپنے تمام تر قوانین کی آڑ میں خود کو پاکباز دکھاتے تو ہیں، لیکن اُن کے دِل اللہ سے بہت دُور ہیں۔ آسان کیا ہے؟ جسمانی پاکیزگی یا پھر دِل کو گناہوں کی نجاست سے پاک رکھنا؟

طلاق اور نکاح (سورہ ۲:۲۲۱۔۲۴۱)

سورہ ۲:۲۲۱۔۲۴۱ طلاق اور دوسری شادی کے متعلق مفصل قواعد فراہم کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، آیت ۲۳۰ میں آتا ہے کہ، "پھر اگر اُسے طلاق دے دی تو اِس کے بعد اُس کے لیے وہ حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اُسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع کر لیں اگر اُن کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ اِنہیں کھول کر بیان کرتا ہے اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔" قرآنِ مجید طلاق کو بڑھاوا نہیں دیتا، لیکن یہ طلاق کی اِجازت اور تحفظات فراہم کرتا ہے۔

آسان کیا ہے؟ جسمانی پاکیزگی یا پھر دِل کو گناہوں کی نجاست سے پاک رکھنا؟

آیت ۲۳۳ ایک مسلمان مرد کو "کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق" فراہم کرنے کی ہدایت دیتی ہے۔ یعنی اگر وہ عورت کو اُس کے بچے کی پیدایش کے بعد طلاق دیتا ہے، تو وہ اُسے بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا ہے۔

ملاکی نبی طلاق کے متعلق انتہائی سخت الفاظ اِستعمال کرتے ہیں۔

کیونکہ خداوند اِسرائیل کا خدا فرماتا ہے مَیں طلاق سے بیزار ہوں اور اُس سے بھی جو اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے ربُّ الافواج فرماتا ہے اِس لئے تم اپنے نفس سے خبردار رہو تا کہ بیوفائی نہ کرو۔[30] ([30] صحائفِ انبیاء، ملاکی ۲:۱۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

مذہبی رہنماؤں نے بھی عیسیٰ کو آزمانے غرض سے پوچھا کہ کیا اللہ طلاق کی اجازت دیتا ہے؟ عیسیٰ نے جواب دِیا،

کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے اُنہیں بنایا اُس نے اِبتدا ہی سے اُنہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اِس سبب سے مَرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے؟ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اِس لئے جسے خُدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جُدا نہ کرے۔[31] ([31] اِنجیلِ مقدس، متی ۱۹:۴۔۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

دِین میں جبر نہیں (سورہ ۲:۲۵۶)

"اِسلام ایک پُرامن دِین ہے۔" میرے دوست نے خوب مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے پاس اُسے منافق سمجھنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ خود ایک ایماندار اور امن پسند شخص تھا۔ اُس نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا، "قرآن مجید فرماتا ہے کہ، "دِین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔""

’’وضاحت کے لئے مَیں آپ کا شکرگزار ہوں،مَیں نے جواب دِیا۔۲:۲۵۶ آیت اُن تین اولین اِقتباسات میں سے ایک ہے جو مسلمانوں مجھے سنُاتے ہیں،مَیں نے اِسے سیکڑوں بار سُنا ہے۔بے شک اللہ پر ایمان لانا دِل کا معاملہ ہے۔اِس کہانی کی وضاحت ایک سادہ سی کہانی کے ذریعے کی جاسکتی ہے،ایک مرتبہ ایک ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا کہ وہ کرسی پہ بیٹھ کر رات کے کھانے کا اِنتظار کرے۔چھوٹا لڑکا جوکہ کافی شرارتی تھا اُس کی بات نہیں سُن رہا تھا۔ماں نے دوبارہ اُسے بیٹھنے کو کہا۔اُس نے پھر اِنکار کر دِیا۔بالآخر اُس نے اُسے کہا کہ اگر وہ اُس کی بات نہیں مانے گا تو وہ اُسے کی پیٹے گی۔آخرکار وہ بچہ بیٹھ گیا لیکن اُس نے اپنی ماں سے کہا کہ’’ بظاہر تو مَیں بیٹھ گیا ہوں مگر اندر سے اب بھی کھڑا ہی ہوں۔‘‘

بالکل اِس کہانی کی طرح،خالص روحانی عقیدہ کسی پر مسلط نہیں کیا جاسکتا۔کیا کوئی شخص سو ڈالر (۱۰۰$) کے عوض اپنا دین تبدیل کرسکتا ہے؟ کیا محصول ادا کرنے یا قید کئے جانے کے خوف سے کوئی اپنا مذہب تبدیل کرسکتا ہے؟ جو ایمان خریدا اور بیچا جاسکتا ہے وہ جعلی ہے۔ایک سچا ایماندار قیمت کی پرواہ کئے بِنا جھوٹ کا اِنکار کرتا ہے۔اُسے سچائی سے قائل کیا جاسکتا ہے۔جب ایک مسیحی مسلمان ہوتا ہے تو کیا وہ یہ تعین نہیں کرتا کہ مسیحیت باطل ہے اور اِسلام سچا ہے؟ اِسی طرح،ایک ہندو جب ملحد ہوتا ہے تو وہ یہ طے کرلیتا ہے کہ الحاد ہی سچ ہے نہ کہ ہندو مذہب۔کسی کا عقیدہ تبدیل کروانے کے لئے اُسے نظریات سے قائل کیا جاسکتا ہے،نہ کہ خوف یا پیسہ کے ذریعے سے۔

’’سچائی‘‘ کا مطلب کیا ہے؟ ایک سچا احساس جو حقیقت سے مطابقت رکھتا ہو۔ہم سچائی کو کیسے دریافت کرسکتے ہیں؟ آیت ۲۵۶ کہتی ہے کہ ہدایت کو گمراہی سے ممتاز ہونا چاہیے۔کبھی کبھار تو ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی کبھار نہیں بھی ہوتا۔

اِسے سمجھنے کے لئے ایک اور کہانی سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ہوائی جہاز کے پائلٹ کا زیادہ تر اِنحصار اپنے کاک پِٹ (Cockpits) میں نصب شدہ آلات پر ہوتا ہے۔اِن میں سے ایک آلہ کو نشانگرِ وضعیت [۳۲] (Attitude indicator[۳۲]) کہا جاتا ہے۔جوکہ پائلٹ کو زمینی اُفق کے مقابلے میں ہوائی جہاز کی صورتِ حال دِکھاتا ہے۔اگر ہوائی جہاز اُلٹ بھی جائے،تو اُسے یہی محسوس ہوگا کہ وہ اب بھی معمول کے مطابق ہی پرواز کر رہا ہے۔اُس کے اپنے جسمانی حواس اُس سے جھوٹ بولتے ہیں۔لیکن نشانگرِ وضعیت جھوٹ نہیں بولتا اور اُسے یہ دِکھاتا ہے کہ ہوائی جہاز واقعی اُلٹا ہو چکا ہے۔اُسے چاہیے کہ وہ اُس آلے پر اعتماد کرے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اُس کی موت بھی ہوسکتی ہے۔

کئی سال پہلے ایک پائلٹ کو کسی پہاڑی سلسلہ کے قریب پرواز کرتے ہوئے اپنی صورتِ حال کا تعین کرنے میں پریشانی ہوئی،آلات اُسے یہ بتا رہے تھے کہ اُس کا طیارہ پہاڑوں کی طرف جا رہا ہے،لیکن اُس کے جسم نے اُسے یہ سوچنے پہ مجبور کیا کہ وہ آسمان میں اُڑ رہا ہے، افسوسناک طور پر اُس نے نشانگرِ وضعیت کے بجائے اپنے حواس پر بھروسہ کیا۔

سچائی کی تلاش کا مطلب ہے مطالعہ کرنا،سوال کرنا،پُرسش کرنا اور مشاہدہ کرنا۔

اُس کا طیارہ پہاڑوں سے ٹکرا کر تباہ ہوگیا اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا۔

بعض اوقات ہم سب شاید یہی سوچتے ہیں کہ سچ بولنا فروگذاشت سے آسان ہے۔ہم اپنے قریبی دوستوں سے آشنا ہیں اور کسی بھی

بہروپئے کوفوراً پہچان جائیں گے۔لیکن بعض مرتبہ جھوٹ اور سچ کے بیچ فرق کر پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ہم سبھی اِس بات سے اِتفاق کر سکتے ہیں کہ دِین میں کوئی جبر نہیں ہے۔تاہم ہم سچائی کو کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟عیسیٰؑ نے ترغیب فرمائی کہ،''مانگو تو تم کو دِیا جائے گا، ڈھونڈو تو پاؤ گے۔دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔''[۳۳] ([۳۳] اِنجیلِ مقدس،متی ۷:۷(پاکستان بائبل سوسائٹی،انارکلی،لاہور))

آپ کو وہ پائلٹ یاد ہے جو پہاڑوں سے جاٹکرایا تھا؟وہ کنٹرول ٹاور سے آگاہی لے کر سچائی جان سکتا تھا۔وہ اپنے آلات کی مدد سے بھی سچ جان سکتا تھا۔لیکن وہ گھبرا کر اپنے حواس کھو بیٹھا۔اُس نے آلات کے بجائے اپنے جذبات پر اعتماد کیا۔سچائی کی تلاش کا مطلب ہے مطالعہ کرنا، سوال کرنا، پُرسش کرنا اور مشاہدہ کرنا۔یہی سبب ہے کہ مَیں قدم پر قدم قرآنِ مجید سے مستفید ہوتا ہوں۔کیونکہ مَیں سچائی سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔

القیامتہ (سورہ۲:۲۵۹)

قرآنِ مجید گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

''یا تو نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک شہر پر گزرا اور وہ (شہر) اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، کہا اُسے اللہ مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ نے اُسے سو برس تک مار ڈالا پھر اسے اٹھایا۔''

قیامت ایک ایسا ہے موضوع ہے جس کا ذِکر قرآنِ مجید میں متعدد بار ہوا ہے۔یہی توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کا کلیدی موضوع بھی ہے۔فطرتاً مُردوں کی جسمانی قیامت، ایک ناممکن عمل ہے۔موت جب ایک بار کسی شخص پر حاوی ہو جاتی ہے تو اُس کا خاتمہ کر کے ہی لوٹتی ہے۔لیکن اُمید کی ایک کرن اب بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زِندہ کرنے پر قادر ہے۔وہ ناممکن کو ممکن کر سکتا ہے۔جو اِنسان کے لئے ناممکن ہے وہ اللہ کے لئے ممکن ہے۔

نیک اعمال اور گناہ (سورہ۲:۲۷۱)

کمزوری اور گناہ اِنسان کی جبلت میں کُلی طور پر شامل ہیں۔ایسا کون ہے جسے احساسِ جرم اور ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا؟ سورہ۲:۲۷۱ میں بیان ہوا ہے کہ،''اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو بھی اچھی بات ہے، اور اگر اسے چھپا کر دو اور فقیروں کو پہنچا دو تو تمہارے حق میں وہ بہتر ہے، اور اللہ تمہارے کچھ گناہ دور کر دے گا، اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر رکھنے والا ہے۔''یہ آیت میری توجہ دو باتوں کی مبذول کرواتی ہے۔اول، یہ آیت دوسروں کو دِکھانے کے لئے نیک اعمالِ کرنے سے خبردار کرتی ہے۔عیسیٰؑ نے بھی کچھ ایسا ہی اِرشاد فرمایا ہے،

> خبردار اپنے راست بازی کے کام آدمیوں کے سامنے دِکھانے کے لئے نہ کرو۔نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں ہے۔پس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسا رِیا کار عبادت خانوں اور کُوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں۔مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چُکے۔بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ

جانے۔ تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اِس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔[۳۴]

([۳۴] اِنجیلِ مقدس، متی ۶: ۱۔۴ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

دوم، قرآنِ مجید وعدہ کرتا ہے کہ نیک اعمال گناہ کے کچھ داغوں کو مِٹا سکتے ہیں۔ بطور مسیحی یہ بات میرے لئے اِنتہائی دلچسپی کی حامل ہے۔ پیامِ اِنجیل یعنی خوشخبری، کے متعلق میرا ماننا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کے داغ مٹانے کا ایک طریقہ پیش کیا ہے۔ جبکہ سورہ ۲: ۲۷۱ کا کہنا ہے کہ، خیرات ''کچھ'' گناہوں کو دُور کرسکتی ہے۔ اِس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنے باقی ماندہ گناہوں کو کیسے دُور کریں گے؟ اگر کوئی شخص اپنے پڑوسی کا کھیت ہتھیانے کے بعد کسی یتیم کو ایک گائے خیرات کردے تو کیا یہ اُس کے گناہ کا مکمل کفارہ ہوا؟ ہمارے تمام گناہوں کے داغ مٹانے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

قرضوں پہ سُود کھانا (سورہ ۲: ۲۷۵)

قرآن کئی حوالوں میں پیسوں کے متعلق بیان کرتا ہے۔ رقم کے بارے میں ہدایات بھی اسلامی شریعت کا حصہ ہیں۔ ''اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سُود کو حرام کیا ہے۔'' بعض مسلمان مصنفین تسلیم کرتے ہیں کہ دَورِ حاضر میں سُود (منافع خوری) بین الاقوامی بینکاری کی بنیاد بن چُکا ہے۔ کریڈٹ کارڈ، گھر بنانے کے قرضوں، گاڑی خریدنے کے قرضوں، تعلیمی قرضوں اور دیگر قرضوں کے ذریعے رقوم سُود پر دی جاتی ہیں۔ لوگوں کو اُدھار رقم سے کہیں زیادہ رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو وسیع پیمانے پر دُنیا بھر میں رائج بھی ہے اور اِستعمال بھی ہو رہا ہے۔

زیادہ تر مسلمان، بینکاری کے سُودی نظام کو مسترد کرتے ہیں۔ کچھ مسلمان ممالک میں متبادِل نظام تیار کئے جاچُکے ہیں جن کی بنا پر مکانات، گاڑیوں، کاروبار اور دیگر ضروریات کے لئے قرض لیا جاسکتا ہے، لیکن اِسے لوٹانے پر کسی قسم کا سُود ادا نہیں کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور، بینک کسی ایسے کاروبار میں حصہ دار بن سکتا ہے جس کا آغاز میں اُس نے مدد کی ہے، تا کہ وہ منافع کا کچھ حصہ اپنے پاس رکھ سکے۔

توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل میں سُود کے بارے میں کچھ زیادہ بیان نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ لالچ کو گناہ کہتا ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے۔

روحانی اجر (سورہ ۲: ۲۸۱)

کیا اللہ روحانی اجر دیتا ہے؟ سورہ ۲: ۲۸۱ میں لکھا ہے کہ، ''اور اُس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اُس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔'' روحانی اجر کا سوال ہمیشہ سے اِنسانی فطرت کی گہرائیوں میں اُترتا رہا ہے؟ اِنسان بنیادی طور پر اچھا ہے یا بُرا ہے یا کچھ بھی نہیں ہے؟ اچھا اِنسان بُرے کام کیوں کرتا ہے؟ کیا کبھی کوئی اِنسان اِتنا وافر روحانی اجر پا

سکتا ہے کہ وہ اپنی بُرائیوں کا ازالہ کر سکے؟ اِنسان اچھائی اور بُرائی کا ایک پیچیدہ اور متناقض مرکب ہے۔

تیسرا باب

آل عمران سورہ ۳

کتابیں اور معانی (سورہ ۳:۷)

ہم قرآنِ مجید کی طویل ترین سورت سورہ ۲ تک کا اپنا سفر ختم کر چکے ہیں۔ سورہ ۳ بھی تقریباً اُتنی کی طویل ہے۔ مَیں ایک مسیحی ہوں اور کئی سالوں سے توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مَیں نے اِن کا مطالعہ کئی زبانوں میں کیا ہے جن میں اصل عبرانی، یونانی اور اَرامی شامل ہیں۔ کالج میں اپنے پہلے مسلمان دوست سے بات چیت کرنے کے بعد مَیں ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کر چُکا ہوں۔

مَیں کئی سال سے قرآن کا مطالعہ بھی کر رہا ہوں، لیکن اس مرتبہ میں نے اِس پر آیت بہ آیت تبصرہ رقم کرنے کی سعی کی۔ عرب لوگوں کے برعکس، مجھے بچپن میں عربی زبان پڑھنا اور بولنا سیکھنے کا فائدہ نہیں ہوا۔ پھر بھی میں قرآن کے مطلوبہ مفہوم کے جتنا قریب تک پہنچ سکتا ہوں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سورہ ۳:۷ قرآنِ مجید میں دو طرح کی آیات کو بیان کرتی ہے۔ ''وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُس میں بعض آیتیں محکم ہیں (جن کے معنیٰ واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں (جن کے معنیٰ معلوم یا معین نہیں)، سو جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں، اور حالانکہ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہمارا ان چیزوں پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہیں، اور نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں۔'' روحانی عقل کہاں سے آتی ہے؟ کیا یہ اللہ کی طرف سے نہیں آتی؟

جہنم اور عذاب (سورہ ۳:۱۰)

قرآن واضح الفاظ میں اُن لوگوں کے خلاف عذاب کا بیان کرتا ہے جو عقیدۂ اِسلام سے اِنکار کرتے ہیں۔ آیت ۱۰ بیان کرتی ہے کہ ''بے شک جو لوگ کافر ہیں اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ کے مقابلے میں ہرگز کام نہیں آئیں گے، اور وہ لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔''

قرآن میں النَّار یا آتشِ جہنم کا ذِکر ۱۴۵ مرتبہ ہوا ہے۔

قرآن کے دوسرے مقامات پر دوزخ کے لئے جَهَنَّمَ، سَقَرَ، سَّعِير، لَظَىٰ اور هَاوِيَةٌ کی اصطلاحات اِستعمال کی گئی ہیں۔

اِنجیلِ مقدس میں جیھَنَّہَ (جہنم) اُفق پر اُن تمام لوگوں کے لئے عذاب کی جگہ ہے جو اللہ کے خلاف بغاوت کی حالت میں مرجاتے ہیں۔

عبرانی زبان میں جیھَنَّہَ القدسؔ کے بالکل باہر واقع ایک گہری وادی یا گھاٹی کو کہا جاتا تھا جہاں کچرے کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اُس وادی کی آگ ہمیشہ جلتی رہتی تھی۔ یہ اِنتہائی خسارہ اور ویرانی کی جگہ تھی۔

روحانی یا مادی دولت (سورہ ۱۴:۳)

قرآن ہر شخص کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ افضل کیا ہے، روحانی یا مادی دولت؟

لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔

یہ ایک قلبی سوال ہے۔ کیا دِل واقعی دُنیا کی لذتوں میں مسرت تلاش کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی جستجو میں؟

پُرانے وقتوں کی بات ہے ایک امیر شخص کے پاس ایک زرخیز جاگیر تھی۔ باقی تمام لوگوں کی بہ نسبت اُس فصل کہیں زیادہ وافر ہوا کرتی تھی، جس کی بدولت وہ ہر سال امیر سے امیر ہوتا گیا۔ ایک حسین شام، اُس نے اپنی چھت پر کھڑے ہو کر زیتون کے درختوں، پھلوں کے باغات اور گندم کی لہلاتی فصلوں پر نظر کر کے خود سے کہا، "کیا بات ہے، میرے پاس اِتنی گنجائش نہیں ہے کہ اِتنی وافر فصل کو ذخیرہ کر سکوں۔ مَیں ایسا کروں گا کہ اپنے گوداموں ڈھا کر اُن سے بڑے بناؤں گا۔ اَب میرا حق ہے کہ اب بیٹھ کر کئی سالوں تک اپنی دولت لطف اندوز ہوں۔ مَیں خوب دعوتیں اُڑاؤں گا، کھاؤں گا، پیؤں گا، اور چین کی زندگی گزاروں گا۔ مگر افسوس سورج کے غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے اُس سے کہا اَے نادان! اِسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے گی۔ جو کچھ تو نے ذخیرہ کیا ہے وہ کس کا ہوگا؟ اَیسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک دولت مند نہیں۔[1] ([1] اِنجیلِ مقدس، لوقا ۱۲:۱۷۔۲۱)

حضرت داؤدؑ رقمطراز ہیں، "خداوند کا خوف پاک ہے۔ وہ ابد تک قائم رہتا ہے۔ خداوند کے احکام برحق اور بالکل راست ہیں۔ وہ سونے سے بلکہ بہت کُندن سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ شہد سے بلکہ چھتے کے ٹپکوں سے بھی شیرین ہیں۔"[2] ([2] زبور ۱۹:۹۔۱۰)

کیا سونا بُرا ہے؟ جی نہیں، لیکن اللہ کے احکام اُس سے افضل ہیں۔ کیا دولت غلط ہے؟ نہیں، لیکن عبادت افضل ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اِنسان کو مادی چیزوں سے اِتنا دولتمند بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے مال کو ضرورتمندوں کے ساتھ بانٹ سکیں۔ لیکن جو کوئی دولت سے دِل لگاتا ہے وہ سدا مایوس ہی رہے گا۔

دِین اور دوستی (سورہ ۲۸:۳)

اہلِ کتاب کا موضوع قرآن کے معروف ترین موضوعات میں سے ایک ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے کئی مرتبہ یہودیوں اور مسیحیوں کے اِسلام قبول کرنے کی خواہش کا اِظہار کیا ہے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کو بھی حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کی پیغمبری کے زمرے میں قبول کریں۔ قرآن مجید قدیم انبیاء علیہم السّلام کی کتب کی تصدیق کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کو اعلیٰ مقام پر رکھتا ہے۔ مجھے قرآن مجید میں ایسا کوئی اِشارہ نہیں ملتا کہ پہلی کتب محرف ہو چُکی ہیں۔ غالبًا اُن کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا تھا۔ لیکن کیا وہ محرف ہیں؟ جی نہیں۔ عرب اُن یہودیوں اور مسیحیوں سے واقف تھے جو اپنے عقیدہ پر قائم رہتے تھے۔ کیا یہ

دُرست تھا یا نہیں؟ کیا سچے دِل سے ایمان لانے اور اللہ کی اطاعت کرنے والے یہودی یا مسیحی کو اجر مل سکتا ہے؟ کیا یہودی اور مسیحی مسلمانوں پر اچھا یا بُرا اثر ڈالتے ہیں؟ ایک مسلمان کا کسی غیر مسلم سے کیسا کا رشتہ ہونا چاہیے؟

سورہ ۳: ۲۸ میں آتا ہے کہ ''مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو کوئی یہ کام کرے اسے اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر اس صورت میں کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو، اور اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' آگے چل کر سورہ ۵ میں بھی ہمیں ایک ایسی ہی آیت نظر آتی ہے جو خاص طور پر مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ یہودیوں اور مسیحیوں کے ساتھ قریبی تعلقات سے گریز کریں۔

دوستی کے الگ الگ درجات ہوتے ہیں: وقتی، دفتری، تفریحی، قریبی اور بے تکلف۔ سورہ ۳: ۲۸ دوستوں کی اقسام میں فرق نہیں کرتی۔ کچھ مسلمان اِس کے معنی یہ اخذ کرتے ہیں کہ دوسرے مسلمان ہی آپ کے سچے اور مخلص دوست ہو سکتے ہیں۔ اِس سے کچھ مطلب نکلتا ہے۔ ایک پرانی کہاوت ہے، ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز'' [۳] ([۳] ہر شے اپنی جنس کی طرف رجوع کرتی ہے۔) لوگ اُن ہی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن سے وہ زیادہ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

عیسیٰؑ المسیح کے دَور میں آلِ ابراہیمؑ سامریوں سے دوستی نہیں کیا کرتے تھے وہ اُنہیں ایک علیحدہ قوم اور مذہب سے تعلق رکھنے والے کافر گردانتے تھے۔ وہ اُنہیں اِس طور پر دیکھا کرتے تھے۔ قوموں کے مابین دوستی کے لئے اللہ کے پاس ایک الگ منصوبہ تھا۔

کافی وقت پہلے ایک عبرانی تاجر نے اپنی تمام مصنوعات اکٹھی کیں اور یروشلیم سے یریحو کی جانب ایک طویل اور پُر خطر سفر کا آغاز کیا۔ دوپہر کے قریب وہ چلتا چلتا ایک گہری کھائی سے گزرا۔ اچانک کچھ تشدد پسند چوروں نے اُس پر حملہ کر دیا۔ وہ اُن عادی مجرموں کے سامنے بالکل بے دِفاع تھا آخر اُن کی کاری ضربوں کی بدولت زمین پر گر گیا۔ اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور اُسے زخمی حالت میں ادھ مُوا چھوڑ کر چلے گئے۔ اِتفاق سے ایک یہودی کاہن کا اُس گھاٹی سے گزر ہوا لیکن گھاٹی کی کھڑی دیواریں، سیاہ سایوں اور خون میں لتھڑے ہوئے اُس شخص کو جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں دیکھ کر دوسری طرف سے گزر گیا۔

اِسی طرح یہودیوں کے ایک اور مذہبی رہنما کا اُس پتھریلی گھاٹی سے گزر نا ہوا اُن نے اپنے ہم وطن کی طرف دیکھا اور کترا کر دوسری طرف سے بھاگ گیا۔

شاید اُس ادھ مُوئے شخص نے اُن لوگوں کے قدموں کی چاپ سُنی ہو جو اُس سے دُور جاتے جا رہے تھے۔ شاید اُس نے اپنی موت کو قبول کر لیا ہو۔ لیکن تب ہی ایک سامری لمبا سفر طے کرتا ہوا وہاں سے گزرا راستے کے اُس موڑ پر اُس کی نظر اُس پژمردہ جسم پر پڑی۔ وہ فوراً اُس کی پاس گیا اور اُس تاجر کے زخموں کا جائزہ لیا۔ اور اِنتہائی رحم اور ہمدردی کے ساتھ اُس کے زخموں پر تیل اور شراب اُنڈیل کر اُنہیں باندھا اور اُسے اپنے جانور پر لاد دِیا۔ اِس کے بعد اُس نے ایک اور حیرت انگیز کام کیا وہ اُس زخمی شخص کو تندرست ہونے کے لئے ایک سرائے میں لے گیا۔ دوسرے دِن جب وہ روانہ ہونے لگا اور تو اپنا پیسہ مالک کو دِیا اور اُس سے کہا کہ ''اِس شخص کا خیال رکھنا اور جو کچھ بھی خرچہ ہو گا میں واپس آ کر تمہیں لوٹا دُوں گا۔'' [۴] ([۴] انجیلِ مقدس، لوقا ۱۰: ۳۰-۳۶)

اِس پر غور کیجیے۔ عیسیٰؑ نے یہ کہانی آلِ ابراہیمؑ کو سنائی جو اپنے آپ کو کافر سامریوں کی بہ نسبت راستباز اور برتر سمجھتے تھے۔ لیکن اِس کہانی کا مرکزی کردار وہی شخص ہے جسے وہ حقیر سمجھتے تھے۔

عیسیٰؑ نے بھیڑ کی جانب متوجہ ہو کر پوچھا کہ ''تمہارے خیال میں اُن تینوں میں سے کون اُس شخص کا پڑوسی کون ہے جو ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا؟'' ایک مذہبی رہنما نے جواب دِیا، ''وہ جس نے اُس پر رحم کیا۔''

عیسیٰؑ نے جواب دِیا ''جاؤ، تم بھی ایسا ہی کرو۔'' کیا دوستی کو مذہب، نسل اور قومیت سے بالا نہیں ہونا چاہیے؟

اندر کی بُرائی (سورہ ۳:۳۰)

قرآنِ مجید ایک مرتبہ پھر گہرے اور عالمگیر اِنسانی اِبہام کو چھوتا ہے۔ اندر کی بُرائی۔ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کی طرح قرآن بھی یہ تعلیم دیتا ہے یومِ قیامت قریب ہے۔ ''جس دن ہر شخص موجود پائے گا اپنے سامنے اس نیکی کو جو اس نے کی تھی، اور جو کچھ کہ اس نے برائی کی تھی، اس دن چاہے گا کہ کاش درمیان اس کے اور درمیان اس کی برائی کے مسافت دور کی ہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔''

اِس آیت کا کلیدی لفظ ہے ہر۔ کوئی جان بھی مکمل طور پر بے گناہ نہیں ہے۔ گو تمام رُوحوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر بنایا ہے جو کہ صدقہ، نماز اللہ تعالیٰ، فرشتوں، انبیاء علیہم السّلام اور یومِ آخرت پر ایمان لانے کی اہلیت رکھتی ہیں، مگر تمام ارواح اپنے اندر کی بُرائی کی وجہ سے بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

روح کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بُرائی کو ترک کرنے کی جستجو کرتی ہے۔ مگر کیسے؟ کتبِ مقدسہ کا سب سے بڑا سوال یہی ہے۔ ایسا کیا ہے جو ہر طرح سے بُرائی کو دُور کرنے کے لئے کافی ہے؟

قرآنِ مجید اِس سوال کا جواب اگلی آیت میں تجویز کرتا ہے۔ ''کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

مَیں خود سے ہی دو سوال کروں گا۔ کیا مَیں اللہ تعالیٰ سے اِتنی محبت کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف کر دے گا؟ دوم، اگر میرے گناہ کی سزا موت ہی ہے تو اللہ تعالیٰ میری جگہ کس کو سزا دے گا؟ اگر وہ میرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے تو کیا وہ کسی طور پر میرا روحانی اور اَخلاقی قرض بھی اُتار دے گا؟

اِس سوال کی توضیح ایک سادہ سی کہانی کے ذریعہ سے کی جا سکتی ہے۔

ایک دِن کسی عظیم بادشاہ نے اپنی فوج کو جنگ کے لئے بھیجا۔ اُسی شام اُس کے محافظوں کو علم ہوا کہ ایک مقامی سپاہی چپکے سے لڑائی سے بھاگ نکلا تھا۔ وہ شہزادے کی ڈھال برداری سے دست بردار ہو کر فرار ہوا۔ پکڑے جانے پر اُس دیہاتی نے رحمدل بادشاہ کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ترس کھا کر اُس رقت انگیز شخص کو بخش دِیا۔ حالانکہ، اُس دِن کی شروعات

میں میدانِ جنگ میں، بادشاہ کا اپنا بیٹا ایک تیر لگنے کی وجہ سے مارا گیا تھا۔ اگر وہ دیہاتی شہزادے کا ڈھال بردار بن کر اُس کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتا تو وہ اُسے بچا سکتا تھا۔ اگرچہ بادشاہ نے اُس شخص کو معاف کر دِیا لیکن ایک لحاظ سے اُس نے خود ہی سزا بھگتی تھی۔ اُس نے اپنا بیٹا کھو دِیا تھا۔ بِنا قیمت کے کسی کو معافی نہیں ملتی۔

عیسیٰؑ فی القرآن (سورہ ۳:۳۳۔۵۹)

بہت سے مصنفین نے قرآن میں عیسیٰؑ کے ذِکر کے متعلق کتب رقم کی ہیں۔ میرے مسلمان دوست ہر بار یہی کہتے ہیں کہ، ہم عیسیٰؑ سے محبت کرتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم اچھے مسلمان کہلا ہی نہیں سکتے۔ ایسی بہت سی سورتیں ہیں جو آپ کی اَصل، آپ کی پیدائش، آپ کی زندگی یہاں تک کہ آپ کی موت کا بھی ذِکر کرتی ہیں۔ آیات ۳۳۔۵۹ ہمیں ایک بے مثل شخصیت سے متعارِف کرواتی ہیں۔ وہ واحد ایک ایسی شخصیت ہیں جن کا کوئی اِنسانی باپ نہیں ہے۔

یہودی، مسیحی اور مسلمان پچھلے ۱۴۰۰ سال سے عیسیٰؑ المسیح کی شناخت کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ کئی راسخ یہودیوں نے آپ کے مسیح ہونے سے اِنکار کیا۔ یہاں تک کہ آپ پر بدروحوں کی مدد سے معجزات کرنے کا اِلزام لگاتے ہوئے آپ کو ایک جھوٹا نبی قرار دِیا۔ اُنہوں نے آپ کو جھوٹا اور گستاخ قرار دِیا۔ مذہبی رہنماؤں نے لوگوں کو عیسیٰؑ کے خلاف ورغلایا اور رُومی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو مصلوب کریں۔ اُنہوں نے رُومیوں سے عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کا قانون منظور کروایا کیونکہ رُومی قانون میں آلِ ابراہیمؑ کو کسی کو قتل کرنے کی اِجازت نہیں تھی۔

اگر میرے گناہ کی سزا موت ہی ہے تو اللہ تعالیٰ میری جگہ کس کو سزا دے گا؟ اگر وہ میرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے تو کیا وہ کسی طور پر میرا روحانی اور اَخلاقی قرض بھی اُتار دے گا؟

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اِسرائیل سیکڑوں سالوں سے طاقتور رُومی سلطنت کے زیرِ تسلط تھا۔ تمام آلِ ابراہیمؑ نے عیسیٰؑ المسیح کو رد نہیں کیا۔ آپ کے مقرب ترین حواری آلِ ابراہیمؑ سے تعلق رکھنے والے عام مرد اور خواتین تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور بھائی بہن بھی یہودی تھے۔ انجیلِ مقدس میں بیان ہوا ہے کہ انجام کار القدسؔ کے ہزاروں عبرانی آپ کے پیروکار بن گئے تھے۔

اگر ہم اِن پانچ حصوں پر غور کریں تو سورہ ۳ کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔ مقدسہ مریمؑ کا اِنتخاب
۲۔ کنواری سے پیدائش کا معجزہ
۳۔ بڑے ہونے کے بعد عیسیٰؑ المسیح کی خدمت
۴۔ عیسیٰؑ المسیح کے خلاف سازش
۵۔ حضرت آدمؑ اور عیسیٰؑ المسیح

مقدسہ مریمؑ کا اِنتخاب اللہ کی دُعا کا جواب دینے، رہنمائی کرنے، مہیا کرنے اور حفاظت کرنے کی ایک خوبصورت کہانی ہے۔ مریمؑ کتنی خاص ہیں؟ سورہ ۳:۴۲ میں بیان ہوا ہے کہ، "اے مریمؑ! بے شک اللہ نے تجھے پسند کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے سب جہان کی عورتوں پر پسند کیا ہے۔" کتنا بڑا اعزاز ہے! آپ کو حضرت حوّاؑ سے بالاتر کیا گیا جو کہ اولین تخلیق کردہ عورت تھیں۔ آپ کو حضرت ابراہیمؑ کی والدہ اماتلہؑ پر فوقیت دی گئی۔ آپ کو حضرت سارہؑ پر سبقت دی گئی، جو کہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ اور حضرت اسحاقؑ کی والدہ تھیں جو آپؑ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہؑ پر ترجیح دی گئی۔ آپ کو حضرت داؤدؑ کی والدہ سمیت تمام اقوامِ عالم کی عورتوں سے ممتاز ٹھہرایا گیا۔ مقدسہ مریمؑ کی اِس قدر تکریم کیوں کی گئی؟ کیا آپ تاریخ بشر کی صالحہ ترین خاتون تھیں یا کیا آپ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے تھیں؟

جی نہیں! مقدسہ مریمؑ بھی آدم و حواء علیہم السّلام کی باقی اولاد کی طرح کی ایک اِنسان تھیں۔ مقدسہ مریمؑ کی تعظیم اِس لئے کی گئی کیونکہ آپ کو ایک متبرک ترین کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ سورہ ۳:۴۵ میں ذِکر ہوا ہے،

"جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ! اللہ تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے بشارت دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰؑ (وہ) بیٹا مریمؑ کا ہوگا، دُنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور اللہ کے مقربوں میں سے ہوگا۔"

مریمؑ کا المسیح کو دُنیا میں لانے کا عمل معجز کس طرح تھا؟ کنواری سے پیدائش ایک معجزہ تھا، لیکن اِس بھی بڑھ کر یہ آسمانی کے لئے زمین پر آنے کا ذریعہ تھا۔

اِس مادی دُنیا میں ہمیں منفرد عناصر دِکھائی دیتے ہیں۔ زمین، پانی، ہوا اور آگ۔ آگ سے آگ نکلتی ہے۔ زمین سے زمین نکلتی ہے۔ ہوا ہوا کو جنم دیتی ہے۔ پانی سے پانی نکلتا ہے۔

اللہ روح ہے۔ اُس کا جوہر روحانی ہے۔ کیا کچھ ایسا ہے جو اللہ سے نکلتا ہے؟ یقیناً یہ بڑے ہی عمیق اَسرار ہیں۔ لیکن کیا اللہ کی مرضی یہی ہے کہ ہم اندھیرے میں ہی رہیں کیونکہ کوئی راز بڑا ہی گہرا ہے؟ نور کی وضاحت کر پانا مشکل ہے، مگر جب ہمیں اندھیری رات میں راستہ تلاش کرنا ہو تو ہم اِس کے اِستعمال میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ یقیناً اللہ کو کامل طور پر اپنی ذات کا فہم ہے اور وہ اپنے آپ کو خوب جانتا ہے۔ وہ خود باخبر ہے اور کوئی ایسی شے نہیں جو اللہ سے پوشیدہ ہے۔ "اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی چیز چھپی نہیں" (سورہ ۳:۵)۔

اللہ کائنات نہیں ہے اور نہ ہی کائنات اللہ ہے۔ سورہ ۳:۲ میں آیا ہے کہ، "اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، نظامِ کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔"

مجھ سمیت، ہر یہودی اور مسیحی اِس سے اِتفاق کرے گا۔ اللہ کی نہ تو کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی اِنتہا۔ زمان و مکاں کی ایک ابتداء ہے اور اگر اللہ چاہے تو ایک دِن یہ سب فنا ہو جائے گا۔ زمین، پانی، ہوا اور آگ کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اِنجیلِ مقدس میں بیان ہوا ہے کہ، "وہ تو جان بُوجھ کر یہ بھول گئے کہ خُدا کے کلام کے ذریعہ سے آسمان قدیم سے موجود ہیں اور زمین پانی میں سے بنی اور پانی میں قائم ہے۔"[۵] ([۵] اِنجیلِ مقدس، ۲۔ پطرس ۳:۵ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) توراۃ کا آغاز ہی اِن الفاظ سے ہوتا ہے، "خدا نے ابتداء میں زمین اور آسمان کو پیدا

کیا۔"[6] (۶ توراۃ شریف، پیدائش ۱:۱ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

کائنات مطلقاً اللہ کی ذات سے نہیں نکلی۔ یہ اللہ کی تخلیق ہے اور اِس کی اِبتداء بھی ہے۔ کائنات اپنے وجود کے لئے اللہ تعالیٰ پر منحصر ہے۔ لیکن وہ اپنے وجود کے لئے کائنات پر منحصر نہیں ہے۔

سورہ ۳:۴۵ میں عیسیٰؑ کو اللہ کا کلمہ (کلمۃ اللہ) پکارا گیا ہے۔ کیا اللہ کا کلام تخلیق کیا گیا ہے یا وہ اُسے اپنی فطرت سے صادِر کرتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو کہ لوگوں کو اُس موڑ پر لا کر کھڑا دیتا ہے جہاں اُن کے عقائد کے راستے جدا ہو جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کلمۃ اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ المسیح کو محض ایک معجزانہ نشانی بنا کر بھیجا تھا۔

المسیح

دیگر کا خیال ہے کہ عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ شاید اِس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے تھے۔

سورہ ۳:۴۵ پہلا بیان نہیں جس میں عیسیٰؑ المسیح کو اللہ کا کلمہ کہا گیا ہے۔ اہلِ عرب کے پاس قرآن آنے سے پانچ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کے محبوب دوست اور حواری یوحنّا رسول کو یہ ہدایت دی کہ آپ اِس بات کو قلمبند کریں کہ،

"اِبتدا میں کلمہ تھا۔ اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ یہی اِبتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ اِسی سے سب کچھ پیدا ہوا۔ ایک بھی چیز جو پیدا ہوئی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اُس میں زندگی تھی اور زندگی اِنسانوں کا نور تھی۔ اور نور تاریکی میں چمکتا ہے۔ اور تاریکی نے اُسے قبول نہ کیا۔"[7] (۷ انجیلِ مقدس، یوحنا ۱:۱-۵ (کاتھولک بائبل کمیشن، پاکستان))

دراصل یوحنّا نے عیسیٰؑ کے متعلق لکھتے وقت یونانی زبان کا اِستعمال کیا تھا۔ اصل یونانی میں عیسیٰؑ کو لوگوس (Logos) کہا گیا ہے۔ آیت ۱۴ میں یوحنّا بیان کرتے ہیں، "اور کلمہ مجسم ہوا اور ہم میں سکونت پذیر ہوا۔"

اگر میرے مسلمان دوست اب تک اِس کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں تو ہمیں اِنتہائی دیانتداری اور عقلمندی کے ساتھ اِسے جاری رکھنا پڑے گا۔ آخر یہ کلام، لوگوس (Logos) یا کلمہ کون ہے؟ یہ ایک اِنتہائی گہرا بھید ہے۔ ایک کلمہ جو اللہ کی ذات سے صادِر ہوتا ہے۔ وہ اُس کے اِتنا قریب ہے کہ اُسے اُس سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جوہری طور پر اللہ کا کلمہ ابدی ہے، کامل ہے، محبت کرنے والا ہے، زندگی ہے، وہ ایسا نور ہے جسے تاریکیاں مغلوب نہیں کر سکتیں۔

آگے چل کر سورہ ۳:۵۹ میں عیسیٰؑ کا موازنہ حضرت آدمؑ سے کیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ "ہو جا" اور عیسیٰؑ معجزانہ طور پر مریمؑ کے بطن میں ٹھہر گئے۔ دُنیا کے آغاز میں اللہ تعالیٰ فرمایا کہ "ہو جا" اور آدمؑ نے معجزانہ طور پر مٹی سے اِنسان بن کر پہلی سانس لی۔

مسیحیوں کا ماننا ہے کہ آدمؑ اور عیسیٰؑ کافی حد تک ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ درحقیقت انجیلِ مقدس میں عیسیٰؑ کو آدمِ ثانی پکارا گیا ہے۔ لیکن مشابہ ہونے کا معنی یکساں ہونا نہیں ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کو تو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا لیکن عیسیٰؑ اُسی طرح پیدا ہوئے جس طرح اربوں بچوں کی پیدائش ہوا کرتی ہے۔ حضرت آدمؑ کا کوئی بچپن نہیں تھا مگر عیسیٰؑ نے ایک عام اِنسانی شیرخوار کی طرح مقدسہ مریمؑ کا دودھ پی کر

پرورِش پائی۔ باقی چھوٹے لڑکوں کی طرح آپ بھی نے کھیل کود ہی بچپن سے تندرست جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا۔ حضرت آدمؑ نے حضرت حوّاؑ سے شادی کی آپ دونوں علیہم السّلام کے کئی بچے بھی ہوئے۔ عیسیٰؑ نے نہ تو کبھی شادی کی اور نہ ہی آپ کی کوئی اولاد تھی کیونکہ آپ کو ایک اِنتہائی مشکل اور تکلیف دہ کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔

پس کس لحاظ سے حضرت آدمؑ اور عیسیٰؑ ایک جیسے ہیں؟ مسیحیوں قطعاً یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ عیسیٰؑ کا جسم کسی بھی عام اِنسانی جسم سے کچھ زیادہ تھا، آپ کی رگوں میں بھی خون اُسی طرح گردِش کرتا تھا جس طرح حضرت آدمؑ اور اُن کی نسل کی رگوں میں کرتا تھا۔ طبعی جوہر کے لحاظ سے عیسیٰؑ و آدمؑ دونوں پورے طور پر اِنسان ہی تھے۔

یہ وہ نکتہ ہے جہاں آ کر بعض لوگ اپنا راستہ تبدیل کر لیتے ہیں۔ کیا اِنسان کے لئے اُس کے طبعی وجود سے بڑھ کر بھی کچھ ہے؟ چارلس ڈارونؔ کے زمانے سے یہ مفروضہ اِنتہائی مقبول ہو رہا ہے کہ تمام جاندار بشمول مرد اور عورت، حیات کے انتہائی ابتدائی درجات سے اِرتقائی مراحل طے کر کے آہستہ آہستہ اپنی موجودہ صورت اور حالت تک پہنچے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ بندر اور اِنسان، مکڑیاں اور پالک سب ایک ہی مورثِ اعلیٰ کی اصل سے آئے تھے۔ دَورِ جدید کے، اکثر اِنسانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اِنسان بنیادی طور پر کسی جیلی فش یا کیچوے سے منفرد نہیں ہیں۔ پس مرنے کے بعد ہم سب کا وجود مکمل طور پر فنا ہو جاتا ہے، ہمارے جسم خاک میں مل کر ہمیشہ کے لئے فراموش ہو جاتے ہیں۔

یہودی، مسیحی اور مسلمان اللہ تعالیٰ، یومِ آخرت، جنت اور جہنم پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ گو جسم مر کر تحلیل بھی ہو جائے مگر روح زندہ رہتی ہے۔ اب یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ جسم کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد کیا ہوتا ہے، یہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اِنسان محض ایک کیمیائی مادہ سے بڑھ کر کچھ اور بھی ہے۔ ہم حقیقی ارواح رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق کیا ہے اور یہ روحیں مادی جسم کے ساتھ یا اِس کے بغیر رہتی ہیں۔

جسم اور روح۔ یہی عیسیٰؑ کا بھید ہے جنہیں اِبنِ آدم بھی پکارا جاتا ہے اور اِبنُ اللہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کے ''کُـــنْ'' کہنے سے مقدسہ مریمؑ کے بطن میں عیسیٰؑ کا مادی جسم تو وجود میں آ گیا، مگر آپ کی روح کہاں سے آئی تھی؟ کیا آپ کی روح کو بھی حضرت آدمؑ کی طرح تخلیق کیا گیا تھا؟ یا پھر وہ اَزل سے تھی؟ کیا عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی ذات سے نکل کر کلمۃ اللہ کے طور پر زمین پر جلوہ افروز ہوئے تھے؟

معمار سنان پاشاؔ مسلم دُنیا کے عظیم ماہرِ تعمیرات تھے جو اپنی اعلیٰ و ارفع مساجد کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہ مساجد اُن کی وفات کے سیکڑوں برس بعد بھی قائم رہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ محترم معمار سنان پاشاؔ اپنے کاموں کی بدولت زندہ ہیں۔ معمار سنانؔ کا ہر ایک شاہکار اُن کے ذہن اور روح کی گہرائیوں سے شروع ہوا۔ اُن کے کلام کرنے یا نقشہ کھینچنے سے پیشتر، اُن کی سوچنے، استدلال کرنے اور تصور کرنے کی صلاحیت اُن کی ذات میں کارفرما تھی۔ کہانیاں سنانے اور مستقبلِ بعید کی منصوبہ بندی کرنے کی صلاحیت وہ بنیادی جزو ہیں جو ہمیں اِنسان بناتے ہیں۔

معمار سنان پاشاؔ محض ایک اِنسان تھے، بے شک وہ یقیناً ایک غیر معمولی اور شاندار شخصیت تھے۔ وہ فی الواقع خود کو (اپنے لوگوں کو) اپنی

عمارتوں میں منتقل نہیں کر سکتے تھے۔آج جدید صنعت وحرفت کی مدد سے سائنسدانوں نے اِنسانی دِماغ کو کمپیوٹر یا اِس سے بھی بڑھ کر کسی روبوٹ یا کسی دوسرے اِنسان میں منتقل کرنے کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تجربات کا آغاز کر دِیا ہے۔صاحبِ تدبیر سائنسدان اِنسان کو ہمیشہ تک زندہ رکھنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

اگر اِنسان کسی اِنسانی ذہن (کلمہ) کو لے کر اُسے مشین یا کسی دوسرے اِنسان میں تحمیل [8] (ڈاؤنلوڈ - Download) کرنے کا تصور کرسکتا ہے،تو کیا یہ سوال کرنا غیر معقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خود ایسا عمل کرنے کا کوئی محبت آمیز اور عظیم مقصد ہوسکتا ہے؟

''ناممکن''، میرے دوست احتیاط سے اپنی چائے کی پیالی میز پر واپس رکھتے ہوئے کہا۔اللہ کبھی بھی ایسا کام کیوں کرنا چاہے گا؟ لا فانی ہونے کے لئے اُسے کبھی بھی اپنے آپ کو کسی نئے اِنسانی جسم میں منتقل کرنے کی حاجت نہیں ہوگی کیونکہ اللہ ابدی ہے۔زیادہ طاقت کے حصول کے لئے اُسے ہرگز اپنے آپ کو مخلوق کی شکل میں ڈھالنے کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ وہ تو پہلے ہی اَلْعَزِيزُ و اَلْقَادِرُ ہے۔ایسا سوچنا بھی کتنا قابلِ نفرت ہے۔مجھ تو ایسا سوچ کر ہی گھن آرہی ہے۔اللہ کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔

ایسے عجیب وغریب سوال کا جواب اِنجیلِ مقدس میں موجود ہے۔

''کیونکہ خدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اِکلوتا بیٹا بخش دِیا،تا کہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔'' [9] (اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۳:‏۱۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی،انارکلی،لاہور))

یہ محبت ہی ہے جس کی بدولت لوگ عجیب اور حیران کُن کام کر گزرتے ہیں۔وطن کی محبت لوگوں کو میدانِ جنگ میں اُترنے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا جوش دِلاتی ہے، بیوی اور بچوں کی محبت ایک اِتنی باپ کو تقویت دیتی ہے کہ کسی بھی حالت میں کام کرنے اور تکلیف اُٹھانے کے لئے تیار ہوجاتا ہے تا کہ وہ اپنے بچوں کو ایک آرام دہ گھر اور خوراک مہیا کر پائے۔ایک مرد کسی عورت کے لئے اپنی محبت کو ثابت کرنے کے لئے سمندروں اور پہاڑوں کو بھی پار کرسکتا ہے۔

محبت نے ہی عیسیٰؑ کو آمادہ کیا۔عیسیٰؑ نے اپنی زمینی زندگی کے دوران کیا کِیا؟ سورہ ۳:‏۴۹ میں ہم عیسیٰؑ کو اندھوں کو بینائی دیتے،کوڑھیوں کو شفا دیتے اور مُردوں کو زِندہ کرتے دیکھتے ہیں۔آپ اللہ کی قدرت سے یہ کام کیا کرتے تھے۔اِس کے علاوہ آپ ایسا کیسے کرسکتے تھے؟ صرف اللہ ہی ناممکن کو ممکن کرسکتا ہے اور عیسیٰ اللہ کا کلام ہیں۔اللہ کلام جہاں جائے گا وہاں معجزے ہوں گے،وہاں زندگی آئے گی۔

آیت ۵۴ میں قرآن یہ تصدیق کرتا ہے کہ اللہ کے دُشمنوں نے عیسیٰؑ کے خلاف سازِش کی۔اِنجیل تصدیق کرتی ہے کہ یہ دُشمن آپ کو رُومیوں کے ہاتھوں مصلوب کروانا چاہتے تھے۔لیکن کیا وہ کامیاب ہوئے؟ وہ اللہ کے خلاف لڑ کر کیسے جیت سکتے تھے؟ سورہ ۳:‏۵۵ ''جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰؑ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہوگا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔''

ایک دوپہر میرا پڑوسی کافی پریشان ہوگیا۔''عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی!''

بظاہر اُس نے پہلے کبھی سورہ ۳:۵۵ پر دھیان نہیں دِیا تھا۔ "مَیں جاننا چاہتا ہوں،" مَیں نے پوچھا، "کیا قرآنِ مجید میں کوئی ایسی آیت ہے جو یہ کہتی ہے کہ عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی؟"

وہ خاموش ہو گیا۔

محبت نے ہی عیسیٰؑ کو آمادہ کیا۔

مَیں بات کو آگے بڑھایا۔ "مَیں ۴:۱۵۷ کے بارے میں جانتا ہوں، لیکن یہ آیت بھی یہ نہیں کہتی کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو موت سے بچا لیا تھا، بلکہ کہتی ہے کہ یہودیوں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔"

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، قرآنِ مجید نہ صرف عیسیٰؑ کی پیدائش کا ذِکر کرتا ہے بلکہ آپ کی وفات کے متعلق بھی بیان کرتا ہے۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں آخری وقت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو صلیب پر مرنے سے بچا لیا اور آپ کی جگہ کسی اور کو مصلوب کر دِیا گیا۔ لیکن یہاں یہ کیوں کہا گیا ہے کہ اللہ نے عیسیٰؑ کو وفات دی اور پھر اُٹھا دِیا۔ (عِیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ)۔

میرے ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کیا اِنجیل میں ایسا کوئی بیان موجود ہے جو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰؑ کی وفات ہوئی؟

"جی ہاں،" میں نے جواب دِیا، "اِنجیل میں ایسے کئی حوالے ہیں جن میں آپ کی وفات کا تفصیلی بیان موجود ہے۔"

اول، عیسیٰؑ نے خود اپنی صلیبی موت کے بارے میں پیش گوئی فرمائی۔ ایک شام آپ نے حوارین نے فرمایا کہ،

"اِبنِ آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ قتل ہونے کے تین دِن بعد جی اُٹھے گا۔" [۱۰] ([۱۰] اِنجیلِ مقدس، مرقس ۹:۳۱ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

عیسیٰؑ کے رُومیوں کے ہاتھوں سفاکانہ طور پر مصلوب کئے جانے کے بعد، گورنر پیلاطسؔ نے خود اپنے افسران کو یہ حکم دِیا کہ وہ صلیب پر عیسیٰؑ کی موت کی تصدیق کریں۔

اور پیلاطسؔ نے تعجب کِیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبہ دار کو بلا کر اُس سے پوچھا کہ اُس کو مرے ہوئے دیر ہو گئی؟ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو لاش یُوسفؔ کو دِلا دی۔ اُس نے ایک مہین چادر مول لی اور لاش کو اُتار کر اُس چادر میں کفنایا اور ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی رکھا اور قبر کے منہ پر ایک پتھر لُڑھکا دِیا۔[۱۱] ([۱۱] اِنجیلِ مقدس، مرقس ۱۵:۴۴-۴۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

یوحنّا نے عیسیٰؑ کی موت کو تاریخی طور پر قلمبند کیا ہے، "لیکن جب اُنہوں نے یسوعؔ کے پاس آکر دیکھا کہ وہ مر چُکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔"[۱۲] ([۱۲] اِنجیلِ مقدس، یوحنّا ۱۹:۳۳ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

تصلیب و قیامت کے چند ہفتے بعد، پطرسؔ اور دیگر حوارین نے آلِ ابرا ہیمؑ کے ایک بڑے گروہ سے خطاب فرمایا اور یہ گواہی دی،

تم نے اُس قدوس اور راست باز کا اِنکار کیا اور درخواست کی کہ ایک خونی تمہاری خاطر چھوڑ دِیا جائے۔[۱۳] ([۱۳] اِنجیلِ مقدس، اعمال ۳:۱۴ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

اِنجیلِ مقدس میں بیان ہوا ہے، "کیونکہ جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیحؔ بے دِینوں کی خاطر موَا۔" اور یہ، "لیکن خدا اپنی محبت کی

خوبی ہم پر یُوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطِر مؤا۔"
باقی تمام مقدس کتابوں کی طرح، سورہ ۳:۵۵ کو سمجھنے کے لئے بھی اصل زبان کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ تفاسیر مفید تو ہیں لیکن وہ ہر بار ایک دوسرے کے ساتھ اِتفاق نہیں کرتیں۔ اِنٹرنیٹ کی مدد سے ہم عربی زبان کے لفظ مُتَــــــــوَفِّيْكَ کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کر سکتے ہیں۔ مَیں قازق، اُزبک، رُوسی، ترکی سمیت دیگر زبانوں میں بھی اِسے دیکھا اور یہ تصدیق کی کہ مُتَـــوَفِّيْكَ کے معنی "مَیں مر گیا تھا" یا "مَیں مرا" ہی نکلتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ عیسیٰؑ کو قبر میں نہیں چھوڑے گا۔ "کیونکہ تو نہ میری جان کو پاتال میں رہنے دے گا نہ اپنے مقدس کو سڑنے دے گا۔"[۱۴] ([۱۴] زبور ۱۶:۱۰ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))
جب عیسیٰؑ کی پیروکار خواتین آپ کے جسم پر قیمتی تیل ملنے آئیں، تو اُنہوں نے قبر کو خالی پایا۔ وہاں اُن پر ایک فرشتہ ظاہر جس نے کہا کہ "زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو؟"[۱۵] ([۱۵] اِنجیلِ مقدس، لوقا ۲۴:۵ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))
آیت ۵۵ میں مُتَوَفِّيْكَ کے معنی اُوپر اُٹھانا آئے ہیں۔ قدیم رسوم کے مطابق قبر میں دفنائے جانے کے بعد موت کے کفن میں لپٹی عیسیٰؑ کی بے حس وحرکت لاش تین دِن تک اللہ تعالیٰ کے ایک اور معجزے کی منتظر رہی۔ یہی مایوس کُن صورتحال اللہ تعالیٰ کے لئے شیطان، گناہ اور موت پر اپنی پوری قدرت کے ساتھ غالب آنے کا ذریعہ بنی۔

حضرت ابراہیمؑ یہودی یا مسیحی نہیں تھے

حضرت ابراہیمؑ کا نام اقوام کی بنیادوں میں درج ہے۔ آپؑ کے نام کا مطلب ہے "جتھوں کا باپ۔" ایک بے اولاد شخص سے لاکھوں کے باپ تک، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک بے مثال وعدہ کے لئے برگزیدہ فرمایا تھا۔
وہ کیا چیز ہے جو کسی شخص کو یہودی بناتی ہے؟ آسان الفاظ میں یہودی لوگ یہوداؔہ کے قبیلہ اور اولاد سے ہی۔ یہوداؔہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے تھے اور بادشاہ اور المسیح بھی مطلقاً آپ ہی کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔
بعدازاں اِنجیل میں، یہودی کی اِصطلاح ایک ایسے شخص کے لئے اِستعمال کی گئی جو گناہوں کی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ پر سچا بھروسہ کرتا ہے۔ وہاں بیان ہے کہ "بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دِل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی۔ ایسے کی تعریف آدمیوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔"[۱۶] ([۱۶] اِنجیلِ مقدس، رُومیوں ۲:۲۹ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) یہ بیان عیسیٰؑ کے اُس بیان کی تائید کرتا ہے کہ منافقت سفیدی پھری ہوئی قبر کی مانند ہے جو باہر سے تو اچھی دِکھتی ہے مگر اُس کے اندر موت بھری ہوئی ہے۔ حقیقی زندگی اندر سے شروع ہو کر باہر کی طرف جاتی ہے۔
جی ہاں، ایک لحاظ سے ابراہیمؑ یہودی نہیں تھے کیونکہ وہ یہودیوں سے اور بہت سے لوگوں کے باپ ہیں۔ لیکن اِس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دِل کو پاک کیا تھا، آپ نے گہرے طور پر اِس اصطلاح کی نمائندگی کی۔

مذہبی پیشواؤں سے ایک دلچسپ مکالمہ کے دوران عیسیٰؑ نے بیان فرمایا، ”تمہارا باپ ابرہامؑ میرا دِن دیکھنے کی اُمید پر بہت خوش تھا چنانچہ اُس نے دیکھا اور خوش ہوا۔“[17] ([17] انجیلِ مقدس، یوحنا ۸:۵۶ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

حضرت ابراہیمؑ نے عیسیٰؑ کی آمد کی پیش بینی کی!؟ جی ہاں، کیونکہ آپؑ ایک نبی تھے، اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ہزاروں سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرمایا کہ ایک دِن وہ اُن ہی کی نسل سے المسیح کو معبوث کرے گا۔ گو عیسیٰؑ کا کوئی زمینی باپ نہیں تھا، لیکن مقدسہ مریمؑ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھیں۔ ابراہیمؑ کو عیسیٰؑ کی آمد کے متعلق تفصیلات کا مکمل علم تو نہیں تھا، تاہم آپ اُس دِن کے متعلق سوچ کر خوش ہوئے۔

بت پرستی کا گناہ (سورہ ۳:۸۰)

قرآن بارہا بت پرستی کے خلاف خبردار کرتا ہے۔ سورہ ۳:۸۰ کہتی ہے، ”اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اِس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔“

توراۃ اور صحائفِ انبیاء علیہم السّلام میں درج آلِ ابراہیمؑ کی تاریخ بتاتی ہے کہ بار بار واحد اور سچے اللہ کی عبادت سے ہٹ کر بتوں بتا کر اُن کی پرستش شروع کر دیتے تھے۔ بعض مرتبہ وہ اپنے آس پاس کے ممالک کے بتوں کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ زیادہ تر وہ ایک جھوٹے دیوتا کی پرستش کیا کرتے تھے جسے وہ بعل پکارتے تھے۔ حضرت اِلیاسؑ[18] ([18] ایلیاہ نبی) نے بعل کے پجاریوں کو للکارا کہ وہ ثابت کریں کہ آیا بعل حقیقی خدا ہے یا اللہ۔ آپؑ نے اُن سے کہا ایک ایک بیل قربان کرو، اُسے قربانگاہ پر رکھو اور بعل سے اُس پر آگ بھیجنے کے لئے دُعا کرو۔ بعل کے پجاریوں نے آپؑ کے کہنے کے مطابق کیا اور دُعا کرنا شروع کی۔ اُنھوں اِنتظار کیا لیکن آگ نازل نہیں ہوئی۔ وہ روتے اور چلاتے رہے یہاں تک کہ خود کو اِس قدر زخمی کر لیا کہ اُن کے بدنوں سے خون بہنے لگا اس لئے کہ بعل اُن کی دُعا کا جواب دے دے۔ لیکن آگ نازل نہ ہوئی۔

اُسی شام حضرت اِلیاسؑ نے بارہ پتھروں سے ایک قربانگاہ تیار کی۔ آپؑ اُس قربانگاہ کے گرد ایک خندق کھودی اور پھر اُس بیل پر اِتنا پانی ڈالا کہ وہ خندق بھی بھر گئی۔ حضرت اِلیاسؑ نے بلند آواز سے دُعا کی ”میری سُن اے خداوند میری سُن تا کہ یہ لوگ جان جائیں کہ اے خداوند تُو ہی خدا ہے اور تُو نے پھر اِن کے دِلوں کو پھیر دِیا ہے۔“[19] ([19] ۱۔سلاطین ۱۸:۳۷ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور)) اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دُعا قبول فرمائی آسمان سے آگ نازِل ہوئی اور قربانی سمیت خندق میں موجود پانی اور ہر چیز کو بھسم کر دِیا۔ تمام شکوک وشبہات دُور ہو گئے۔ حقیقی اللہ نے اپنے آپ کو ظاہر فرمایا اور لوگوں نے بت پرستی سے توبہ کی۔

غلط راہ کا اِنتخاب (سورہ ۳:۱۰۰)

ایمان کا کھو جانا ایک انتہائی خوفناک عمل ہے۔ آج دُنیا میں بہت سے لوگ خالقِ واحد پر ایمان رکھتے ہیں۔ آلِ ابراہیمؑ نے خالق کو اُس کے خاص نام یہوواہ سے پکارا۔ یونانیوں نے اُس کے لئے تھیوس (Theos) کی اِصطلاح اِستعمال کی۔ عرب کے مسیحی آج بھی خالق کے لئے اللہ کا لفظ ہی اِستعمال کرتے ہیں۔ اہلِ فارس اُس کے لئے **خدا** کا لفظ اِستعمال کرتے ہیں۔

جیسا کہ بیان ہوا ہے، قرآن کہتا ہے کہ اُن لوگوں کے لئے اجر ہے جو واحد اللہ کو ہر چیز کا خالق اور رب مانتے ہیں۔

کیا جنت میں اِنعام حاصل کرنے کے لئے سچے اور واحد اللہ پر اِیمان لانا کافی ہے؟ اللہ پر ایمان لانا اور اُس کا خوف ماننا کتنا ضروری ہے؟ سورہ ۳:۱۰۰ بیان کرتی ہے، ''اے اِیمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کی کسی جماعت کا بھی کہا مانو گے تو وہ تمہیں اِیمان لانے کے بعد کافر کر دیں گے!''

اہلِ کتاب کی جماعت کے وہ کون لوگ تھے؟ وہ نیک مسلمانوں کو کس طرح سے مرتد بنا رہے تھے؟ وہ اللہ پر اُن کے اِیمان کو ڈانواں ڈول کیوں کر رہے تھے؟ میرے لئے یہ تصور کر پانا مشکل ہے کہ وہ کس طور پر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ یہودی خالقِ واحد اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے بڑی مفصل انداز میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔ یہودی اِنتہائی دِیانتداری کے ساتھ شیماع کا وِرد کیا کرتے تھے۔ ''سُن اے اِسرائیل، خداوند تیرا اللہ واحد ہے۔'' مسیحی بھی واحد الاحد اللہ پر اِیمان رکھتے تھے۔ وہ عیسیٰؑ اور مقدسہ مریمؑ کو دوسرا اور تیسرا خدا نہیں مانتے تھے۔ مسلمانوں کی طرح، مسیحی بھی اِسے شرک مانتے ہیں۔

کیا سورہ ۳:۱۰۰ کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ بت پرستی کیا کرتے تھے، جو کہ نومسلموں کو واپس بت پرستی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے؟ ہم یقینی طور پر نہیں جانتے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اِحکامِ عشرہ واضح طور پر بت پرستی سے منع فرماتے ہیں۔ عیسیٰؑ نے بھی بیابان میں اپنے ۴۰ دِن کے روزہ کے دوران بت پرستی کی مذمت فرمائی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ قرآنِ مجید کچھ اہلِ کتاب کا احترام کرتا ہے۔ سورہ ۳:۱۱۰ میں ذِکر ہوا ہے، ''اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کچھ ان میں سے ایماندار ہیں۔'' سورہ ۳:۷۵ اِس بات سے اِتفاق کرتی ہے کہ اُن میں کچھ اچھے لوگ موجود ہیں، ''اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک ڈھیر مال کا امانت رکھے تو وہ تجھ کو ادا کریں۔''

ہوسکتا ہے کہ کچھ اہلِ کتاب نے واقعی پہلی کتب کی تعلیمات کو رد کر دِیا ہو۔ مگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے وفادار نہیں تھے۔ توراۃ صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کو دیانتداری سے ماننے والا کوئی بھی یہودی یا مسیحی اُس وقت کا یا آج کا، کبھی بھی کسی کو بت پرستی کی ترغیب کیسے دے سکتا ہے؟

خطرناک دُشمن (سورہ ۳:۱۱۱)

قرآن اُن اہلِ کتاب کے لئے سخت سزا کی تنبیہ کرتا ہے جنھوں نے اِیمان سے اِنکار کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ توڑا۔ مگر وہ کس

قدر خطرناک تھے؟ کیا اُنہوں نے کوئی سنگین دھمکی دی؟ سورہ ۳:۱۱۱ نشاندہی کرتی ہے کہ ایسا نہیں تھا، کم از کم ہر وقت تو نہیں۔ ''وہ زبان سے ستانے کے سوا تمہارا اور کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے، پھر مدد نہیں دیے جائیں گے۔''

یہ بات دَورِ حاضر کی رائے عامہ کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ بعض مذہبی گرہوں کے خلاف سازشی نظریات بہت زیادہ ہیں۔ ہٹلر کی قیادت میں جرمن نازیوں نے تمام یورپؔ کے یہودیوں اور مسیحیوں دیگر اقلیتوں کو اپنی تہذیب کے لئے ایک مہلک خطرہ قرار دِیا۔ اپنی سلطنت کے خاتمہ سے قبل رُوسی زار نے بڑے ہی منظّم طریقے سے یہودی کسانوں کو اپنے علاقے سے باہر نکال دِیا۔ پھر بھی یہ آیت یہودیوں کو غیر مضر اور غصہ دِلانے والا کہتی ہے جن سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اچھا کون ہے؟ (سورہ ۳:۱۳۳-۱۳۴)

ہم سب کسی نہ کسی طور پر کسی عظیم شخصیت یا کسی اور فرد کی تعریف کرتے ہیں۔ فٹ بال سے محبت کرنے والے ہر نوجوان کی کوئی نہ کوئی پسندیدہ ٹیم یا خصوصاً پسندید کھلاڑی ہوتا ہے۔ اُن کا پسندیدہ کھلاڑی سب سے بہتر ہے۔ لڑکیاں ٹی وی کے سامنے مسحور بیٹھ کر اپنی پسندیدہ موسیقار کو دیکھتی ہیں۔ اور انتہائی رعنائی کے ساتھ رقص کرتی ہوئی محبت بھرے رومانوی گانے سُنا سکتی ہیں۔ نوجوان لڑکی اپنی پسندیدہ فنکارہ سے وابستہ ہر اُس چیز کو نقل کرنے کی کوشش کرتی ہے جس نے جاذبیت، کشش اور جنسیت کے اعلیٰ ترین مقام کو قائم رکھا ہے۔

سورہ ۳:۱۳۳-۱۳۴ حتمی جزا اور اُسے حاصل کرنے کے معیار کی بات کرتی ہیں۔ یہ ایک مرد یا عورت کی بہترین قسم، ایک مثالی مسلمان کا بیان کرتی ہیں۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض (وسعت) آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اگلے جہان کو ایک بہت وسیع باغ قرار دِیا گیا ہے جو کہ کائنات سے بھی بڑا ہے۔ یقیناً یہ بہت ہی وسیع ہوگا اب یہ پتہ لگایا جا چُکا ہے کہ کائنات اِس قدر وسیع ہے کہ اِس کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہنچنے میں اربوں سال درکار ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ نیک لوگ اُس باغ تک رسائی حاصل کر پائیں گے۔ نوعِ آدم کی تاریخ اِس بات کی آرزومند رہی ہے کہ ہم باغِ عدنؔ کے اُس خوبصورت دُنیا میں واپس لوٹ سکیں۔

آج اگر ہم پوری دُنیا کا جائزہ لیں تو سوال اُٹھتا ہے۔ جنت کا حقدار کون ہے؟ مثالی ستارہ کون ہے؟ جب اپنے اندر جھانک کر دیکھتا ہوں تو مجھے اچھائی کی خواہش تو نظر آتی ہے لیکن طاقت نہیں۔ اِردگرد نظر کرتا ہوں تو مجھے جنگ اور جنگوں کی افواہیں، غداری، بے وفائی، لالچ اور خودغرضی دِکھائی نظر آتی ہے۔

اللہ کی بھلائی کے مقابلہ میں، مَیں افسوناک طور پر زمین گرے ستارے کی مانند ہوں۔

اگر مَیں ایک پل کے لئے کسی کونیکی کے ستارہ کی مثل بلند پایہ پہ رکھتا بھی ہوں تو اگلے ہی لمحے اُنہیں ناکامی کے ساتھ منہدم ہوتے بھی دیکھتا ہوں۔

اِنجیلِ مقدس ایک ماہر طبیب کی طرح اِنسانی دِل کی صحیح حالت کی تشخیص کرتی ہے۔

''پس کیا ہوا؟ کیا ہم کچھ فضیلت رکھتے ہیں؟ بالکل نہیں کیونکہ ہم یہودیوں اور یونانیوں دونوں پر پیشتر ہی یہ اِلزام لگا چکے ہیں کہ وہ سب کے سب گناہ کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کوئی راست باز نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ کوئی سمجھ دار نہیں۔''[20] ([20] زبور ۵:۹ اور رُومیوں ۳:۹۔۱۱ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

''مَیں خود، یارب؟ کیا مَیں تیرے کمال کے معیار سے کمتر ہوں؟'' مَیں آئینے میں دیکھ کر یہی جواب دیتا ہوں: ''ایسا ہی ہے۔''

یہاں ایک مسئلہ ہے۔ مَیں اِس بات سے اِتفاق کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں سخاوت، ضبطِ نفس اور رحم کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔ پھر مجھے یہ ماننا پڑے گا کہ مَیں خودغرض، سرکش اور بے رحم اور بے رحم ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ مَیں اپنے پڑوسی کے مقابلہ میں ایک ستارہ ہوں مگر اللہ کی بھلائی کے مقابلہ میں، مَیں افسوناک طور پر زمین گرے ستارے کی مانند ہوں۔

ایک رسول سے زیادہ نہیں (سورہ ۳:۱۴۴)

کیا نبی اور رسول میں کوئی فرق ہے؟ یہودیوں، مسیحیوں اور مسلمانوں کی نظر میں نبی کیا ہے؟ اِن میں سے ہر گروہ رسول کو کس طور سے پیش کرتا ہے؟ سب اِس بات سے اِتفاق کرتے ہیں اللہ نے جو کہ خالقِ برحق ہے نسلِ انسانی کو پیغامات دینے کے لئے وقتاً فوقتاً کسی کو منتخب کیا ہے۔

توراۃ میں نبی کا ایک اَہم کام مستقبل کے بارے میں صحیح طور پر آگاہ کرنا ہے، وہاں لکھا ہے،

اور اگر تو اپنے دِل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اُسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اُس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اُس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اُس سے خوف نہ کرنا۔[21] ([21] اِستثنا ۱۸:۲۱۔۲۲ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

مزید برآں، توراۃ جھوٹے نبیوں کے متعلق بڑی سختی سے متنبہ کرتی ہے۔ کیا ہوا گر کوئی نبوت کا دعویدار آ کر اُن سے یہ کہے، ''آؤ ہم دوسروں معبودوں کی پیروی کریں، آؤ اُن کی عبادت کریں، جن تم تا حال ناواقف ہو''؟ اِنتباہ واضح ہے۔ ''اور وہ نشان یا عجیب بات جس کی اُس نے تجھ کو خبر دی وقوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اَور معبودوں کی جن سے تُو واقف نہیں پیروی کر کے اُن کی پوجا کریں۔ تو تُو ہرگز اُس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سُننا کیونکہ خداوند تمہارا خدا تم کو آزمائے گا تاکہ جان لے کہ تم خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان سے محبت رکھتے ہو یا نہیں۔''[22] ([22] اِستثنا ۱۳:۲۔۳ (پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور))

قدیم انبیاء علیہم السّلام بہت سی باتوں کے متعلق نبوت کی تھی۔ اُنہوں مستقبل کی جنگوں، قحط، مشکل وقتوں، باشاہوں اور سلطنتوں کے عروج و

زوال اور المسیح کی زندگی کے بارے میں پیش گوئی کی۔ مثلاً، حضرت دانیالؑ نے سکندرِ اعظم اور رُومی سلطنت کے عروج کے متعلق پیش گوئی فرمائی۔[۲۳] (۲۳ صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، دانی ایل ۲) بعدازاں آپؑ نے یومِ آخرت سے قبل کی جنگ اور مُردوں کے جی اُٹھنے کی بھی پیش گوئی فرمائی۔

حضرت میکاہؑ نے نبوت کی تھی کہ عیسیٰ المسیح بیت لحم کے چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوں گے۔ حضرت اِشعیاؑ نے پیش گوئی کی کہ المسیح اس طرح پکڑ کر لے جایا جائے گا "جس طرح برّہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان رہتی ہے۔"[۲۴] (۲۴ صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، اِشعیا ۵۳: ۷)

حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے سامنے نبوت کی کہ ایک دِن ایک عظیم نبی برپا ہوگا۔ "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا — تم اُس کی سُننا —"[۲۵] (۲۵ توراۃ شریف، اِستثناء ۱۸: ۱۵) تقریباً ایک ہزار سال کے بعد عیسیٰ کے حواری پطرسؓ مذہبی رہنماؤں کے سامنے کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا حضرت موسیٰؑ کی پیش گوئی عیسیٰ المسیح کی صورت میں پوری ہوئی۔

قرآن سورہ ۳: ۱۴۴ میں کہتا ہے کہ، "اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہے، اس سے پہلے بہت رسول گزرے، پھر کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔" سبھی رسول فانی تھے۔ حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی اور حضرت موسیٰؑ بھی مرگئے۔ قرآن مسلمانوں سے پوچھتا ہے کہ کیا وہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کی صورت میں "واپس پلٹ جائیں گے"؟ تاریخ کے مطابق حضرت محمد ﷺ کا انتقال ۸ جون ۶۳۲ء کو ہوا۔ بالکل دوسروں مردوں اور عورتوں کی طرح۔ آپ ﷺ کے پیروکاروں نے سعودی عرب کے شہر مدینہ کی مسجدِ نبوی میں آپ کی تدفین کی۔

قرآن رسولوں یا نبیوں کے لئے کسی طرح کی الوہیت یا مافوق الفطرت حیثیت کا دعویٰ نہیں کرتا ہے۔ اُنہیں ایک خاص کام سونپا گیا تھا، لیکن باقی اِنسانوں کی طرح وہ پیدا ہوئے، اپنی عمر کی معیاد پوری کی اور پھر مر کر دفن ہوئے اور اُن کے جسم قیامت تک وہیں رہیں گے۔ بہت سے رسول جئے اور پھر مرگئے، لیکن صرف مسیح تھے جنہوں نے زمین پر زندگی گزاری مر کر زندہ ہوئے اور واپس آسمان پہ لوٹ گئے۔

غزوۂ اُحد (سورہ ۳: ۱۳۰ ـ ۱۸۰)

سورہ ۳: ۱۳۰ ـ ۱۸۰ کا اگلا حصہ غزوۂ اُحد سے متعلق ہے۔ روایت بتاتی ہے کہ غزوہ میں حضرت محمد ﷺ زخمی ہو گئے تھے، لیکن فوج اکٹھی تھی۔ تاہم، اِس غزوہ میں تمام مسلمان وفادار نہیں تھے۔ سورہ ۳: ۱۶۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں کچھ منافق بھی تھے جنہوں نے لڑنے سے اِنکار کر دیا۔

اور تاکہ منافقوں کو ظاہر کردے، اور انہیں کہا گیا تھا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمنوں کو دفع کرو، تو انہوں نے کہا اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے، وہ اس وقت بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب تھے، وہ اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان

کے دلوں میں نہیں ہیں، اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

کیا سبب تھا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑے خوف؟ کاہلی؟ یا بے اعتباری؟

دوسرے جنگجوؤں کو اُمید دِلائی گئی اگر وہ زخمی ہوئے یا مر گئے تو بھی اُنہیں اجر ملے گا۔ سورہ ۳:۱۷۲ میں بیان ہوا ہے، "جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے، جو ان میں سے نیک ہیں اور پرہیزگار رہوئے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔" اور سورہ ۳:۱۶۹، "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مُردے نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیے جاتے ہیں۔"

غزوۂ اُحد کا مقصد کیا تھا؟ بظاہر یہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جنگ تھی کہ عرب میں کون برسرِ اقتدار رہے گا۔ عموماً طبعی جنگ میں فتح اِس بات کی نشانی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مسلمان فوج کے ساتھ تھی۔ سورہ ۳:۱۶۰ کہتی ہے، "اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ ہو سکے گا، اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔" اِسی لئے طبعی جنگ کی ہر فتح کو اِس بات کی تصدیق کے طور پر دیکھا گیا ہے کہ وہ واقعی اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ اگرچہ غزوۂ اُحد میں بہت سے مسلمان مارے گئے، لیکن بعد کے معرکوں میں اُنہوں عربؔ، شمالی افریقہؔ، اور یورپؔ میں اپنے دشمنوں پر بڑے پیمانے پر فتوحات حاصل کیں۔

تلوار سے دُوری

قدیم دَور میں آلِ ابراہیمؑ کنعانؔ کی سرزمین کے حصول کے لئے لڑی تھی۔ "اور خُداوند نے ابرامؔ سے کہا کہ تُو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اُس مُلک میں جا جو مَیں تجھے دِکھاؤں گا۔"[۲۶] (۲۶ پیدائش ۱۲:۱) حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کی قوم کی لئے یہ ایک طویل اور مشکل سفر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کنعانؔ تک پہنچایا، لیکن قحط کی بدولت بنی یعقوبؑ کو مصرؔ ہجرت کرنی پڑی۔ آپؑ کے بیٹے یوسفؑ ایک عظیم رہنما تھا۔ لیکن آپؑ وفات کے بعد فراعنہ نے ظلم کا راستہ اِختیار کرتے ہوئے آلِ ابراہیمؑ کو غلام بنالیا۔ ۴۰۰ سال تک وہ اللہ کی طرف سے ایک نجات دہندہ کا اِنتظار کرتے رہے۔ آخر کار اُس نے موسیٰؑ کو معبوث فرمایا، آپؑ نے فرعون سے کہا، "اللہ فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ بیابان میں میرے لئے عید کریں۔"[۲۷] (۲۷ خروج ۵:۱) فرعون نے اپنی بُرائی کی بدولت اِنکار کر دِیا۔ اللہ تعالیٰ نے مصرؔ پر ۱۰ آفتیں بھیجیں یہاں تک کہ فرعون میں مزید مزاحمت کی سکت باقی نہ رہی۔

آلِ ابراہیمؑ بحیرۂ قلزم کو پار کر کے بیابان میں پہنچے۔ لیکن اُنہوں وہاں شکایت اور بغاوت کی، جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر اُس ملک میں داخل نہ ہو پائے جس کا حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا گیا تھا۔

یہ زمین کہاں تھی؟ توراۃ اِس کی درست نشاندہی کرتی ہے۔ "مَیں بحرِ قلزم سے لے کر فلستیوں کے سمندر تک اور بیابان سے لے کر نہرِ فرات تک تیری حدیں باندھوں گا"[۲۸] (۲۸ خروج ۲۳:۳۰-۳۱)

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ [۲۹] (۲۹ یشوع) نے آلِ ابراہیمؑ کی قیادت سنبھالی اور ارضِ موعودہ کو فتح کرنے کے بعد اُنہیں وہاں بسایا۔ وہ یریحوؔ کے فصیل دار شہر کے سامنے آئے، فوج نے اُس کی دیواروں پر حملہ نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے گرا دِیا۔ اِس کے بعد کئی لڑائیاں ہوتی رہیں مگر اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ لوگوں کو ارضِ موعودہ عطا کی۔ بعد کی نسلوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شموئیلؔ [۳۰] (۱۔سموئیل نبی) اور سمسونؔ جیسے انبیاء اور قضاۃ کو برپا کیا۔ آگے چل کر بنی اِسرائیلؔ نے ایک بادشاہ کا مطالبہ کیا۔ گو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خبردار کیا کہ ایک اُن زندگی کو مشکل بنا دیگا۔ ساؤلؔ پہلے بادشاہ ہوئے، داؤدؔ اور پھر سلیمانؑ۔ اِن کے بعد بھی کئی بادشاہ برپا ہوئے۔

عیسیٰؔ المسیح کے دَور سے قبل آلِ ابراہیمؑ نے ارضِ موعودہ میں کئی جنگیں لڑیں۔ کبھی تو اللہ نے اُنہیں تلوار کے دم پر لڑنے کا حکم دِیا اور کبھی اُن کے دشمنوں کو معجزانہ طور پر شکست دی۔

سلیمانؔ بادشاہ کے دورِ میں وہ وعدہ پورا ہوا کہ آلِ ابراہیم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حدود کے اندر امن اور خوشحالی سے لطف اندوز ہوں گے۔ جنگ کبھی بھی اُن حدود سے آگے نہیں بڑھی۔

عیسیٰؔ کی آمد کے بعد اللہ کی بخشش کا وعدہ حضرت ابراہیمؑ کی طبعی اولاد سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اب اللہ اپنی حضوری کی محض حضرت ابراہیمؑ کی طبعی اولاد تک محدود نہیں رکھے گا۔ اُس کا عظیم مقصد تمام نسلوں، زبانوں اور ملکوں کے لوگوں کو گناہ کی معافی کی پیشکش کرنا تھا۔

اللہ کی بادشاہت روحانی ہے۔ عیسیٰؔ نے فرمایا، ”میری بادشاہی اِس دُنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی دُنیا کی ہوتی تو میرے خادِم لڑتے تا کہ مَیں یہودیوں کے حوالہ نہ کِیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں۔“ [۳۱] (۳۱ یوحنا ۱۸:۳۶) انجیل کے مطابق اللہ کی بادشاہی کی کوئی سیاسی یا جغرافیائی سرحدیں نہیں ہیں۔ اُس کے پاس فوج اور ہتھیار بھی نہیں ہیں۔ زمین پر اُن کے کوئی بھی موعودہ سرزمین نہیں ہے۔ عیسیٰؔ نے اِسے اِس طرح سے بیان کیا، ”۔۔۔ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے! کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔“ [۳۲] (۳۲ لوقا ۱۷:۲۱)

عیسیٰؔ کے اِس بنیادی خیال نے مذہبی رہنماؤں کو چونکا دِیا۔ سیکڑوں سالوں سے وہ بحیرۂ رومؔ سے لے کر صحرا تک اپنی ارضِ موعود کا تصور ہی کر پائے تھے۔ اُن میں سے کچھ تلوار کے ذریعے بھی اپنی سرزمین کا دِفاع کرنے کو تیار تھے۔ کچھ بنیاد پرست چاہتے تھے کہ دہشت گرد حملوں سمیت کسی بھی طرح سے رُومیوں کو باہر کر دیں۔

اِنجیل میں اِس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ عیسیٰؔ یہودی یا رُومی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اِس کے برعکس۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہودیوں کو جزیہ ادا کرنا چاہیے یا نہیں تو آپ نے جواب دِیا، ”یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا قیصر کا۔ اس پر اُس نے اُن سے کہا پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔“

اِنجیل کہیں بھی مسیحیوں کو طبعی ہتھیار اُٹھانے اور صلیب کے نشان کے تحت لڑنے کی ہدایت نہیں دیتی۔

عیسیٰؔ کی گرفتاری کی رات آپ کے دوست پطرسؔ نے تلوار کے ذریعے آپ کا دِفاع کرنے کی کوشش کی اور ایک آدمی کا کان کاٹ دِیا۔ عیسیٰؔ

نے معجزانہ طور پر اُس آدمی کے کان کو دوبارہ ٹھیک کر دیا اور پطرسؔ کو حکم دِیا کہ، ''تلوار کو میان میں رکھ۔''[۳۳] ([۳۳] یوحنا ۱۸: ۱۰) یہاں رُکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یہ ایک فیصلہ ساز نکتہ تھا۔ عیسیٰؔ کی سرزنش کے بعد آپ کے کسی بھی ساتھی نے عقیدے کی حفاظت کے لئے تشدد کا استعمال نہیں کیا۔

صلیبی جنگوں کا کیا؟

عیسیٰؔ المسیح کے آمد کے ایک ہزار سال بعد رُومؔ میں مذہبی سیاست کا ایک نظام رائج ہوا جسے پاپائیت کہا جاتا ہے۔ رومن کیتھولک پوپ ایک بین الاقوامی جماعت کے سربراہ بن گئے۔ اُن کے نظام میں اِنجیل کی تعلیمات سے تجاوز کر کے اِنسانی سیاست وروایات کو شامل کیا گیا۔ جیسے ہی اِسلام شمالی افریقہؔ، فلسطینؔ اور مشرقِ وسطیٰ میں پھیلنا شروع ہوا، یورپ کے لوگ پریشان ہونے لگے۔ اگر مشرقِ وسطیٰ میں خلافت کے ماتحت مسلم افواج مرکزی رومن کیتھولک علاقوں کو دھمکانے لگیں تو کیا ہوگا؟ مزید برآں پوپ اور اُن کے حکام مقدس مقامات کو زِیارت کے لئے کھلا رکھنا چاہتے تھے۔ اُس وقت مذہبی اور سیاسی قوتیں ایک خوفناک طوفان کی طرح اُبھرنے لگیں جس نے اپنے راستے میں آنے والے ہر چیز کو تہس نہس کر دیا۔

مَیں عیسیٰؔ اور اِنجیل کے پیروکار کے طور پر رقمطراز ہوں، نہ کہ پوپ یا مذہبی حکومت کے پیروکار کے طور پر۔ ۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۱ء کے درمیان ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہنے والے کیتھولک اور مسلمانوں کے طرزِ عمل پر تنقید کرنے کے بجائے، مَیں ایک سادہ سی سچائی کی جانب توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ اِنجیل کہیں بھی مسیحیوں کو طبعی ہتھیار اُٹھانے اور صلیب کے نشان کے تحت لڑنے کی ہدایت نہیں دیتی۔ جبکہ انفرادی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو برے خطرات سے یکساں طور پر محفوظ رکھیں، اللہ کی بادشاہی قومی حدود سے کہیں بڑھ کر ہے۔ عیسیٰؔ کی کوئی زمینی فوج نہیں ہے۔ عیسیٰؔ کی خوشخبری کلام اور محبت کے ذریعے ایک سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتی ہے۔

دوم، چونکہ رُومی صلیبیوں نے القدسؔ کو اپنی زِیارتوں کے لئے ایک مقدس شہر کے طور پر محفوظ رکھنا اِنتہائی ضروری سمجھا، خود عیسیٰؔ نے اِس خیال کو مسترد کیا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا آپ نے فرمایا کہ حقیقی روحانی عبادت کسی خاص شہر یا پہاڑ پر منحصر نہیں ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ صلیبی جنگوں نے نہ صرف زندگیوں اور شہروں کو تباہ کیا بلکہ مسلمانوں میں عیسیٰؔ کی ساکھ کو بھی داغدار اور کلیسا کو بہت رُسوا کیا۔

تمام مسیحی غلط نہیں تھے۔ فرانسسؔ اسیسیؔ نے مصرؔ کا سفر کیا جہاں اُس نے اِس اُمید پر خلیفہ سے ملاقات کی کہ میدان جنگ کے شدید تصادم کے بجائے پرامن مذاکرات سے کام لیا جائے۔

سولہویں صدی میں مارٹن لوتھرؔ نے لکھا: ''اگر مَیں ایک سپاہی ہوتا اور میدانِ جنگ میں کسی پادری کا جھنڈا یا صلیب دیکھتا، چاہے اُس پر عیسیٰؔ کی شبیہ ہی کیوں نہ ہوتی، مَیں اسے دیکھ کر ایسے بھاگتا جیسے شیطان میرا تعاقب کر رہا ہے۔''[۳۴] ([۳۴] Martin Luther, *On War Against the Turk*, 1528.)

وہ صلیبی جنگوں کو اللہ تعالیٰ کی توہین سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ فوجیوں کو صلیبی جنگوں میں لڑنے سے اِنکار کرنے کا حق ہے کیونکہ روحانیت اور لادینیت کا غلط مرکب ہیں۔

منصفانہ طور پر، مَیں یہ بتانا چاہوں گا حال ہی میں یعنی اکیسویں صدی میں، پوپ جان پاؔل دوم چرچ کے نام پر ہونے والے تمام تشدد کے لئے معافی مانگی ہے۔''

ہم معاف کرتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں۔ ہم مسیحیوں کے درمیان تفریق، تشدد کے اِستعمال جو کچھ لوگوں نے سچائی کی خدمت کے لئے کیا، اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بداعتمادی اور دُشمنی کے رویوں کے لئے معافی چاہتے ہیں۔[۳۵]

([۳۵] "Homily of the Holy Father", "Day of Pardon", Sunday, 12 March 2000, https://w2.vatican.va/content/john-paul-ii/en/homilies/2000/documents/hf_jp-ii_hom_20000312_pardon.html, accessed February 2018.)

اِس معذرت کو پڑھنے کے بعد مَیں رومن کیتھولک کے مظالم ڈھانے کے اعتراف کی تعریف کرتا ہوں۔ مَیں اُن کی معافی کی درخواست کا بھی معترف ہوں۔ تاہم مجھے زیادہ خوشی ہوگی اگر ایک دیانتدارانہ اعتراف سامنے آئے کہ رومن کیتھولک نصاب اِنجیل سے بھٹک گیا ہے اور اِس کے بجائے روایات کو مقدس تصانیف کے ساتھ برابری کے بنیاد پر جاری رکھے ہوئے ہے۔

چوتھا باب

النساء سورہ ۴

یتیم اور بیویاں (سورہ ۴:۳)

جنگ میں صرف فوجی ہی ہلاک نہیں ہوتے ۔میدان جنگ میں مارے جانے والے باپ شوہر اور اپنے پیچھے بچے اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔مزید برآں ،بعض اوقات فاتحین جنگ میں اپنے قیدی یا مقتول دُشمنوں سے اُن کی عورتوں اور بچوں کو چھین لیا کرتے تھے۔قرآن میں طرح کے لوگوں کی دیکھ بھال کا حل پیش کیا گیا ہے۔

اور اگر تم یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو، اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو یا جو لونڈی تمہارے ملِک میں ہو وہی سہی ، یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قریب ہے۔

تعدادِ ازدواج (دو سے زیادہ افراد کے مابین شادی) کی قرآنی شرائط چار بیویوں سے زیادہ نہیں ہے اور ہر ایک کے ساتھ یکساں اور منصفانہ سلوک کیا جانا چاہیے۔

آج بھی کچھ سوالات اُٹھائے جاتے ہیں کیا مسلمان مرد لونڈیاں رکھ سکتا ہے۔غلام رکھنے کے امکان کے متعلق بھی سوالات سر اُٹھاتے ہیں۔ مرد اور عورتیں فطری طور پر ایک دوسرے کے لئے کشش رکھتے ہیں۔ دُنیا کے آغاز سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔مزید برآں اللہ تعالیٰ نے پہلی شادی کا حکم باغِ عدن میں دِیا جس میں اُس کا ''ہدایت نامہ'' بھی شامل کیا گیا تھا۔

اِس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی بیوی سے مِلا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے۔اور آدم اور اُس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔[1] (توراۃ شریف، پیدائش ۲:۲۴۔۲۵)

دَور اول کی پاکی کے متعلق ایک انتہائی خوبصورت بات یہ ہے کہ آدمؑ اور حواؑ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھ سکتے تھے۔اور ہر کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔بالکل بھی نہیں۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ علیہم السّلام یگانہ شریکِ حیات تھے۔آپ علیہم السّلام کے کئی بچے تھے لیکن توراۃ میں ایسا کہیں نہیں آیا کہ حضرت آدمؑ نے کوئی دوسری بیویاں یا لونڈیاں رکھی تھیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اِس کی وجہ شاید یہ تھی کے اردگرد کی تمام عورتیں تو آپؑ کی بیٹیاں تھیں۔ لیکن اللہ کی طرف سے حضرت آدمؑ وحواؑ علیہم السّلام کو دی گئی ہدایات ایک شوہر اور ایک بیوی کا ذِکر کرتی ہیں۔

آدمؑ اور حواؑ علیہم السّلام نے بعد میں ہونے والی شادیوں کے لئے ایک نمونہ قائم کیا۔حضرت نوحؑ ایک پہ بیوی کو لے کر کشتی میں داخل ہوئے ۔حضرت ابراہیمؑ تاحیات اپنی بیوی حضرت سارہؑ سے محبت کرتے رہے جب تک کہ موت نے اُنہیں جدا کر دِیا۔حضرت یعقوبؑ کے ساتھ دھوکہ ہوا جس کی وجہ سے آپؑ حضرت لیاہؑ کے ساتھ رشتہ اَزدواج میں منسلک ہوگئے ۔آپؑ نالاں ہوئے اور بعد میں آپؑ نے

اُن کی بہن حضرت راخلؔ سے نکاح کیا جن وہ سچی محبت کرتے اور پہلے شادی کرنا چاہتے تھے۔ آپؑ کے بیٹے یوسفؑ کو اُن کے بھائیوں نے بطورِ غلام مصرؔ میں بیچ دِیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو برکت بخشی اور آپؑ فرعون کے ماتحت ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائض کئے گئے۔ توراۃ بیان کرتی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بھی مصرؔ میں ایک خاتون سے شادی کی۔

یک زوجیت سے کثیر ازدواج کی طرف ایک بڑی تبدیلی حضرت سلیمانؑ کے ساتھ آئی۔ آپؑ نے اپنے ملک سمیت پڑوسی ممالک سے سات سو بیویاں اور تین سو لونڈیاں کیں۔[۲] (۲صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، ا۔سلاطین ۱۱:۳) غالباً آپؑ ہر لمحہ اپنی زندگی سے لطف اندوز ہوئے، لیکن یہ سب آپؑ کو اِنتہائی مہنگا پڑا کیونکہ اُنہوں نے آپؑ کے دِل کو آپؑ کے ربّ سے پھیر دِیا۔

سلیمانؑ کے بعد بنی اِسرائیل کے بہت سے بادشاہوں نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں۔ آخرکار بیرونی قوتوں نے اُن کی سرزمین پر قبضہ کر کے اُنہیں فتح کر لیا۔ بیت لحم میں عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت تک، رُومی بحیرۂ رُومؔ کی تقریباً تمام زمین پر قابض ہو چکے تھے۔ شاہی سلسلہء سلاطین ہمیشہ کے لئے اِختتام پذیر ہوا اور ساتھ ہی اُن کے متعدد بیویاں رکھنے کے ایام بھی ختم ہو گئے۔

یہ سوچ کر کہ عیسیٰؑ شادی کے بارے میں کیا فرمائیں گے، یہودی رہنما آپ کے پاس ایک سوال لے کر آئے۔ ''کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو طلاق دینا روا ہے؟''[۳] (۳اِنجیلِ مقدس، متی ۱۹:۳) یہ مذہبی رہنما عیسیٰؑ کو اپنے دام میں پھنسانا چاہتے تھے۔ اگر آپ یہ کہتے کہ جائز ہے تو وہ آپ پر طلاق کی حمایت کا اِلزام لگا دیتے، اگر آپ کہتے کہ جائز نہیں ہے، تو وہ آپ پر اِلزام لگاتے کہ آپ حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اُنہیں سچائی جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ صرف عیسیٰؑ کو لوگوں کے سامنے نیچا دِکھانا چاہتے تھے۔

عیسیٰؑ نے اُن کے جال سے بچتے ہوئے فرمایا،

تُم نے نہیں پڑھا کہ جس نے اُنہیں بنایا اُس نے اِبتدا ہی سے اُنہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اِس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے؟ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اِس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اُسے آدمی جدا نہ کرے۔ (۴اِنجیلِ مقدس، متی ۱۹:۴۔۶)

غور کیجیے عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آدمؔ و حواؔ علیہم السّلام دی گئی شادی اولین ہدایت کا اِقتباس کیا۔ ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرتا ہے۔ جیسے کسی خراب کمپیوٹر کو دوبار شروع کرتے ہیں، ایسے ہی عیسیٰؑ نے بھی شادی کے سوال کو دوبارہ شروع کیا؟ طلاق؟ اچھی نہیں کثرتِ ازواج؟ اصل نمونہ میں موجود نہیں۔ دو افراد اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کو مکمل بناتے ہیں۔ تصور کیجیے یہ تصویر کتنی خوبصورت ہو گی۔ تعجب نہیں کہ ہر سال محبت کے گیتوں، رومانوی فلموں اور کتابوں اور (بے شک) مَردوں اور اُن کی خوبصورت دلہنوں کے مابین شادیوں میں اربوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔

ضرورتمندوں کے ساتھ اِنصاف (سورہ ۴:۹۔۱۰)

قرآن مجید نے یتیموں کی ضروریات پر خصوصی توجہ دی ہے۔ سورہ ۴:۹۔۱۰ کہتی ہے:

اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اپنے بعد چھوٹے چھوٹے ایسے بچے چھوڑنے والے ہوں جن کی انہیں فکر ہو تو پھر ان لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں، اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دَور میں مدینہ میں، عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد کو بے سہارا چھوڑ دِیا گیا تھا کیونکہ اُن کے مَرد جنگ میں مارے گئے تھے۔ اُن تمام ضرورتمند عورتوں اور بچوں کا کیا ہوا؟ قرآن نے اُن کی دیکھ بھال کے لئے اُصول قائم کئے ہیں۔ اُنہیں بھوکا چھوڑنے کے بجائے، معاشرہ (اُمت) کو اُن کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنا چاہیے، اور اُنہیں اُن کے صلبی باپوں سے وراثت حاصل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ تاہم، اِسلام ہرگز یتیموں کو گود لینے کی اِجازت نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خاندان کسی بچے کو اپنے ساتھ لے بھی جائے، وہ بچہ اُس کے خاص مہمانوں میں سے ہوگا، لیکن صلبی بچوں کے برابر ہرگز نہیں سمجھا جائے گا۔

جنسی بے حیائی کی سزا (سورہ ۴: ۱۵۔۱۶)

قرآن میں بہت سے حوالے ہیں جو معاشرے میں شرعی قانون نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ سورہ ۴: ۱۵۔۱۶ جنسی بدسلوکی سے نمٹنے کے لئے واضح ہدایات دیتی ہے۔

اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے ان پر اپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا پھر اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو دو اشخاص بدکاری کریں، تو ان کو تکلیف دو پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اِتنے سال ایشیا میں قیام کے دوران، مَیں نے جانا کہ اکثر لوگ مغربی ثقافت کو فحش، بے حیائی کی اجازت دینے والی ایک اِنتہائی غیر اخلاقی ثقافت مانتے ہیں۔ مَیں یقینی طور پر سمجھ سکتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے۔ مغرب میں آنے والی جنسی انقلاب نے لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دے کر اَخلاقی پابندیوں کو پامال کیا ہے۔ پیدائش روکنے کے طریقوں اور اِسقاطِ حمل نے حاملہ ہونے کے ڈر کو بھی ختم کر دِیا ہے۔ ٹیلی ویژن، فلمیں اور گانوں میں اِس قسم کے کاموں کی تشہیر کر کے اُنہیں قابل تعریف بتاتی ہیں۔ ہالی ووڈ میں زیادہ تر لوگ ہم جنس پرستی، طلاق، زِنا شادی سے پہلے جنسی تعلقات، جنسی بے راہ روی اور نشے کی لت کو سراہتے ہیں۔ ایک اَخلاقی شخص مغرب کے بارے میں کیا سوچتا ہے جب وہ اُس کے جنسی طور پر بگڑی ہوئی ثقافت پر نظر کرتا ہے؟ میرے مسلمان دوست ایسے معاشرے میں جنسی اخلاقیات کے نقصان کی بجا طور ہر مذمت کرتے ہیں جسے وہ تاریخی طور پر ''مسیحی'' مانتے ہیں۔

جیسے جیسے مغربی پہناوے، تفریحی سرگرمیاں اور طرزِ عمل مسلم دُنیا میں سرایت کرتے جا رہے ہیں، پرہیزگار لوگ زیادہ سے زیادہ پریشان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جنسی بے راہروی مہلک سرطان کی طرح پھیل کر، ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے اور اللہ سے دُور کرتا جا رہا ہے۔

اِن دوآیا میں قرآن جنسی بے حیائی کی سزا کے بارے میں بیان کرتا ہے،لیکن سزا کی طریقے کے بارے میں تفاصیل فراہم نہیں کرتا۔توراۃ پر نظر کریں تو وہ ایک قدیم سزا کا ذِکر ملتا ہے۔

اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زِنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیے جائیں۔[۵] (توراۃ شریف،احبار۲۰:۱۰)

اللہ کے اِنصاف کے مطابق زِنا کی سزا موت ہے۔ ہر طرح کی جنسی بے حیائی بڑے نقصان دہ گناہ کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ گھرانوں اور آنے والی نسلوں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔تو بھی لوگ اپنے آپ پر قابو نہ رکھتے ہوئے چند لمحوں کی لذت کی خاطر شہوت کے اِس جال میں پھنس جاتے ہیں اور اپنی دہائیوں کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔کیا کوئی اُمید ہے؟ توراۃ یا قرآن کے زمانہ سے اِنسانی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔اکیسویں صدی کے اِنسان بُری طرح سے ناکام ہو رہے ہیں۔

اِنجیل کیا بیان کرتی ہے؟ ہمیں یہاں اب تک کی سب سے غیر معمولی کہانی دیکھنے کو ملتی ہے۔ایک صبح عیسیٰؔ حسب عادت لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے ہیکل میں گئے،مذہبی رہنما اُس دِن بھی عیسیٰؔ کو کسی طور سے پھنسانے کے درپے تھے۔وہ صحن میں سب کی آنکھوں کے سامنے ایک عورت کو پکڑ کر لائے۔

اِس منظر کو آسانی سے تصور کیا جا سکتا ہے۔باریش بزرگ جو اُسے گھیرے کھڑے تھے آنکھوں میں غصہ اور جذبات لئے،خون دیکھنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔وہ عورت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی،اُس کا سر جھکا ہوا تھا اور خوفزدہ آنکھوں سے زمین کو گھور رہی تھی۔سارا ہجوم خاموشی سے اُس کے اِردگرد اکٹھا ہو گیا۔وہ دم بخود تھے کہ عیسیٰؔ اِس معاملے پر کیا کہیں گے۔

"ہم نے اِسے عین فعل کے وقت پکڑا ہے!" رہنماؤں نے اِصرار کیا۔"شریعتِ موسوی تو اُسے سنگسار کرنے کا حکم دیتی ہے۔"

عیسیٰؔ چپ چاپ زمین پر بیٹھے رہے۔آپ اُنگلی سے زمین پر کچھ لکھنے لگے۔ہجوم منتظر کھڑا تھا۔عورت سزا کا اِنتظار کر رہی تھی۔

تعجب کی بات تھی کہ مذہبی رہنما ایک اہم شخص کو لانا بھول گئے تھے۔ زِنا تو دو لوگ کرتے ہیں۔لیکن زِنا میں ملوث آدمی کہاں تھا؟ کیا شریعتِ موسوی نے دونوں مجرمان کو سزا دینے کا حکم نہیں دِیا؟ شاید کسی نے اِس بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

چند لمحوں کے بعد عیسیٰؔ نے اُس عورت پر اِلزام لگانے والوں پر نظر کی اور فرمایا،"جو تم میں بے گناہ ہو وہ پہلے اُس کے پتھر مارے"۔[۶] (اِنجیلِ مقدس،یوحنا۸:۷)

مذہبی رہنماؤں کی بولتی بند ہو گئی بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک سب وہاں منہ چھپا کر نکل گئے۔

کیا کوئی باقی بچا ہے جو تجھ پر اِلزام لگائے؟ عیسیٰؔ نے پوچھا۔عورت نے جواب دِیا کہ کوئی نہیں۔عیسیٰؔ نے جواب دِیا،مَیں بھی تجھ پر حکم نہیں لگاتا جا پھر گناہ نہ کرنا۔

مسلمان دوستوں سے بات چیت کے دوران مجھ سے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ،"کیا مسیحیت بہت آسان نہیں ہے؟ بس گناہوں کا اعتراف کر لو اور باہر جا کر پھر سے گناہ کر لو۔"

اِس کے برعکس عیسیٰؔ نے اُس زانیہ کو صحیح جواب دیا۔

''جا پھر گناہ نہ کرنا''۔

یہاں ہم ایک نازک موڑ پر آ کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا عیسیٰؔ جنسی برائی کو نظر انداز کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ایک اور موقع پر عیسیٰؔ نے فرمایا کہ کسی دوسرے کی طرف بُری خواہش سے دیکھنا بھی بالکل زِنا کرنے کے مترادِف ہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں، خالق برحق کی نظر میں پوشیدہ خیال بھی اُتنا ہی بُرا ہے جتنا کہ ظاہری عمل۔ عیسیٰؔ کی پاکیزگی کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

تو کیا وجہ تھی کہ آپ نے عورت کو بغیر سزا دیے ہی جانے دِیا؟ کیا آپ اُسے سنگسار نہیں کر سکتے تھے؟ کیونکہ آپ ہی تو بے گناہ تھے؟ اِشعیاہؔ نبی گناہ کی سزا کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنیادی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھایل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تا کہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ [۷](اشعیاہ ۵۳:۵)

گویا اللہ کے برّہ عیسیٰؔ المسیح نے اُس سنگلاخ راہ پر قدم رکھ دِیا جس سے کے پتھروں سے اُس گنہگار عورت کو سنگسار کیا جانا تھا۔ اُس عورت کے زخم آپ کے زخم ہوئے اور اُس کی سزا آپ نے سہی۔

تو کیا یہ راہ جنسی بے راہروی کی اِجازت دیتی ہے؟ کیا یہ ایک جنسی بیمہ نامہ خریدنے کی طرح ہے تا کہ ہم بِنا کسی درد یا تکلیف کے جنسی تعلقات کو جاری رکھ سکیں؟ کیا یہ کسی بچے کو یہ بتانے کے مترادِف ہے کہ وہ آگ سے کھیل سکتا ہے وہ اُسے ہرگز نہیں جلائے گی۔ کیا یہی وجہ ہے کہ ''مسیحی مغرب'' اِتنا زیادہ بگڑ چکا ہے؟

نہیں۔ جنسی گناہ کے نتائج اِسی زندگی میں بھگتنا پڑتے ہیں۔ اِس کے نتائج جنسی امراض، اِسقاطِ حمل، ناپسندیدہ بچے، خود اعتمادی کا کھونا اور تباہ شدہ ساکھ ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں اِنجیل محبت کے ساتھ لوگوں کو خبردار کرتی ہے کہ جنسی گناہ — اور اِس سے وابستہ تمام گناہ — کا انجام بلآخر اللہ تعالیٰ سے علیحدگی ہی ہے۔ ہمیں آزادی کی وہ اُمید تلاش کرنے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دینا چاہتا ہے۔

شوہروں کو بیویوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے (سورہ ۴:۳۴)

شادی کی تعریف کیا ہونی چاہیے؟ کیا یہ کوئی کاروباری شراکت ہے، بچے بنانے کا کارخانہ ہے؟ لوگوں کے ایک ساتھ رہنے کے لئے کوئی سرائے ہے؟ شادی میں حاکمیت کس کی ہے؟ سورہ ۴:۳۴ کہتی ہے۔

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، پھر نیک عورتیں تابعدار ہوتی ہیں کہ مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی مدد سے (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں، اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور بستر میں انہیں جدا کر دو اور مارو، پھر اگر تمہارا کہا مان جائیں تو ان پر الزام لگانے کے لیے بہانے مت تلاش کرو، بے شک اللہ سب سے اوپر بڑا ہے۔

یہ آیت گھر میں مرد کی مضبوط حیثیت کو بیان کرتی ہے۔ اُسے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے اِختیار میں رکھے، یہاں تک کہ کبھی کبھار اُسے اُس کی نافرمانی کی سزا پیار سے باز رہ کر یا پیٹ کر ہی کیوں نہ دینی پڑے۔

جب مَیں دُنیا کی شادیوں پر نظر کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کیا محبت کا شادی کوئی تعلق ہے؟ گزشتہ صفحات میں ہم نے عیسیٰؑ کی جانب سے پیش کردہ ایک پیار کرنے والے شوہر اور بیوی کے متعلق دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیویوں کو حکم دِیا ہے کہ وہ عیسیٰؑ المسیح کی تعظیم کرتے ہوئے ایک دوسرے سے وفادار رہیں۔ وہ شوہروں کو ایک انتہائی عزت دار اور بے لوث محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بے غرض محبت کے تحت شوہر اپنی بیویوں کے لئے جان دینی چاہیے۔ محض رہائش اور خوراک کی فراہمی سے کہیں بڑھ کر شوہر کو اپنی بیوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات کی طرح پورا کرنا چاہیے۔[۸] ([۸] اِفسیوں ۵:۲۲-۳۳)

نا قابلِ یقین!؟ نا قابل عمل!؟ ایک مرتبہ مَیں نے فلم دیکھی جس میں ایک شوہر اپنے لئے ایک کشتی خریدنے کی غرض سے بیس ہزار ڈالر کی بچت کرتا ہے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اِس کے لئے وہ خود کا ہی مقروض ہے کیونکہ اُس نے بطور فائر مین سخت محنت اور جان لیوا خطرے کا سامنا کیا تھا۔ اِسی دوران اُس کی بیوی کے بوڑھے باپ کو اپنے گھر کے لئے ایک طبی بستر کی ضرورت پڑ گئی۔ جس کی قیمت بھی بیس ہزار ڈالر ہی تھی۔ مہینوں تک اُس کے شوہر نے خودغرضی کے ساتھ اپنی نئی کشتی کا خواب دیکھا اور ایک بار بھی اُس رقم کو نیا بستر خریدنے کے لئے اِستعمال کرنے کے بارے میں نہیں سوچا۔ اُس کے اپنی ذات کو اولیت دینے کی وجہ سے اُس کی بیوی غمزدہ ہوگئی۔ آخرکار اُس نے کام پر ایک شخص کے ساتھ دوستی کرلی اور اپنے شوہر کو چھوڑنے کے متعلق سوچنے لگی۔ جب اُسے احساس ہوا کہ اُس کی شادی کس قدر متاثر ہوگئی ہے تو اُس نے توبہ کی۔ اُس نے سب پہلے جا کر چپکے سے اپنے سسر کے لئے بیس ہزار ڈالر سے نیا بستر خریدا۔ جب اُس عورت کو اپنے شوہر کی محبت بھری قربانی کے بارے میں پتا چلا تو اُس کے دِل میں بھی اُس کے لئے دوبارہ محبت جاگ اُٹھی۔

گمراہی میں تجارت (سورہ ۴:۴۴)

جس دور میں محمدﷺ عرب میں رہتے تھے، اُسی دور میں ہندو اور بدھ مت کے پیروکار وہاں سے ہزاروں کلومیٹر دُور مشرق میں رہتے تھے۔ چھٹی صدی میں اُن کا عربوں سے بہت ہی کم رابطہ تھا۔ لیکن بہت سے اہلِ کتاب (یہودی اور مسیحی) مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ میں آباد تھے۔ وہ قافلوں کے ساتھ باقاعدہ رابطے میں رہتے تھے۔ وہ صحراؤں اور ساحلی خطوں میں پھیلے دیہاتوں میں آباد تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ بعض لوگ گمراہی کو فروغ دے رہے تھے۔ سورہ ۴:۴۴ ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کچھ حصہ کتاب سے ملا ہے وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کردو۔''

یقیناً کچھ واقعی ایسے ہی تھے! تاریخ بتاتی ہے کہ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کے برخلاف بہت سے لوگ طرح طرح کے عجیب وغریب خیالات میں بھٹک گئے تھے۔ مثلاً بعض نے یہ تعلیم دی کہ عیسیٰؑ المسیح نے شادی کی تھی اور آپ کے بچے بھی تھے۔ دوسروں نے مقدسہ مریمؑ کو ولیہء فائقہ کے درجے پر پہنچا دِیا اور آپ سے اور دیگر مردہ مقدسین سے دُعائیں مانگنا شروع کردیں۔

غلطیاں تب ہی ہوتی ہیں جب سچائی موجود ہوتی ہے۔ اگر اصلی پیسہ نہ ہوتا تو جعلی پیسے کا کوئی وجود ہی نہ ہوتا۔ ریاضی میں ایسی کوئی غلطی نہ ہوتی، جیسے ۲ اور ۲ مل کر ۵ ہوتے ہیں، جب تک کہ یہ سچائی وجود نہ رکھتی کہ ۲ اور ۲ مل کر ۴ ہوتے ہیں۔ غلطیاں سچائی کے وجود کو ثابت کرتی ہیں۔ اگر چہ یہودیوں اور مسیحیوں میں مختلف خامیاں موجود ہیں لیکن اِس سے توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کی صحت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ورنہ قرآن اہلِ کتاب کو یہ ہدایت کیوں دیتا کہ وہ اپنی کتاب پر بھروسہ کریں۔

نا قابلِ معافی گناہ (سورہ ۴:۴۸)

نا قابلِ معافی گناہ کیا ہے؟ نہ تو قتل۔ نہ زِنا۔ نہ چوری۔ نہ کسی کے اِنسانی حقوق کی خلاف ورزی۔ اِس قرآنی آیت کے مطابق بت پرستی یا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ایک نا قابلِ معافی گناہ ہے۔

بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھہرائے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے، اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

یہودی اور مسیحی اِس بات سے اِتفاق کرتے ہیں کہ بت پرستی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ آخر اِس بھیانک گناہ کا مرتکب کون ہے؟

ہم جانتے ہیں کہ مکّہ کے لوگ محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے بھی اللہ سے واقف تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے والد کا نام عبداللہ تھا اللہ کی اِصطلاح حضرت محمد ﷺ کی آمد سے سیکڑوں سال پہلے کی دستاویز میں بھی موجود ہے۔[۹] (۹ "The Arabic & Islamic Inscriptions: Examples Of Arabic Epigraphy", http://www.islamic-awareness.org/History/Islam/Inscriptions/, accessed February 2018.) مشرکینِ عرب کا ماننا تھا کہ اللہ سب سے بڑا معبود ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے خود یہ تعلیم دی کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور اِسماعیل علیہم السّلام نے مکّہ کے عین وسط میں تعمیر کیا تھا، جو کہ عربوں کا مرکزی علاقہ ہے۔ اگر ایسا تھا، تو عرب زمانہءقدیم سے اللہ کے بارے جانتے تھے۔ پھر بھی اُنہوں کعبہ کو بتوں سے بھر دِیا۔ اگر وہ بارے میں جانتے ہوئے بھی بت پرستی کرتے تھے تو کیا وہ نا قابلِ معافی گناہ کے مرتکب نہیں تھے؟

آیئے ذرا اِس پر غور کرتے ہیں۔ اگر مکّہ والوں نے اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسرے معبود بھی بنا رکھے تھے تو اللہ اُنہیں کیسے معاف کر سکتا تھا؟

شاید اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مشرک کو معاف نہیں کرے گا جو حضرت محمد ﷺ کا پیغام سننے کے بعد بھی بتوں کی پیروی کرتا ہے۔ لیکن اِس صورت میں قرآن بت پرستوں کو توبہ کرنے کے لئے کیوں کہتا ہے اگر اُنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تنبیہ سننے کے بعد بھی یہ نا قابلِ معافی گناہ کیا ہے؟

اُن مسیحیوں کا کیا جن پر عیسیٰ کو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا بنانے کا الزام ہے؟ اگر کچھ مسیحی واقعی دو یا تین یا اِس سے بھی زیادہ معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تو کیا اِس مطلب یہ ہے کہ اُنہیں کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا؟ اگر ایسا ہے تو پھر اُنہیں بار بار توبہ کی طرف کیوں بلایا جاتا ہے؟

یہ آیت یہ سمجھ پانا بہت مشکل بنا دیتی ہے کہ کون معافی کے قابل ہے۔ اگر کسی نے کبھی کوئی جھوٹا معبود بنا کر اُسے اللہ کے برابر یا اُس سے بھی بلند درجہ کیا ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدھا جہنم میں جائے گا چاہے وہ کتنی بھی توبہ کرنے کی کوشش کرے۔

مسیحیوں کا بھی ماننا ہے کہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی کوئی معافی نہیں ہے۔ عیسیٰؑ نے اِس کے متعلق بیان فرمایا، ''اِس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائے گا۔''[۹۱] (۹ اِنجیلِ مقدس، متی ۱۲:۳۱) یہاں عیسیٰؑ نے ایک آدمی سے بدروحیں نکالیں اور مذہبی رہنماؤں نے آپ پر شیطان کی طاقت سے بدروحیں نکالنے کا اِلزام لگایا۔ اُنہوں نے عیسیٰؑ میں اللہ کی روح کو معجزات کرتے دیکھنے سے اِنکار کر دِیا۔ اُنہوں نے اللہ کی روح کی مخالفت کی جس نے اُنہیں عیسیٰؑ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ لہٰذا عیسیٰؑ فرما رہے ہیں کہ اللہ ایسے لوگوں پر اپنا فضل جاری نہیں کر سکتا جو اُس کی روح کے خلاف ہیں۔ ایک سنگدل شخص معافی سے اِنکار کرتا ہے۔ ایک منکسر دِل کبھی اللہ کو ''نہ'' نہیں کرے گا بلکہ اللہ کی آواز پر ہمیشہ اُس کا جواب ''ہاں'' ہی ہوگا۔

شفاعت کرنے والے (سورہ ۴:۶۴)

کیا کوئی کسی دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ سکتا ہے؟ قرآن کئی مقامات پر سفارش کرنے والوں سے خبردار کرتا ہے۔ تاہم سورہ ۴:۶۴ اِس اِمکان کو کھول دیتی ہے۔

اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے، اور جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا تو تیرے پاس آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کی معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً یہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پاتے۔

کس طرح کا اِنسان مقدس ترین خالقِ کائنات کے حضور حاضر ہو سکتا ہے؟ ایسا کون ہے جو جنت میں اُس کے پایہءتخت کے قریب جا سکتا ہے؟ کیا ایک مکمل طور پر معصوم اِنسان کسی دوسرے کی طرف سے التجا کر سکتا ہے؟ لیکن اگر وہ شفاعت کرنے والا اپنے گناہ کا بوجھ اُٹھاتا ہے اور اُسے بھی کسی شفاعت کرنے والے کی ضرورت ہو؟ مثال کے طور پر اگر حضرت آدمؑ رجوع کرنے اور اپنے بیٹے قابیلؑ کے لئے شفاعت کرنے کی کوشش کرتے جس نے اپنے بھائی ہابیلؑ کو قتل کیا تو اللہ کیا کہے گا؟ آدمؑ کیا آپ کو وہ ممنوعہ پھل یاد ہے؟ کیا آپ نے اُسے کھایا تھا؟ حضرت آدمؑ کسی طور بھی بے جھجک اللہ پاک کے حضور نہیں جا سکتے۔ سوائے ایک کے ہر اِنسان آخری وقت تک احساسِ جرم کے سایہ تلے دبا رہے گا۔ اُن سبھی اِنسانوں کے ساتھ یہی مسئلہ ہے جو دوسروں کو معاف کروانے کی غرض سے اللہ سے فریاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

منکرینِ قتال (سورہ ۴:۷۷-۷۸)

اگر کوئی شخص سگریٹ چھوڑنے کی سعی کرتا ہے، تو وہ درد اور تکلیف محسوس کر سکتا ہے کیونکہ اُس کا جسم صرف ایک مرتبہ اور سگریٹ کو اپنے ہونٹوں سے لگانے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ آدمی اپنے نفس سے جنگ کرتا ہے۔

اِسلام کے ابتدائی دِنوں میں مسلمانوں نے مختلف قسم کی جنگیں لڑیں ۔ وہ عرب کے تپتے صحراؤں کے پار اُن لوگوں سے لڑے جنہیں وہ شیطان کے دوست مانتے تھے۔ تاہم کچھ ابتدائی ایمانداروں نے طبعی زخموں اور موت کا سامنا نہ کرنے کو ترجیح دی۔ اُن میں سے کچھ لوگ ''اللہ سے زیادہ اُن اِنسانوں سے خوفزدہ تھے۔'' قرآن اُن بزدلوں کی سرزنش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ جنگ سے بھاگ کر دُور اپنے میناروں میں چھپ کر نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ اللہ وہاں بھی اُن کی جان لے سکتا ہے۔

آگے چل کر آیت ۹۵ کہتی ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا مومن گھر میں بیٹھنے والے مومن سے افضل ہے۔ لڑنے والے کو خاص اجر ملتا ہے۔ مومنوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ لڑائی کو جاری رکھیں چاہے راستہ مزید مشکل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ آیت ۱۰۴: ''اوران (دشمن) لوگوں کا تعاقب کرنے سے ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں، حالانکہ تم اللہ سے جس چیز کے امیدوار ہو وہ نہیں ہیں، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

ہر اِنسان آخری وقت تک احساسِ جرم کے سایہ تلے دبہ رہے گا

مَیں دیکھ سکتا ہوں کہ اِن آیات کو سگریٹ پینے سے روکنے کی کوشش کرنے والے شخص کی علامتی کشمکش کے طور پر کیسے لیا جا سکتا ہے، لیکن اصل مقصد کا تعلق فوجیوں کے مابین جسمانی لڑائی سے ہے۔

ابراہیمؑ خلیلُ اللہ (سورہ۴:۱۲۵)

حضرت ابراہیمؑ کو کس بات نے اِتنا خاص بنایا تھا؟ قرآن میں آپؑ کو ''اللہ کا دوست'' کہا گیا ہے۔ اللہ خود آپ کو بلایا اور آپ کو خاص انعام دینے کا وعدہ فرمایا۔ اِنجیل بیان کرتی ہے کہ ''ابراہیمؑ خدا پر ایمان لایا اور یہ اُس کے لئے راست بازی گنا گیا۔''[10] (۱۰ اِنجیلِ مقدس، رومیوں ۴:۳) اِس سے قبل کہ آپ نے کوئی نیک کام کیا، اِس سے قبل کہ آپؑ نے اپنی پہلی قربانی گزرانی، اِس سے قبل کہ آپؑ ارضِ موعودہ میں داخل ہوئے، آپؑ نے سب سے پہلے اللہ پر بھروسہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نیکی حضرت ابراہیمؑ پر اُنڈیل دی۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے مستقبل میں اللہ کی جانب سے دیے جانے والے اِنعام پر نظر کی۔ آپؑ نے اُفق پر المسیح کو دیکھا، المسیح پر بھروسہ کیا اور خوش ہوئے۔

یہودیوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا (سورہ۴:۱۵۳۔۱۶۱)

یہ سطور دکھاتی ہیں آلِ ابراہیمؑ نے کس طرح خود کو مصیبتوں میں پھنسایا ہے۔ یہاں بیان ہوا ہے کہ اُنہوں نے عہد کو توڑا، آیات کو جھٹلایا اور اللہ کے رسولوں کو قتل کیا۔ ہمیں پچھلی کتب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ نے بعض انبیاء کو جھٹلایا اور قتل کیا۔ عیسیٰؑ نے مذہبی رہنماؤں کی مذمت کی کہ وہ آپ کو بھی قتل کرنے کے درپے تھے جیسے اُن کے آباواجداد نے دوسرے پیغمبروں کو قتل کیا تھا۔[11] (۱۱ اِنجیلِ مقدس، لوقا ۱۱:۴۷، ''تم پر

افسوس! کہ تم تو نبیوں کی قبروں کو بناتے ہو اور تمہارے باپ دادا نے اُن کو قتل کیا تھا۔")

مسیحیوں کے لئے، سورہ ۴: ۱۵۷۔۱۵۸ قرآن کی سب سے دلچسپ بیانات میں سے ایک ہے۔

اوران کے یہ کہنے پر کہ ہم نے مریم کے بیٹے مسیح عیسیٰ کو قتل کیا جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے، انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

فرض کیجیے کہ مَیں اِس آیت کو پہلی بار تمام تر تفاسیر اور آراء سنے بغیر پڑھ رہا ہوں۔ اگر مَیں ایک معصوم بچے کی طرح اِسے پڑھوں تو مَیں کیا سوچوں گا؟

ایک پل کے لئے پیچھے ہٹتے ہوئے مَیں نے دیکھا کہ اِنجیل یہ نہیں سکھاتی کہ آلِ ابراہیمؑ نے خود عیسیٰؑ کو قتل کیا یا مصلوب کیا۔ مجرم کو لکڑی کی صلیب پر کیلوں سے جڑ کر مصلوب کرنا رُومیوں کا وتیرہ تھا۔ یہودی لوگوں کو سنگسار کر کے قتل کیا کرتے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے نبوت کی کہ مسیح کی موت پر اُن ایک بھی ہڈی نہیں توڑی جائے گی۔[12] ([12] زبور ۳۴: ۲۰: "وہ اُس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی۔")

اپنے پہلے خطبہ میں پطرسؔ نے یہ اعلان کیا کہ،

جب وہ خدا کے مقررہ اِنتظام اور علمِ سابق کے مُوافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب کروا کر مار ڈالا۔ لیکن خدا نے موت کے بند کھول کر اُسے جلایا کیونکہ ممکن نہ تھا کہ وہ اُس کے قبضہ میں رہتا۔[13] ([13] اِنجیلِ مقدس، اعمال ۲: ۲۳۔۲۴)

مذہبی رہنماؤں نے خود عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا، گو اُنہوں نے آپ کی موت کا مطالبہ کیا۔ بت پرست رومیوں نے عیسیٰؑ کو مصلوب کیا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو قربانی کے بے داغ بّرہ کے طور پر قربان گاہ تک پہنچایا۔

قرآن کے مشکل جملوں میں سے ایک یہ ہو سکتا ہے کہ "لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا" کیا اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ نے عیسیٰؑ کی جگہ کسی اور کو صلیب پر چڑھا کر اُنہیں دھوکہ دیا؟ لیکن کیا یہ بات اللہ کو جھوٹا قرار نہیں دے گی؟ عیسیٰؑ کی جگہ کون لیتا؟ غدار یہوداہؔ اِسکریوتی؟ کوئی دوسرا شخص؟ کوئی فرشتہ؟ یا کوئی جن؟ یہ سراسر قیاس آرائیاں ہیں۔ قرآن اِس بارے میں خاموش ہے۔

جہاں قرآن خاموش ہے وہاں اِنجیل بولتی ہے۔ وہاں ذِکر ہوا ہے کہ عیسیٰؑ مر گئے اور آپ دوستوں نے تین دِن تک آپ کو دفن کئے رکھا۔ اِس دوران یہودی مذہبی رہنماؤں کو ایسا لگتا تھا کہ اُنہوں نے بالآخر آپ سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے۔ عیسیٰؑ مرے اور تین دِن تک دفن رہے لیکن آپ وہاں کے ہی ہو کے نہیں رہ گئے۔ بڑے دُکھ کے بعد بڑا اجلال بھی آیا۔ تیسرے دِن آپ قبر سے زندہ ہوئے۔ اور زندہ ہیں!

ہم اِس کا جائزہ سادہ ترتیب سے لے سکتے ہیں:

۱۔ یہودی رہنما عیسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ لوگوں نے عیسیٰؑ کو صلیب پر جان دیتے دیکھا۔

۳۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ اُن کا منصوبہ کام کر گیا ہے۔

۴۔ اللہ نے عیسیٰؑ کو زندہ کیا۔

جب ہم قرآن کی ۳:۵۵ اور ۴:۱۵۶۔۱۵۷ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ایسے نکات نظر آتے ہیں جو توراۃ صحائفِ انبیا اور اِنجیل میں درج عیسیٰؑ کے آخری ایام سے اِتفاق کرتے ہیں۔

۱۔ حاسد یہودی عیسیٰؑ کو بھی اُسی طرح قتل کرنا چاہتے تھے جیسے اُن کے آباواجداد نے پہلے رسولوں کو قتل کیا تھا۔

۲۔ مصلوب کرنا ایک رومی روایت تھی نہ کہ یہودی۔

۳۔ اللہ کے پاس مکمل اختیار ہے کہ کون جیئے گا اور کون مرے گا نہ کہ اِنسانوں کے پاس

۴۔ تین دِن تک ایسا ہی لگا کہ اُن کا منصوبہ کامیاب ہو گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو مُردوں سے جلایا۔

۵۔ چالیس دِن بعد عیسیٰؑ المسیح آسمان پر واپس لوٹ گئے۔

مجھے قرآن یا اِنجیل میں سے کوئی ایسی بات کہنے میں کو دلچسپی نہیں جو وہاں ہے ہی نہیں۔ اِنجیل کے معاملہ میں کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عیسیٰؑ کے مصلوب کئے جانے، تدفین اور جی اُٹھنے کی تفصیلی گواہی دیتی ہے۔ سزائے موت کی عدالتی دستاویزات کی طرح اِنجیل دردناک انداز میں ساری رُوداد کا بیان کرتی ہے۔ نفرت انگیز لوگوں کی جانب سے عیسیٰؑ پر تھوکا گیا، آپ کی داڑھی نوچی گئی، آپ کی پیٹھ پر کوڑے برسائے یہاں تک کہ سارا گوشت پھٹ کر لٹک گیا اور پھر آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو چھید کر دھاتی کیلوں سے لکڑی کی کھردری صلیب پر جڑ دِیا گیا۔ کمزوری اور کرب کی حالت میں آپ سانس لینے کے لئے اپنے جسم کو سیدھا نہیں کر سکتے تھے۔ آخرکار آپ کی سانس اپنے پھیپھڑوں میں بھرے سیال میں ڈوب کر رُک گئی۔ آپ کی موت کی تصدیق کرنے کے لئے ایک رومی سپاہی نے آپ کے سینہ میں نیزہ گھونپ دِیا۔ پانی اور خون الگ الگ بہہ نکلے جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ واقعی مر چکے ہیں۔ تمام ہوا۔ خدا کے برّہ نے قربان ہو کر دُنیا کے گناہوں کے لئے اپنی جان دے دی۔

سورہ ۴:۱۵۶۔۱۵۷ ہمیں صرف ایک ہلکی سی جھلک دِکھاتی ہیں۔ یہ کچھ سوالات کو بنا جواب کے ہی چھوڑ دیتی ہیں، لیکن اُن تمام باتوں کی یاددہانی بھی کرواتا ہے جنہیں ہم اِنجیل میں پڑھتے ہیں۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بشریت عیسیٰؑ کو ختم نہیں کر سکی۔ تین دِن تک ایسا ہی لگا کہ آپ بھی محض ایک مُردہ نبی ہی ہیں۔ لیکن تیسرے دِن موت کو شکست ہوئی۔ ایک ناقابلِ فنا، جلالی جسم کے ساتھ زندہ اپنے پیروکاروں کے سامنے جا کر عیسیٰؑ نے اپنے جی اُٹھنے کو ثابت کیا اور پھر اپنے ابدی مسکن آسمان میں واپس لوٹ آئے۔ جہاں سے آپ واپس آئیں گے۔

تین مت کہو!　　　(سورہ ۴:۱۷۱)

مسیحیوں کے لئے اِنتباہ! یہ مت کہو کہ ’’تین (ثَلَاثَةٌ)‘‘ ہیں۔ مسیحیوں پر اِلزام لگایا جاتا ہے کہ وہ حقیقی توحید (اللہ واحد الحق کی عبادت) سے پلٹ کر سہ خدا پرستی (تین معبودوں کی عبادت) کی طرف پھر گئے ہیں۔

تاہم، آیت ۱۷۱ کو پڑھنے کے بعد مَیں کہوں گا، ’’آمین۔‘‘ عیسیٰؑ ایک پیغمبر تھے، آپ کا اِنسانی جسم مقدسہ مریمؑ کے بطن سے تولد ہوا، آپ اللہ کا کلمہ (كَلِمَتُهُ) ہیں اور آپ کی روح (وَرُوحٌ) ازل سے اللہ تعالیٰ سے صادِر ہے۔ مجھ سمیت اِنجیل مقدس کو ماننے والے ہر شخص کا اِیمان یہی ہے کہ اللہ ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اللہ واحد ہے۔

’’ذرا رُکئے، میرے دوست،‘‘ اُس نے مجھ سے کہا، ’’مَیں نے اکثر اوقات آپ کو تین (تثلیث) کی اِصطلاح اِستعمال کرتے سُنا ہے۔‘‘

’’جی ہاں، مَیں آپ کی بات سمجھ گیا،‘‘ ’’لیکن مَیں تین معبودوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔‘‘

’’تو پھر یہ تین کا عقدہ کیا ہے؟ کیا یہ بت پرستی (شرک) نہیں؟

مسیحی قطعاً یہ نہیں مانتے کہ اللہ کے بھی ویسا ہی بیٹا ہوا جس طور سے ایک آدمی اور اُس کی بیوی کا ہوتا ہے۔ یہ تینوں ایک دوسرے سے وجود رکھتے ہیں۔

نیز، مَیں اپنی رائے کو قرآنِ مجید پر لاگو نہیں کرنا چاہتا۔ عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ پکارا گیا ہے۔[14] ([14] اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۱:۱) عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی روح سے ایسے منفرد طور پر صادِر ہوئے، کہ طبعی طور پر آپ کا کوئی اِنسانی باپ نہیں تھا۔[15] ([15] اِنجیلِ مقدس، لوقا ۱:۳۵) اِس کے، اِنجیلِ مقدس ہمیں سکھاتی ہے کہ عیسیٰؑ کے خاص القاب میں سے ایک عمانوایلؑ ہے، جس کا مطلب ہے ’’خدا ہمارے ساتھ‘‘۔[16] ([16] اِنجیلِ مقدس، متی ۱:۲۳)

مسیحی اِس بات سے اِتفاق کرتے ہیں کہ تین خدا مت کہو! یہ حرام ہے! اِس کے بجائے ہم کیا کہتے ہیں؟ ہمارا اِیمان ہے کہ اللہ خالق کامل طور پر الٰہی ہے، لیکن اللہ کا مکمل جوہر نہیں۔ اللہ کلمہ کامل طور پر الٰہی ہے، لیکن اللہ کا مکمل جوہر نہیں۔ اللہ روح کامل طور پر الٰہی ہے، لیکن اللہ کا مکمل جوہر نہیں۔ اللہ خالق، کلمہ اور روح ایک رشتہ میں متحد ہو کر اپنے جوہر کی معموری میں ایک ہستی کے طور پر موجود ہے۔ اللہ جو کہ ابدی اور کامل ہے، نہ تو اُس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ ہی کوئی اِنتہا، وہ اپنی ذات میں محبت اور وحدت کے ساتھ موجود ہے۔ مَیں اللہ کی توحید (اِتحاد) کے تصور کو اِس طور سے سمجھتا ہوں۔

’’نہیں، نہیں، نہیں،‘‘ میرے دوست نے احتجاجاً بڑے جذباتی انداز میں اِصرار کیا، کیا آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ ۱+۱+۱=۱ ہوتا ہے کیا مسیحیوں کے ہاں رِیاضی اِس طرح کی ہوتی ہے؟

رِیاضی کی مثال میں تین الگ الگ اشیاء کی بات کی جا ہی ہے، مثلاً ایک سیب، نارنگی اور کیلا۔ مسیحی ایک خدا میں تین الگ الگ خداؤں کے مجموعہ پر اِیمان نہیں رکھتے۔

ذرا اِس تمثیل پر غور کیجیے۔ جب آپ دھوپ میں جاتے ہیں تو آپ روشنی کو دیکھتے ہیں، اُس کی حرارت کو محسوس کرتے ہیں اور اُس کی غیر مرئی حدت آپ کی جلد کو جھلساتی ہے۔ کامل وحدت میں یہ تینوں موجیں ایک ہی ہیں۔

ایک اور مسلمان نے جواب دیتے ہوئے کہا،"پھر سورہ ۴: ۱۷۲ میں کیوں لکھا ہے کہ "المسیح اللہ کی بندگی و عبادت سے اِنکار کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں؟" کیا اِس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ محض ایک مخلوق سے زیادہ کچھ بھی نہیں؟ غالبًا ایسا ہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے احترامًا آپ سے اِختلاف کرنا پڑے گا۔ مگر اِنجیل بیان کرتی ہے کہ عیسیٰؑ کس طور پر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے اور اُس کی ستائش کرنے کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیا کرتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے نکلے ہیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟

شاید اِس کا جواب اِس سچائی میں پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کی تمجید اور بڑائی کرتا ہے۔ زبور میں بیان ہوا ہے،"میرے ساتھ خداوند کی بڑائی کرو۔ ہم مِل کر اُس کے نام کی تمجید کریں۔"[۱۷] (۱۷ زبور ۳۴: ۳) فرشتوں اور اِنسانوں کو تخلیق کرنے سے پہلے، زمین اور آسمان کے پیدائش سے پیشتر بھی اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا۔ اللہ اپنی ذات میں، اپنی مرضی، کلمہ اور روح میں کامل طور پر آگاہ تھا۔ اُسے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ابدی ہے اور کامل محبت اُس کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی باطنی مرضی، کلمہ اور روح میں ہو کر، کامل محبت سے معمور وحدت میں موجود تھا۔

"یہ ناممکن ہے!" میرے دوست نے ہاتھوں کو اُوپر اُٹھاتے ہوئے جواب دِیا۔

مجھے نہیں لگتا کہ یہ ناممکن ہے۔ مَیں اپنی ذات میں دیکھ سکتا ہوں کہ میرا دِماغ (خیالات) میرے دِل (جذبات) کے ساتھ متحد ہے تاہم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ دونوں اپنے اپنے طور پر کام کرتے ہوئے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ میرا دِماغ میرے جذبات کی قدر کرتا ہے اور میرے جذبات میرے دِماغ کو تقویت دیتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ اِنسانی توصیف کے لئے دِماغ۔ جسم۔ روح کی طرف اِشارہ کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے سے مَیں تین الگ الگ اِنسانوں میں تقسیم ہو جاؤں گا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن یہ میرے قالب کو ایک درخت سے زیادہ پیچیدہ تر بناتا ہے۔

یہاں اہم نکتہ کیا ہے؟ مسیحی عیسیٰؑ المسیح کا دامن تھامے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے حصول کے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ عیسیٰؑ اور اللہ کی محبت ہمارے دِلوں میں واحد الاحد اللہ کی محبت کی صورت میں نہاں ہے۔

پانچواں باب

المائدۃ سورہ ۵

حرام اور حلال (۵:۱۔۵)

توراۃ، اِنجیل اور قرآن میں سخت غذائی قوانین کا ذِکر مِلتا ہے۔ مثلاً، توراۃ میں سُور کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے۔ قرآں میں بھی بہت سے اشیاء سے پرہیز کا حکم ہے، ''جیسے مُردار گوشت، خون اور وہ شے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔'' اِنجیل میں نو مسیحیوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ ''وہ بتوں کی قربانی کے گوشت اور خون اور گلا گھونٹے ہوئے جانور اور حرام کاری سے پرہیز کریں۔''[1] ([1] اِنجیلِ مقدس، عمال ۲۱:۲۵)

عیسیٰؑ کے آسمان پر واپس اُٹھائے جانے کے کچھ ہی عرصہ بعد، آپ کے رفیق پطرسؑ پر ایک تعجب خیز بات کا اِنکشاف ہوا۔ دعا کے دوران، پطرسؑ پر بے خودی طاری ہوگئی اور اِسی حالت میں آپ نے ایک رُویا دیکھی۔ آسمان نے ایک بہت بڑا کپڑا اُترا، جس میں ہر طرح کے جانور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اُنہیں لو اور کھاؤ۔''

پطرسؑ نے پُر زور اِنکار کرتے ہوئے عرض کیا، ''میرے منہ میں کبھی کوئی حرام چیز نہیں گئی۔'' تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

آسمان سے واضح آواز آئی کہ ''جس شے کو خدا نے پاک ٹھہرایا ہے تو اُنہیں حرام نہ کہہ۔''[2] ([2] اِنجیلِ مقدس، عمال ۱۱:۵۔۱۰)

اِنجیل میں کھانے پینے کے متعلق ایک سادہ سا اُصول بیان کیا گیا ہے۔ جو کچھ کیا جائے اللہ تعالیٰ اور اپنے پڑوسی کی محبت کے لئے کیا جائے۔[3] ([3] اِنجیلِ مقدس، رُومیوں ۱۴:۲۱، ''یہی اچھا ہے کہ تو گوشت نہ کھائے۔ نہ مے پئے۔ نہ اور کچھ ایسا کرے جس کے سبب سے تیرا بھائی ٹھوکر کھائے۔''

اِنجیلِ مقدس، ۱۔کرنتھیوں ۱۰:۳۱، ''پس تم کھاؤ یا پیو جو کچھ کرو خدا کے جلال کے لئے کرو۔'')

اللہ سے محبت کرنا ہماری جسمانی پرہیز گاری میں شامل ہے۔[4] ([4] اِنجیلِ مقدس، ۱۔کرنتھیوں ۳:۱۶، ''کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کا مقدِس ہو اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے؟'') ۷۰ء میں رُومیوں نے عیسیٰؑ کی پیش گوئی کے مطابق، القدسؑ کی ہیکل کو بالکل نیست و نابود کر دِیا۔ اب اللہ تعالیٰ اِنسان کے ہاتھوں سے بنائے گئے گھروں میں نہیں رہے گا۔ ہمارے بدن اُس کی ہیکل بنیں گے۔ ہمارے بدن پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بدولت ہم اپنے جسموں کو ناپاک یا برباد نہیں کرتے۔ ہم بسیار خوری، شراب نوشی، کاہلی، تمباکو اور دوسری غیر قانونی منشیات جیسی نقصان دہ اور خطرناک چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بشری مقدِس کو نقصان پہنچانے والی ہر شے کو گناہ مانتے ہیں۔

پڑوسی سے محبت کا مطلب ہے اُن کی ضروریات اور جذبات کی قدر کرنا۔ اگر میرا پڑوسی مے سے ناخوش ہے، تو محبت کی رُو سے مَیں اُسے نہ پینے کو ترجیح دوں گا۔

ایک شام مَیں اپنی اہلیہ کے ہمراہ ایک ایشیائی ریستوران میں گیا۔ ہماری نظر قریب بیٹھے ایک کچھ افراد پر پڑی جو دھواں اُٹھتے گوشت اور

سبزیوں سے بھرے ایک بڑے تھال میں کھا رہے تھے۔ہم نے تا حال اپنا کھانا نہیں منگوایا تھا اور وہ کافی لذیذ لگ رہا تھا، لہٰذا مَیں نے بیرے سے پوچھا، ''وہ کیا ہے؟''

اُس نے مسکراتے ہوئے جواب دِیا، ''کُتے کا گوشت۔''

ذاتی طور پر مَیں کُتے کا گوشت نہیں کھا سکتا، مگر اِنجیل میں اِسے گناہ نہیں کہا گیا ہے۔ میرے کوریائی مسیحی دوست جانتے ہیں کہ مَیں کُتے کے گوشت سے پرہیز کرتا ہوں، لہٰذا میری موجودگی میں وہ اِسے نہ کھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسروں کی محبت ہمارے فیصلوں کا تعین کرتی ہے۔

غسل (سورہ ۵:۶)

پانی زندگی کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے۔ فجر کی اوس سا پاک اور ٹھنڈا پانی پہاڑی جنگلوں کی چٹانوں سے بہتا ہوا نیچے اُترتا ہے۔ تو اپنے ساتھ صفائی، تازگی اور شفا لے کر آتا ہے۔ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام، اِنجیل اور قرآن غسل کے مختلف احکام دیئے گئے ہیں۔ مشرقِ وسطٰی سے باہر، اگر ہندوستان کا سفر کر کے ہم کروڑوں ہندوؤں کو اُن کے مقدس دریا گنگا میں نہاتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں گناہ، موت اور نئے جنم میں اچھے کی اُمید رکھتے ہیں۔ بہت سے دوسرے مذاہب میں بھی تقدس حاصل کرنے اور برائی سے بچنے کے لئے رسمی غسل کیا جاتا ہے۔

سورہ ۵:۶ میں مسلمانوں کو ہدایت دیتی ہے،

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو، اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو۔

غسل اِنسانی صحت کے لئے اِنتہائی مفید ہے۔ پچھلے ۲۰۰ سالوں میں ڈاکٹروں نے دریافت کیا ہے کہ آپریشن سے پہلے غسل کرنے سے وبائی امراض اور موت سے بچا جا سکتا ہے۔ جدید طبی طریقوں سے قبل، ہسپتال دُنیا کی غلیظ اور خطرناک ترین جگہوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ غسل سے جان بچ جاتی تھی۔

غسل اِنسانی صحت کے لئے اِنتہائی مفید ہے، لیکن روحانی صحت کا کیا؟ کیا دینی غسل ہمیں دُنیاوی گناہوں سے الگ کر کے اللہ تعالیٰ سے ملا سکتا ہے؟

ایک مرتبہ مذہبی رہنماؤں نے عیسیٰؑ کے پاس آ کر شکایت کی کہ ''آپ کے شاگرد روٹی کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھو کر بزرگوں کی روایت کو ٹال رہے ہیں۔''

عیسیٰؑ فوراً بات کی تہہ تک پہنچے اور فرمایا، ''سُنو اور سمجھو۔ جو چیز منہ میں جاتی ہے وہ آدمی کو ناپاک نہیں کرتی مگر جو منہ سے نکلتی ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہے۔''[۵] ([۵] اِنجیلِ مقدس، متی ۱۵:۱۱)

اِنسان کے دِل میں کیا ہے؟ عیسیٰؔ بہتر جانتے ہیں۔ ''کیونکہ بُرے خیال۔ خُونریزِیاں۔ زِناکارِیاں۔ حرامکارِیاں۔ چورِیاں۔ جُھوٹی گواہیاں۔ بدگوئیاں دِل ہی سے نکلتی ہیں۔ یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں مگر بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔''[٦] (٦ اِنجیلِ مقدس، متی ١۵: ١٩۔٢٠)

یہاں دو نکات ہیں۔ پہلا، دِل میں ایک ایسی روحانی ناپاکی بسی ہوئی ہے کسی طرح کا مقدس پانی رسمی اطاعت گزاری صاف نہیں کرسکتی۔ دوسرا، یہ سنگین گناہ کسی مذہبی رسم کو نہ ماننے سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ کیا عیسیٰؔ یہ فرمارہے ہیں کہ مذہبی رسم کی عدم موجودگی گناہ کو جنم نہیں دیتی اور نہ ہی اِس کی پاسداری گناہ کو مٹاسکتی ہے؟

کیا اِنجیل میں مقدس غسل کے متعلق کوئی تعلیم موجود ہے؟ جی ہاں، بپتسمہ۔ یہ عیسیٰؔ کے ساتھ مرنے، دفن ہونے اور جی اُٹھنے کی علامت ہے۔ ایک نیا ایماندار بپتسمہ کے ذریعے عیسیٰؔ کے ساتھ اپنے محبت بھرے رشتہ کی گواہی دیتا ہے۔ المسیح کے ساتھ زندگی کی شروعات کرنے سے قبل یہ ہر شخص کے ساتھ ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ نکاح اور ختنہ کی طرح المسیح میں غسل بھی انتہائی خوشی اور اُمید کا پل ہے۔

نکاح اور ختنہ کی طرح المسیح میں غسل بھی انتہائی خوشی اور اُمید کا پل ہے۔

اللہ المسیح ہے؟ (سورہ ۵: ١٧۔١٨)[٧]

(٧ سورہ ۵: ٦٩۔ ٧٨ پر غور کیجیے، ''المسیح'' کے پیروکار ہرگز یہ نہیں مانتے کہ اللہ تین معبودوں کی تثلیث میں سے ایک ہے۔ یہ کفر ہے۔)

آیئے اب واپس المسیح کی شناخت کی طرف آتے ہیں۔ المسیح اور اللہ میں کیا تعلق ہے؟

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، کہہ دے کہ پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کردے، اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو پھر تمہارے گناہوں کے باعث وہ تمہیں کیوں عذاب دیتا ہے، بلکہ تم بھی اور مخلوقات کی طرح ایک آدمی ہو، جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے، اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

کیا مَیں اپنا دیانتدارانہ تبصرہ دُوں؟ اول، اِنجیل یہ تعلیم دیتی ہے کہ عیسیٰؔ کی ماں مریمؔ محض ایک اِنسان تھیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے جسم اور روح کو ختم کرسکتا تھا۔ آپ زندگی کے اختتام پر آپ نے وفات پائی دوسروں کی طرح آپ کو بھی دفن کردِیا گیا۔

دوم، اِنجیل قطعی طور پر ہرگز نہیں کہتی ہے ''اللہ المسیح ہے،'' گویا اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر عیسیٰؔ کے بدن میں سکونت اِختیار کی۔ اِنجیل کی تعلیم اِس سے کہیں زیادہ عجیب اور حیرت انگیز ہے۔

ایک خوبصورت ہیرے کا تصور کیجیے۔ جسے ایک جوہری آئینے کی طرح، صرف ایک ہموار پہلو کے ساتھ سپاٹ کاٹتا ہے۔ اب ایک اور ہیرے کا تصور کیجیے۔ روشنی بڑھانے کے لئے جوہری اِسے تین اَطراف سے کاٹتا ہے۔ سپاٹ ہیرا ایک وقت میں صرف ایک طرف گھوم سکتا ہے۔ جبکہ دوسرے ہیرے کا منہ تین اَطراف میں ہے۔ جہاں ایک شخص اُس کی ایک سمت کی تعریف کرتا ہے، وہیں دوسرا شخص اُس کی دوسری سمت کو سراہتا ہے۔

یہ محض ایک سادہ سی تمثیل ہے۔ لیکن یہ کثیر جہتی ہیرا خدا کو سمجھنے میں ہماری مدد کرسکتا ہے جو اپنی محبت بھرے تین رشتوں کے ذریعے منوررہتا ہے، جنہیں بعض اوقات باپ، بیٹا اور روح القدس کہا جاتا ہے۔

مزید وضاحت کی جائے تو، مسیحیوں کا کہنا کہ کہ عیسیٰؑ کسی حد تک ہیرے کے ایک پہلو کی طرح ہیں۔ ہیرے تو ایک ہی ہے، لیکن ہیرے کا ایک پہلو مکمل ہیرا نہیں ہے۔ یعنی مَیں ہیرے کے ایک رُخ کی طرف اِشارہ کرکے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ''ہیرے کا یہی رُخ مکمل ہیرا ہے، اِسی طرح مَیں عیسیٰؑ کی طرف اِشارہ کرکے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ ہی المسیح ہے۔''

کیا اللہ تعالیٰ المسیح کو ہلاک (يُهْـــلِكَ) کرسکتا ہے؟ اِنجیل کے مطابق بالکل ایسا ہی ہوا تھا۔ عیسیٰؑ کو قربانی کے برّہ کے طور پر موت کے حوالہ کرنے اللہ کا منصوبہ تھا۔ اللہ کی مرضی اور منصوبہ کے بغیر نہ تو رُومی اعیسیٰؑ کا کچھ بگاڑ کر سکتے تھے اور نہ ہی یہودی۔ آپ نے وفات پائی لیکن مستقل طور پر نہیں۔

اللہ کے بیٹے (سورہ ۵:۱۸)

قرآن سورہ ۵:۱۸ میں بیان کرتا ہے، ''اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔۔۔، بلکہ تم بھی اور مخلوقات کی طرح ایک آدمی ہو۔''

یہ متکبر لوگ کون تھے؟ وہ سچے اہلِ کتاب نہیں ہوسکتے۔ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل یہی تعلیم دیتی ہیں کہ ہر اِنسان خاک ہے اور واپس خاک میں ہی جائے گا۔[8] ([8] توراۃ شریف، پیدائش ۳:۱۹، ''تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اِس لئے کہ تو اُس سے نکالا گیا ہے کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا۔

اِنجیلِ مقدس، عبرانیوں ۹:۲۷، ''اور جس طرح آدمیوں کے لئے ایک بار مرنا اور اُس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے۔'') کیا کچھ یہودی اور مسیحی ایسا سوچا کرتے تھے کہ وہ دوسرے تخلیق کردہ اِنسانوں سے بڑھ کر کچھ اور تھے؟ کیا اُنہوں نے آدمؑ اور حواؑ علیہم السّلام کے علاوہ کسی اور سے تولد ہونے کا دعویٰ کیا تھا؟

ایسا ممکن نہیں!

اِنجیل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک الگ طرح کے روحانی رشتے کو متعارف کرواتی ہے۔ اللہ روح ہے اور اُس کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں ہے۔ اِنجیل بیان کرتی ہے، ''لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنہیں جو اُس کے نام پر اِیمان لاتے ہیں۔

وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے اِنسان کے اِرادہ سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے۔[9] ([9] اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۱:۱۲۔۱۳) اللہ روحانی طور پر لوگوں کو لے پالک بنانے کا اِنتخاب کرسکتا ہے۔ اللہ جسمانی نہیں ہے اور نہ ہی اُس نے کسی جسمانی اولاد کو جنم دِیا ہے۔ وہ عیسیٰؑ المسیح کو قبول کرنے والوں کو لے پالک ہونے کے قانونی حقوق دیتا ہے۔ وہ اب بھی آدمؑ سے پیدا ہونے والے عام اِنسان ہی ہیں جو خاک میں مل جائیں گے۔ لیکن اللہ کے ساتھ رشتہ شکستگی کو دُرستگی اور دُشمن کے خوف کو محبت کی ضمانت میں بدل دیتا ہے۔ تو بھی یہ کسی کو تکبر کرنے کی ہرگز اجازت دیتا۔

دوسروں کے گناہ کے لئے جان دینا (سورہ ۵:۲۹)

یہ آیت میں استعجاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کیا ایک اِنسان کسی دوسرے اِنسان کے گناہ کی سزا پا سکتا ہے؟ ۵:۲۹ اِس کا کیا جواب دیتی ہے؟ قابیلؔ نے ہابیلؔ کو قتل کرنے کی سازش کی کیونکہ اُسے اُس کی قربانی سے حسد ہوئی۔ ہابیلؔ نے جھگڑنے سے اِجتناب کیا، لیکن قابیلؔ کو کہا کہ، ''مَیں چاہتا ہوں تو میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن جائے، اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔''

بنیادی طور پر یہاں بیان ہو رہا ہے کہ، ''تو میرے میرے گناہوں کی سزا بھگتے گا'' (تَبُوٓءَ بِاِثۡمِىۡ) ہابیلؔ اپنے گناہوں کے ساتھ قابیلؔ کے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہے۔ وہ دونوں ہی اللہ کی پاکیزگی سے محروم تھے لیکن یہ حوالہ بیان کرتا ہے کہ صرف ایک کو ہی جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اِنجیل یہ تعلیم نہیں دیتی کہ ایک گنہگار شخص دوسرے شخص کے گناہوں کی سزا بھگت سکتا ہے۔ ہابیلؔ کے جہنم میں نہ جانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ قابیلؔ نے اُس کے گناہ کی سزا بھگت لی تھی۔ البتہ اِنجیل یہ تعلیم دیتی ہے کہ ایک بے گناہ شخص دوسرے کے گناہ کی سزا بھگت سکتا ہے۔ یہ محبت بھری قربانی کہلاتی ہے۔ قربانی کے برّہ کی طرح جو اللہ کا غضب اپنے اُوپر لے کر مرتا ہے، ایک بے گناہ اِنسان دوسرے کے گناہ کے لئے مر سکتا ہے۔

قتل کرنا کس صورت میں جائز ہے؟ (سورہ ۵:۳۲۔۳۳)

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کو کچھ دہشتگردوں نے چار مسافر طیاروں کو اغوا کیا۔ دو طیارے نیویارکؔ شہر میں واقع ورلڈ ٹریڈ سینٹر سے جا ٹکرائے، ہزاروں لوگ مارے گئے جن میں معصوم بچے بھی شامل تھے۔ القاعدہ نے دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے یہ حملہ اِسلام کے نام پر کیا ہے۔ بہت سے مسلمانوں اِس عمل سے خفا تھے۔ میرے دوست نے مذمتی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا، ''یہ اِسلام نہیں ہے! مسلمان کبھی کسی بے گناہ کو قتل نہیں کرتے قرآن کہتا ہے کہ، ایک اِنسان کا قتل پوری اِنسانیت کا قتل ہے۔''

مَیں جاننا چاہتا تھا۔ اکثر مسلمان دوست سورہ ۵:۳۲۔۳۳ کا حوالہ پیش کرتے ہیں، اِس لئے مَیں نے اِسے خود پڑھنے کا اِرادہ کیا۔

اسی سبب سے، ہم نے بنی اسرائیل پر لکھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد (روکنے) کے علاوہ قتل کیا تو

گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بخشی، اور ہمارے رسول ان کے پاس کھلے حکم لا چکے ہیں پھر بھی ان میں بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔ ان کی بھی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں، یہ ذلت ان کے لیے دنیا میں ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

زیادہ تر لوگ آیت ۳۲ کا اِس حصہ سے تو واقف ہیں لیکن اِس سے واقف نہیں کہ یہاں یہودیوں یعنی آلِ ابراہیمؑ کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔

وہاں بیان ہوا ہے کہ ایک بے گناہ شخص کا قتل پوری اِنسانیت کا قتل ہے۔ اگر اِس کا اُلٹ سچ ہو تو۔ ایک بے گناہ شخص کی موت تمام اِنسانیت کو بچا سکتی ہے۔

فوراً ہی میرے ذہن میں اِنجیل میں مرقوم ایک واقعہ گردِش کرنے لگا۔ مذہبی رہنماؤں نے المسیح سے حسد کی، وہ آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ایک خصوصی ملاقات کے دوران سردار کاہن نے انجانے میں عیسیٰؑ کی کفارہ بخش موت کے متعلق سچائی بیان کی۔ ''اور نہ سوچتے ہو کہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی اُمت کے واسطے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔''[۱۰] (۱۰ اِنجیلِ مقدس، یوحنا ۱۱:۵۰) المسیح کی موت کے ساتھ تمام اِنسانیت بھی مرگئی۔ اور آپ کے جی اُٹھنے سے ہر کوئی نجات پا سکتا ہے۔

سورہ ۵:۳۲ اِنسانی زندگی کی قدر کو تسلیم کرتی ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتی ہے کہ صرف بے گناہ ہی سزا سے محفوظ ہیں۔ اُن لوگوں کا کیا جو قتل کرتے اور فساد (فَسَادٍ) پھیلاتے ہیں؟ اُن لوگوں کا کیا جو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں؟

آیت ۳۳ میں قرآن اُن کی سزا کا بھی تعین کرتا ہے: انہیں قتل کیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ اگر وہ مغلوب ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو اُنہیں بخشا جا سکتا ہے۔

اِضافی تفاصیل کے بغیر، ہم واضح طور پر ''فساد پھیلانے'' اور ''اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے'' کے معنی نہیں سمجھ سکتے۔ کیا اِس سے مراد صرف وہی دشمن ہیں جنہوں نے ساتویں صدی میں پیغمبرِ اسلام ﷺ اور آپ کی افواج کے خلاف جنگ کی تھی؟ ہم آئندہ سورتوں میں اِس کے بارے میں مزید سیکھیں گے۔

فساد یا اعتماد؟ (سورہ ۵:۴۷-۴۸)

قرآن مسیحیوں کو اِنجیل پڑھنے اور اُس کے ذریعے سچائی کی تلاش کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اگر پیغمبرِ اِسلام ﷺ کے دَور تک اِنجیل میں تبدیلی واقع ہو چکی تھی، تو قرآن ہرگز مسیحیوں کو اِسے پڑھنے کی ہدایت نہ دیتا۔ اگر اِنجیل میں تحریف ہوتی، تو قرآن مسیحیوں سے کہتا کہ، ''تمہاری کتاب محرف ہو چکی ہے، لہٰذا اِسے حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو پرکھنے کے لئے اِستعمال مت کرو۔ لیکن قرآن ایسا کچھ نہیں کہتا۔ یہ

مسیحیوں اور دیگر آیات میں یہودیوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ سچائی کو تلاش کرنے کے لئے پہلی کتب کا اِستعمال کریں۔

یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنجیل کو نازِل فرمایا،

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

یہ بات سورہ ۵:۶۸ سے مطابقت رکھتی ہے،

کہہ دو اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم قائم نہ کرو تورات کو اور انجیل کو اور اسے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور ضرور یہ فرمان جو تم پر نازل ہوا ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھائے گا، سو افسوس نہ کرو انکار کرنے والوں کے حال پر۔

زبان شاید ہی اس سے زیادہ طاقتور ہوسکتی ہے۔ توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل وہ بنیاد ہیں جو بدستور باقی ہیں۔

توراۃ، صحائفِ انبیاء علیہم السّلام اور اِنجیل کو کون بگاڑ سکتا ہے؟ آیت ۴۷ بتاتی کہ پہلی کتب خراب نہیں ہوسکتیں اللہ اُن کی حفاظت کرتا ہے۔

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

آیت ۴۸ کس طور سے ۲:۵۹ جیسی آیات سے مطابقت رکھتی ہے جو لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے کلام کو تبدیل کرنے کی بات کرتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہاں اصل الفاظ کو بگاڑنے کی نہیں بلکہ اُن کی تفسیر کی بات ہو رہی ہے۔ مثلاً مع کامل احترامی، مَیں نے دیکھا کہ سنی حضرات کی بہت سی تفاسیر اہلِ تشیع کی تفاسیر سے مختلف ہیں۔

بنیادی طور پر ہر دو مسالک ایک ہی قرآن کا اِستعمال کرتے ہیں، لیکن اُن کی تفاسیر الگ الگ ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی اِنجیل کے پڑھنے والے مسیحی مختلف طریقے کی تفاسیر کرسکتے ہیں۔ کیا اِن میں سے کسی نے پیغام کو بدلا؟ اُنہوں نے لکھے ہوئے کو تبدیل نہیں کیا۔ لیکن روایات اور تفاسیر ہمیشہ ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوتیں۔

یہودیوں اور مسیحیوں سے دوستی؟ (سورہ ۵:۵۱)

ایک مرتبہ پھر یہاں غیر مسلموں سے دوستی کے متعلق خبردار کیا گیا ہے۔

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان تعلقات اکثر خراب ہی رہے ہیں۔ جیسا کہ اِس آیت میں آیا ہے کہ بعض مرتبہ یہودی اور مسیحی ایک دوسرے کے ہی دوست ہوتے ہیں۔ تاہم تاریخ بتاتی ہے کہ ایسا وقت بھی تھا جب ایسا نہیں ہوا۔ ۱۴۹۲ء میں ہسپانوی کیتھولک بادشاہوں کی طرف سے جاری کردہ فرمانِ الحمرا کے پیشِ نظر تمام یہودیوں کو اُن کی سلطنت سے نکال دیا گیا۔ جان بچانے کی غرض سے بہت سے لوگ

سلطان بایزید ثانی کی دعوت پر اِستنبول ہجرت کر گئے۔ دیگر اوقات میں یورپ کے نام نہاد مسیحی حکمرانوں نے یہودیوں پر کئی مظالم ڈھائے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران نازی جرمنوں نے لاکھوں یہودی مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا۔

جہاں تک ابراہیم کی اولاد کا تعلق ہے، انہوں نے صدیوں سے غیر یہودیوں کے ساتھ میل جول کے ذریعے رسمی طور پر ناپاک ہونے کے خوف سے خود کو محفوظ رکھنے کا رجحان رکھا ہے۔ جدید دور میں کچھ بااثر یہودی لوگوں نے اپنی حیثیت کو مسیحیوں اور عیسیٰ المسیح کا مذاق اڑانے کے لیے استعمال کیا ہے۔

کچھ لوگ اس آیت کو بنیادی طور پر غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد کرنے والے مسلم رہنماؤں کے خلاف ایک انتباہ کے طور پر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اسے تنبیہ کے طور پر دیکھتے ہیں کہ کسی غیر مسلم کو سرپرست کے طور پر لینے سے گریز کریں۔ دونوں صورتوں میں، زیادہ تر مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کے لیے یہ افضل ہے کہ وہ مستقل طور پر کسی غیر مسلم کے ماتحت نہ رہیں۔ دوسرے لوگ اس آیت کو ذاتی سطح پر لیتے ہیں اور ایمان کو خالص رکھنے کے لیے غیر مسلموں سے دوستی سے گریز کرتے ہیں۔

بعض اوقات دوستی لوگوں کو منافقوں سے پریشانی میں ڈال سکتی ہے۔ ہم انجیل میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہودی رہنماؤں نے عیسیٰ پر تنقید کی کہ وہ کس قسم کے لوگوں سے دوستی کرتا تھا۔ ''اور فریسی اور فقیہہ بُڑبُڑا کر کہنے لگے کہ یہ آدمی گُنہگاروں سے مِلتا اور اُن کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔''[11] (الانجیلِ مقدس، لوقا ۱۵:۲) ایک اور موقع پر ہم نے عیسیٰ کو ایک طوائف کو معافی اور نئی زندگی کی پیشکش کرتے دیکھا۔ سماجی اصولوں سے آگے بڑھتے ہوئے، عیسیٰ نے ان لوگوں میں سے کچھ کو محبت دینے کا مظاہرہ کیا جو اس کے کم سے کم مستحق تھے۔

ایک جیسی آیت (سورہ ۵:۵۹)

اصل عربی میں لفظ کے لیے تقریباً لفظ، ۵:۶۹ دہرایا جاتا ہے ۲:۶۲[12] (سورہ 62:2)

(سورہ 69:5)) نہ صرف یہ ایک دلچسپ تکرار ہے، بلکہ یہ دوبارہ غیر مسلموں کو خوف اور غم سے آزادی کا وعدہ کرتا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے، جو یہودیوں، صابیوں اور عیسائیوں کی پیروی کرتے ہیں، جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فرق صرف یہ ہے کہ لفظ ''انعام'' ۵:۶۹ سے غائب ہے۔ پھر بھی، یہ دونوں آیات یہود و نصاریٰ اور دیگر مومنین کو یقین دلاتی ہیں کہ انہیں فیصلے سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یا وہ کرتے ہیں؟ ایک بار جب انہوں نے قرآن کا پیغام سن لیا تو کیا وہ مسلمان نہیں ہو جائیں گے؟ لیکن اگر یہ آیات صرف متقی غیر مسلموں کی بات کر رہی ہیں جنہوں نے ابھی تک اسلام کے بارے میں نہیں سنا ہے تو یہ ایسا کیوں نہیں کہتے؟ ایک بار جب پرہیزگار غیر مسلم اسلام کے بارے میں سنتے ہیں تو کیا وہ اسے قبول نہیں کرتے ہیں تو کیا ان کی مذمت کی جاتی ہے؟ سوال کھلا رہتا ہے۔

زندگی کی روٹی (سورہ ۵:۶۸۔۱۲۰)

سورہ ۵ کا بقیہ حصہ زیادہ تر عیسیٰ المسیح کے بارے میں بتا تا ہے۔اس نے لوگوں کو شفادی، مردوں کو زندہ کیا، مبینہ طور پر مٹی سے ایک زندہ پرندہ بنایا اور ایک معجزانہ آسمانی کھانا فراہم کیا۔سورہ ۵:۱۱۱ کہتی ہے کہ اس کے شاگرد خود کو مسلمان کہتے تھے۔

آسمانی کھانا دلچسپ ہے۔کئی مواقع پر عیسیٰ نے لوگوں کو محبت اور خدمت کے طور پر کھلایا۔ایک دفعہ اس نے معجزاتی طور پر پانچ روٹیاں پانچ ہزار لوگوں کو کھلا دیں۔ایک بار پھر اس نے سات روٹیاں بڑھا کر چار ہزار کو کھلائیں۔ جنت میں واپسی سے عین پہلے، اس نے اپنے شاگردوں کے لیے ساحل سمندر پر مچھلیاں گرائی۔تاہم، سورہ ۵:۱۱۲ میں ذکر کردہ آسمانی دسترخوان دوسرے کھانے کے ساتھ بہتر فٹ بیٹھتا ہے۔

ہر سال مصر میں غلامی سے نجات کے بعد، ابراہیم کے بچوں نے فسح کا تہوار منایا۔104 غلامی سے نجات کی اصل رات، ہر گھرانے نے ایک بے داغ برّہ قربان کیا اور اپنے گھروں کی چوکھٹوں پر اس کا خون صاف کیا۔وہ بھنے ہوئے بھیڑ کے گوشت کو کڑوی جڑی بوٹیوں اور بے خمیری روٹی کے ساتھ کھاتے تھے۔جب فرشتے نے خون دیکھا تو وہ ان کے پہلوٹھوں کو مارے بغیر ان کے گھروں کے اوپر سے گزر گیا۔ جس کی چوکھٹ پر خون نہیں تھا اس پر اللہ کا عذاب آیا۔

فسح کی چھٹی کی رات، عیسیٰ اور اُس کے شاگردوں نے برّہ، بے خمیری روٹی اور مشروب تیار کیا۔اس وقت تک سب کچھ روایت کے مطابق ہوتا رہا۔لیکن پھر عیسیٰ نے کچھ غیر معمولی کیا۔اس نے روٹی لی اور کہا، "یہ میرا جسم ہے، تمہارے لیے ٹوٹا ہوا ہے۔"

اس نے پیالہ لیا اور کہا، ''یہ میرے خون میں نیا عہد ہے۔'' ()

کاش ہم شاگردوں کے چہروں پر نظر آنے کا تصور کر سکتے! عیسیٰ اپنی قدیم چھٹی کے لیے جانور کی قربانی نہیں دے رہے تھے۔اس نے خود کو پیش کیا! اللہ کا برّہ۔

چھٹا باب

الانعام سورہ ٦

کفر پر فیصلہ (سورہ 6:1-15)

تباہی، جزا اور سزا۔ قرآن لوگوں کو کفر کے نتائج سے خبردار کرتا ہے۔ کفر کے عذاب سے نجات کا واحد ذریعہ اللہ کی رحمت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے کہ وہ کسی شخص کو جنت میں خوش رکھے گا یا ہمیشہ کے لیے جہنم میں مبتلا کرے گا۔

انجیل کہتی ہے کہ یہ تباہی لازوال ہے۔ 106 ایک بار جب کوئی شخص المسیح کے ذریعے اللہ سے صلح کیے بغیر آخری فیصلے کا سامنا کرتا ہے، تو اسے ہمیشہ کے لیے اندھیروں میں گزر جانا چاہیے۔ فیصلے کے بعد جب بندہ اللہ سے جدا ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بچنے کی امید باقی نہیں رہتی۔ انجیل "Purgatory" کا خیال نہیں سکھاتی، ایک عارضی جگہ جہاں لوگ جنت میں جانے سے پہلے اپنے گناہوں کی ادائیگی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محبت سے تمام لوگوں کو قیامت کا سامنا کرنے سے پہلے المسیح میں فرار کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

کیا ثبوت اہم ہے؟ (سورہ 6:19)

ایک آدمی کا تصور کریں جو اپنے پڑوسی کو چوری کے الزام میں عدالت لے جاتا ہے۔ جج نے پوچھا کہ چوری کا ثبوت کہاں ہے؟ آدمی کہتا ہے، ''میرا سونا ختم ہو گیا ہے اور میں نے اپنے پڑوسی پر کبھی بھروسہ نہیں کیا''۔ جج نے جواب دیا، " آپ کے عدم اعتماد کے جذبات اس آدمی کے جرم کا ثبوت نہیں ہیں، اور نہ ہی آپ کے گمشدہ سونے کا ثبوت ہے۔ شاید آپ نے اسے کھو دیا، شاید کسی اور نے لے لیا، شاید آپ کے پاس کبھی سونا نہیں تھا اور آپ ایک بے گناہ کو مصیبت میں ڈالنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں۔"

قانون کی عدالتیں اور سائنس ثبوت پر منحصر ہے۔ اس معاملے کے لیے، ہر کوئی روزمرہ کی زندگی میں ثبوت پر منحصر ہے۔ کوئی بھی پل کے اوپر سے کافی ثبوت کے بغیر گاڑی نہیں چلا سکے گا کہ یہ سمندر میں نہیں گرے گا۔

اللہ کا ہر پیغام ثبوت کے ساتھ آتا ہے۔ سورہ 6:19 کہتی ہے " کونسی چیزیں ثبوت میں سب سے زیادہ وزنی ہیں؟ کہو: اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ یہ قرآن مجھ پر الہام سے نازل ہوا ہے۔

ثبوت تلاش کرنا اچھا ہے۔ متعدد گواہوں کا ہونا بھی اچھا ہے۔ ہمیں اسے سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم ایک عام غلطی کو درست کر سکیں۔ بہت سے لوگ غلط سوچتے ہیں کہ عیسائیوں کے پاس کئی انجیلیں ہیں۔ ہمیں یہ حق حاصل کرنے کی ضرورت ہے، عیسائیوں کے پاس صرف ایک انجیل ہے۔

فرض کریں کہ کوئی شخص عظیم اسلامی سکالر الغزالی کے بارے میں کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ پیدائش سے موت تک، سوانح حیات بتاتی ہے کہ اس نے کیا سوچا اور کیا کیا۔ فرض کریں کہ کئی مصنفین اس کے بارے میں اپنے اپنے نقطہ نظر سے لکھتے ہیں۔ ان کی زندگی کے متعدد

ایماندارانہ واقعات کو پڑھنے سے ہمیں صرف ایک پڑھنے سے بہتر تصویر ملے گی۔
ایک سے زیادہ گواہ ہمیشہ ایک سے بہتر ہوتے ہیں۔ یہی ایک وجہ ہے کہ اللہ نے کئی گواہوں کو عیسیٰ المسیح کے بارے میں لکھنے کی ترغیب دی۔ ہم متی، مرقس، لوقا، یوحنا اور پولوس کی شہادتیں پڑھ سکتے ہیں۔ انہوں نے ہم آہنگی میں گواہوں کے طور پر لکھا جنہوں نے یا تو عیسیٰ کے ساتھ وقت گزارا یا عیسیٰ کے قریبی دوستوں سے بات کرنے میں وقت گزارا۔ مثال کے طور پر، یوحنا نے لکھا، ''ہم جو کچھ ہم نے دیکھا اور سنا ہے وہ آپ کو سناتے ہیں۔'' () لوقا نے لکھا، ''بہت سے لوگوں نے اُن چیزوں کا حساب کتاب کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جو ہمارے درمیان پوری ہوئیں، جیسا کہ وہ ہمیں سونپے گئے تھے۔ ان لوگوں کی طرف سے جو پہلے سے گواہ اور کلام کے خادم تھے۔" ()
ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن عیسیٰ کے بہت سے معجزات کی تصدیق کرتا ہے اور سورہ 3:55 کہتی ہے کہ اللہ نے اسے مروایا اور دوبارہ زندہ کیا۔ کیا مزید ثبوت ہیں کہ عیسیٰ کو مردوں میں سے زندہ کیا گیا تھا؟ ترسوس کے پال نے لکھا کہ عیسیٰ کو مارا گیا، مردوں میں سے زندہ کیا گیا اور پھر اپنے قریبی دوستوں اور پانچ سو پیروکاروں کو ایک وقت میں ظاہر ہوا۔
سینکڑوں لوگوں نے عیسیٰ کو رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوتے دیکھا۔ انہوں نے اسے قدوس کی گلیوں میں اپنی صلیب اٹھاتے دیکھا۔ انہوں نے اسے شہر کی دیواروں کے باہر ایک پہاڑی پر رومن صلیب پر کیلوں سے جڑے ہوئے دیکھا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ رومی سپاہی اُس کی پشت پر نیزے سے وار کر رہا ہے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اُس کی بے جان لاش کو صلیب سے اُتارا گیا اور کپڑوں میں لپیٹا گیا۔ انہوں نے اس کی قبر دیکھی۔ انہوں نے اسے دفن ہوتے دیکھا۔
تیسرے دن، تمام توقعات کے خلاف، کچھ خواتین پیروکاروں اور پھر کچھ مردوں نے عیسیٰ کو زندہ اور تندرست دیکھا۔ اس نے زمین پر چالیس دن گزارے اور اس دوران پانچ سو سے زیادہ لوگوں کو ظاہر ہوا!
عیسیٰ کی زندگی کا ایک ثبوت سینکڑوں قابل اعتماد گواہ ہیں۔ ان لوگوں کے پاس جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ کی پیروی کرنے سے وہ جیل میں جا سکتے ہیں یا پھانسی دے سکتے ہیں۔ اصل بارہ شاگردوں میں سے ایک کے علاوہ باقی تمام کو عیسیٰ کی پیروی کرنے پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ انہوں نے عیسیٰ کو اس کے وحشیانہ قتل کے بعد دوبارہ زندہ دیکھا، انہوں نے اس کے ہاتھوں میں کیلوں کے نشانات کو چھوا، انہوں نے اس کے ساتھ سمندر کے کنارے پر گرل مچھلی کھائی۔ کوئی شک کیسے ہو سکتا ہے؟
ثبوت بہت ضروری ہے۔
" آپ کے خیال میں قرآن کہاں سے آیا؟ اللہ کی طرف سے؟" مجھے اکثر یہ سوال آتا ہے۔ انسان متجسس مخلوق ہیں۔ ایک قریبی دوست کی طرح جو ہماری باورچی خانے کی الماریاں کھود رہا ہے لوگ جاننا چاہتے ہیں، " آپ کو یہ، اور یہ، اور یہ کہاں سے ملا؟"
عام چیزوں کی عام اصل ہوتی ہے۔ ٹماٹر سب سے پہلے امریکہ میں اگے اور کافی افریقہ سے آئی۔ تورات، انبیاء، انجیل اور قرآن ایک غیر معمولی اصل کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے وحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔
یہاں ہم سڑک کے ایک کانٹے پر آتے ہیں۔ تورات، انبیاء اور انجیل میں، ہم اللہ کو انسانوں سے براہ راست بات کرتے ہوئے دریافت

کرتے ہیں جنہیں نبی کہا جاتا ہے۔انہوں نے اس کے پیغام کا اعلان کیا۔مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ذریعے فرعون کو پیغام بھیجا، " پھر رب نے موسیٰ سے کہا، 'فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو، 'رب یہ کہتا ہے: میری قوم کو جانے دو، تاکہ وہ میری عبادت کریں۔ 110" فرشتے کے ذریعے موسیٰ سے بات کرنے کے بجائے، اللہ نے موسیٰ سے براہ راست بات کی، گویا آپ اور میں اپنے بہترین دوستوں سے بات کرسکتے ہیں۔

انجیل کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے بات کرنے سے المسیح کے ذریعے پوری انسانیت سے براہ راست گفتگو کی طرف منتقل کیا۔ "ماضی میں خدا نے ہمارے باپ دادا سے کئی بار اور مختلف طریقوں سے انبیاء کے ذریعے بات کی، لیکن ان آخری دنوں میں اس نے اپنے بیٹے]المسیح[کے ذریعے ہم سے بات کی، جسے اس نے ہر چیز کا وارث مقرر کیا، اور جس کے ذریعے۔اس نے کائنات کو بھی بنایا۔"111 المسیح عیسیٰ صرف اللہ کا کلمہ نہیں بولتے تھے، وہ خود کلمۃ اللہ تھے۔آسمان میں اللہ کی طرف سے زمین پر لایا گیا، عیسیٰ نے جو کچھ کہا اور کیا وہ اللہ کی خوشخبری کا پیغام تھا۔

سورہ 102:16 قرآن کے ماخذ کی وضاحت پیش کرتی ہے، "روح القدس آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ وحی لے کر آئی ہے۔" مسلمانوں کا خیال ہے کہ "روح القدس" فرشتہ جبریل کی طرف اشارہ ہے۔

مثال کے طور پر، وہ یقین رکھتے ہیں کہ فرشتہ جبرائیل روح القدس تھا جس نے عیسیٰ المسیح کو وحی دی تھی۔

اس موڑ پر، میں سوچتا رہتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں۔ ہمارے سامنے دو منفرد اور پیارے راستے پھیلے ہوئے ہیں۔112 ایمان کے ساتھ عیسائی اس راستے پر چلتے ہیں جس کی تکمیل اللہ کے کلمات اللہ عیسیٰ المسیح میں ہوتی ہے۔اسلامی راستہ اس پیغام کی پیروی کرتا ہے جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتہ جبریل کے ذریعے آیا تھا۔ یہ مختلف راستے کہاں لے جائیں گے؟ عیسیٰ کلیمۃ اللہ کے راستے پر نظر ڈالتے ہوئے ہمیں ایک لفظ نظر آتا ہے، جو فضل اور سچائی سے بھرا ہوا ہے۔ دوسرے راستے پر ہم جبریل فرشتہ کو شرک کے خلاف سخت تنبیہ کا پیغام لاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ شرک تباہ کن ہے۔ فضل اور سچائی سے بھری ہوئی کلمت اللہ کے بارے میں ہمارا کیا خیال ہے؟

سمندر پر موت؟ (سورہ 6:63-64)

ملاحوں کو دیو ہیکل لہروں اور پر تشدد ہواؤں سے پیدا ہونے والی آنتوں کو تباہ کرنے والی دہشت کا منفرد علم ہوسکتا ہے۔طوفانوں کی وجہ سے جہاز کا کنکال آنے والی موت کے درد سے کراہنے لگتا ہے۔سورہ 63 پوچھتی ہے، " کون ہے جو تمہیں خشکی کے اندھیروں سے نجات دلاتا ہے، جب تم اسے عاجزی اور خاموشی سے پکارتے ہو؟"

یہ خوفناک تصویر مجھے گلیل کے سمندر پر پہلی صدی کی ایک نازک کشتی پر لے جاتی ہے۔عیسیٰ کے ماہی گیروں کے دوستوں کی کشتی ساحل سے دھکیل دی گئی۔ خوف اور احترام کے ساتھ عیسیٰ اور اس کے بارہ دوستوں نے سمندر کا اس طرح جائزہ لیا جیسے آدمی کسی جنگلی جانور کو دیکھتا

ہے۔اس رات بڑا خوف انہیں ناخنوں کی طرح چھید دے گا۔
اس کا آغاز تیز ہواؤں اور تیز لہروں سے ہوا۔ گلیلی کا سمندر سطح سمندر سے سینکڑوں میٹر نیچے ہے۔رات کی طرح سیاہ، بڑے بڑے بادلوں نے گہری وادی کو بے پناہ وزن سے کچل دیا۔
پانی پھوٹ پڑا۔چھوٹی سی کشتی جلدی سے بھر گئی۔ بڑے سمندر پر صرف ایک نقطہ، وہ بے بسی سے بے رحم لہروں کے نیچے درج تھے۔ بڑے آدمی خوف سے چیختے اور چیختے رہے۔"ہماری مدد کریں!"
عجیب طور پر، عیسیٰ کشتی کے پچھلے حصے میں ایک تکیے پر سوئے ہوئے تھے، طوفان کی آوازوں کی پرواہ کیے بغیر۔اس کے بجائے، اس کے دوستوں کے رونے نے اسے جگایا۔
عیسیٰ اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے ہوا کو رکنے کو کہا۔اس نے سمندر سے کہا، "سلام، خاموش رہو۔"
ایک لمحے میں سب کچھ سنبھل گیا۔شاگردوں نے لہروں کی طرف دیکھا۔انہوں نے اپنی کشتی میں پانی کو دیکھا۔انہوں نے عیسیٰ کی طرف دیکھا۔اُنہوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سرگوشی کی، "یہ کون ہے؟ یہاں تک کہ ہوا اور موجیں بھی اس کی اطاعت کرتی ہیں!؟"113
عیسیٰ نے سمندر میں موت کو ٹال دیا۔ یہ عیسیٰ کی زندگی کا مرکزی مقصد ہے۔ وہ موت کو ٹال دیتا ہے۔ وہ لوگوں کو تباہی اور بربادی سے بچاتا ہے۔جب عیسیٰ بحری جہاز سے گزرتا ہے، تو وہ اپنے اندر سکون چھوڑ دیتا ہے۔

اپنے بچوں کو قتل نہ کرو (سورہ 151:6)

اگرچہ ہمارے ذہنوں کے لیے مکروہ ہے، بہت سے معاشروں میں بچوں کی قربانی یا بچوں کو قتل کرنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ محمد کے آنے سے پہلے عربوں میں اپنی لڑکیوں کو ریت میں دفن کرنے کا رواج تھا۔دوسرے معاشروں نے مردوں کے بچوں کو عورتوں پر ترجیح دی ہے اور اپنی بچیوں کو مرنے کے لیے باہر چھوڑ دیا ہے۔قدیم زمانے میں، یہودیوں سمیت مشرق وسطی کے کچھ لوگ اپنے بچوں کو بتوں کی قربانی کے طور پر پیش کرتے تھے۔
اکیسویں صدی میں سائنس بچوں کے قتل کی ایک نئی قسم لے کر آئی ہے۔ دنیا بھر کے ہسپتالوں میں طبی عملے — جنہیں جانیں بچانی چاہئیں — باقاعدگی سے اپنی ماؤں کے پیٹ سے غیر پیدا ہونے والے بچوں کو نکالتے ہیں۔ اسقاط حمل کی مختلف تکنیکیں غیر پیدائشی انسان کو مار دیتی ہیں اور پھر ٹوٹے ہوئے چھوٹے جسم کو ٹھکانے لگا دیتی ہیں۔
قرآن کہتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔اپنے بچوں کو خواہش کی بنا پر قتل مت کرو۔ یہ آیت دس احکام کی بازگشت کرتی ہے۔ آدم اور حوا کے پہلے خاندان سے لے کر آج تک، والدین اور بچوں کے درمیان جو رشتے بنتے ہیں، ان کو زندگی کو بڑھانا اور محفوظ کرنا چاہیے۔چھٹی صدی کے عربوں نے اپنے بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت کا جواب دیا اور اس عمل کو ختم کر دیا۔

قرآن کیوں دیا گیا؟ (سورہ 6:155-156) میرے دوست نے کہا کہ ''اللہ کو قرآن بھیجنا تھا۔'' کیا وجہ تھی؟'' میں نے پوچھا

" کیونکہ لوگوں نے تورات، انبیاء اور انجیل کو ناقابل تلافی بگاڑ دیا۔ سب کچھ کھو گیا تھا۔"

دلیل معقول ہے، لیکن قرآن میں نہیں ملتی۔

اور یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے برکت کے طور پر نازل کیا ہے، پس اس کی پیروی کرو اور پرہیزگار بنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ تم یہ کہو کہ یہ کتاب ہم سے پہلے دو لوگوں پر نازل ہوئی تھی اور ہم اپنی طرف سے ناواقف رہے۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ جو انہوں نے محنتی مطالعہ سے سیکھا ہے۔

یہ حوالہ یہ نہیں کہتا کہ پہلے کی کتابیں خراب تھیں۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ اس وقت عرب پہلے کی کتابوں سے ناواقف تھے لیکن یہود و نصاریٰ نے ان کا بغور مطالعہ کیا۔ اگر پہلے کی کتابیں خراب ہو جاتیں تو عربوں کے پاس اپنی روحانی جہالت کا کوئی جائز عذر ہو سکتا تھا اور وہ کہہ سکتے تھے کہ "ہم کو پہلے کی کتابوں نے دھوکہ دیا تھا۔" نیز یہ کہ اگر یہود و نصاریٰ نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو وہ کیوں بگڑ گئے؟ انہوں نے اپنے آپ کو بغور مطالعہ کرنے کے لیے وقف کر دیا اور اللہ کی چیزوں سے واقف ہو گئے۔ اس سے ایک بار پھر ثابت ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنی کتابوں کی بہت قدر کرتے تھے اور ان پر بھروسہ کرتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو یا تو تورات، انبیاء اور انجیل تک رسائی نہیں تھی یا شاید وہ ان کتابوں کو پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ قرآن صرف یہ کہتا ہے کہ یہ عربوں کو دیا گیا تھا تا کہ ان کی اپنی کتاب ہو، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس تھا۔

ساتواں باب

الاعراف سورہ ۷

اچھے اور برے کا پیمانہ (سورہ 7:8-9)

قیامت کے دن کیا ہوگا؟

اس دن میزان حق ہوگا: جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ فلاح پائیں گے، جن کا پلہ ہلکا ہوگا، ہلکا ہوگا، وہ اپنی جانوں کو اس وجہ سے تباہی میں پائیں گے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں پر ظلم کیا۔

کئی سال پہلے ایک بڑے ایشیائی شہر میں ایک مسلمان اور عیسائی قیامت کے دن کے بارے میں بات کرنے کے لیے ملے۔ مسلمان دوست نے کہا کہ اللہ میری تمام نیکیاں لے کر پلڑے کے ایک پلڑے میں ڈال دے گا پھر میرے گناہوں کو لے کر دوسرے پلڑے میں ڈال دے گا۔ سب سے بھاری فریق طے کرے گا کہ میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں، انشاء اللہ۔

اس کے عیسائی دوست نے ایک چھوٹا سا پیمانہ لے کر ان کے درمیان میز پر رکھ دیا۔ "اس طرح کچھ، مجھے لگتا ہے؟ لیکن ایک مسئلہ ہے۔" اس نے ایک طرف پتھروں سے بھر دیا۔ "ہمارے گناہ ایک مقدس خُدا کے لیے ایک بھاری جرم ہیں۔" اس نے کچھ پنکھ دوسری طرف رکھ دیئے۔ "اللہ کے معیارات کے مقابلے میں، ہماری نیکی ایک پنکھ کی طرح ہلکی ہے۔" پیمانہ نہیں ہلا۔

مسلمان دوست نے ایک لمحے کے لیے پیمانے کا مطالعہ کیا۔ ''پھر ہمیں کیا امید ہے؟''

عیسائی دوست نے اپنے تھیلے سے ایک بڑی اینٹ نکالی اور اسے پروں کے اوپر پھینک دیا۔ پیمانہ اچانک میز پر گرا۔ "آپ دیکھ سکتے ہیں؟ یہ اینٹ عیسیٰ المسیح کی کامل راستبازی، اس کے نور (نور) کی نمائندگی کرتی ہے۔ وہ پیار سے اپنی راستبازی اپنے بھروسے مند دوستوں کے ساتھ بانٹتا ہے۔

"اس کے بارے میں سوچو،" اس نے جاری رکھا۔ "پیغمبر یشایا نے کہا، 'ہم سب ناپاک ہو گئے ہیں، اور ہمارے تمام نیک اعمال گندے چیتھڑوں کی طرح ہیں۔ ہم سب پتے کی طرح سڑ جاتے ہیں، اور ہوا کی طرح ہمارے گناہ ہمیں بہا لے جاتے ہیں۔'' 114

"یہ درست نہیں لگتا۔ اللہ اپنی نیکی ہمارے ساتھ کیسے بانٹ سکتا ہے؟"

اس کے باوجود قرآن 7:26 بھی اللہ کی راستبازی میں شریک ہونے کی بات کرتا ہے۔

اے بنی آدم! ہم نے آپ کو آپ کی شرمگاہوں کو ڈھانپنے کے لیے اور آپ کی زینت بننے کے لیے کپڑے عطا کیے ہیں۔ لیکن راستبازی کا لباس - یہ بہترین ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

انجیل کہتی ہے کہ پاک لوگ اللہ سے رجوع کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے "اپنے لباس کو برّہ کے خون سے دھو کر سفید کیا ہے۔" اللہ کی محبت ہمارے گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ اللہ کا فضل ہمارے ساتھ اپنی نیکی بانٹتا ہے۔

سوئی کا ناکہ (سورہ 7:40)

گناہگاروں کا بچنا اس سے زیادہ ممکن نہیں جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا ہے۔

جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھلیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے، یہی ہمارا بدلہ ہے گناہگاروں کے لیے۔

ایک دن ایک امیر آدمی عیسیٰ کے پاس آیا جس نے ہمیشہ کی زندگی کے بارے میں پوچھا۔ اس نے نوجوان سے کہا کہ سب کچھ بیچ کر اس کے پیچھے چلو۔ "نہیں،" آدمی نے کہا، عیسیٰ اپنی ساری محبت مانگ رہا تھا، نہ کہ صرف ایک حصہ۔

بعد میں عیسیٰ نے اپنے شاگردوں سے کہا، "میں تم سے ایک بار پھر کہتا ہوں، اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا اس سے آسان ہے کہ دولت مند کے لیے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا"115 حیران شاگردوں نے پوچھا، "پھر کون ہوسکتا ہے؟ بچایا؟" اگر تمام امیر لوگ اور وہ تمام جو امیر بننا چاہتے ہیں نجات سے باہر ہیں، تو کیا امید ہے؟

عیسیٰ نے ان کی توجہ اوپر کی طرف کر دی۔ ''انسان کے لیے یہ ناممکن ہے لیکن اللہ کے لیے سب کچھ ممکن ہے۔''116

گنہگاروں کے بارے میں اللہ کا کیا رویہ ہے؟ وہ کہتا ہے، ''میری زندگی کی قسم، رب قادرِ مطلق فرماتا ہے، ''میں شریروں کی موت سے خوش نہیں ہوں، بلکہ اِس سے خوش ہوں کہ وہ اپنی روش سے پھر جائیں اور زندہ رہیں۔''117

عیسیٰ کہتے ہیں کہ اللہ نے اسے دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا کہ اس کی مذمت کرے بلکہ اس کے ذریعے دنیا کو نجات ملے۔

اللہ زمین پر آتا ہے (سورہ 7:143)

سورہ 7:143 میں بہت سے نبیوں کی فہرست ہے۔ نوح اپنی قوم کے پاس گیا۔ ہود نے عاد سے بات کی۔ صالح ثمود کے پاس گئے۔ لوط اپنی قوم کے پاس گیا، جو جنسی بدکاری اور گناہ کے لیے سزا کے تحت آئے تھے۔ شعیب مدین والوں کے پاس گئے۔ ہر معاملے میں قرآن کہتا ہے کہ ایک نبی نے اللہ کی تنبیہ کی لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لائے اور پھر تباہی سے دوچار ہوئے۔ ایک خاص حکم ہے: سرکش لوگ، رسول، رسول کا انکار، اللہ کا عذاب۔

آیت 103 موسیٰ کا تعارف کراتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے عبرانی غلاموں کو رہا کرنے کا حکم لے کر فرعون کے پاس گیا۔ مصریوں نے کئی خوفناک فیصلوں کے بعد بھی موسیٰ کا مقابلہ کیا جس میں پانی کا خون، آگ اور آسمان سے اولے اور ان کے شہروں میں مینڈکوں کا حملہ شامل تھا۔ اچانک آیت 143 میں ہمیں اللہ اور اس دنیا کے درمیان زمین ہلا دینے والی ملاقات کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ اللہ کے بارے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی تفہیم میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ وقت اور جگہ کے ساتھ اللہ کے تعلق کے بارے میں ان کا نظریہ ہے۔ بہت سے دوستوں نے پوچھا ہے کہ اگر اللہ عیسیٰ المسیح صلیب پر تھا تو جنت میں کون تھا؟ اگر اللہ نے جنت خالی کر دی تو ہر چیز پر کس کی حکومت رہے گی؟ کیا اللہ اپنے تخت سے ہٹا دے گا اور ہر چیز کو انتشار میں ڈال دے گا؟

میں پہلے ہی تین طریقوں سے پرفیکٹ محبت کی تصویر پیش کر چکا ہوں۔ کامل محبت کا ایک تہہ وقت اور جگہ میں رہنے والا عیسیٰ مسیح تھا۔ عین اسی وقت کامل محبت نے آسمان کے تخت پر حکومت کی۔ اللہ ایک ہے۔

کیا یہ بیہودہ ہے؟ اللہ زمین پر اور اللہ آسمان میں؟ یہ ہے قرآن کا بڑا تعجب۔ سورہ 143:7

جب موسیٰ ہمارے مقرر کردہ مقام پر پہنچے اور ان کے رب نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اللہ نے فرمایا۔ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن پہاڑ کو دیکھو۔ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو تم مجھے دیکھو گے۔ جب اس کے رب نے کوہ طور پر اپنا جلال ظاہر کیا تو اسے خاک بنا دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا: تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

یہ قصہ تورات میں بھی آتا ہے۔ موسیٰ نے دعا کی، "مجھے دکھاؤ جلال"119 اللہ نے جواب دیا

اس نے کہا تم میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کوئی مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تب رب نے کہا،''میرے قریب ایک جگہ ہے جہاں تم پتھر پر کھڑے ہو سکتے ہو۔ جب میرا جلال گزر جائے گا تو میں تمہیں چٹان کے ایک شگاف میں ڈالوں گا اور اپنے ہاتھ سے تمہیں ڈھانپوں گا جب تک کہ میں وہاں سے نہ گزروں۔ تب میں اپنا ہاتھ ہٹاؤں گا اور تم میری پیٹھ دیکھو گے۔ لیکن میرا چہرہ نہ دیکھا جائے۔"120

قرآن اور تورات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ اپنے آپ کو زمان و مکان میں ظاہر کر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ موسیٰ کے ساتھ پہاڑ پر تھا تو جنت میں کون تھا؟ کیا آسمان کا تخت خالی تھا؟ ایسا کبھی نہ ہو!

یہ کہنا آسان ہے کہ اللہ کے ساتھ ہر چیز ممکن ہے۔ زیادہ تر لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں ممکن ہیں جو معقول ہیں۔ کیا اللہ کسی چیز کو اتنا بھاری بنا سکتا ہے کہ اسے اٹھا نہ سکے؟ کیا اللہ ایک مربع دائرہ بنا سکتا ہے؟ یہ منطقی ناممکنات ہیں۔ کیا یہ منطقی طور پر ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ پر اور آسمان پر اپنے تخت پر موجود ہو؟

اس مسئلہ کے جواب کا کچھ حصہ تورات کی پہلی سورت میں پایا جا سکتا ہے۔ "خدا نے سب کچھ دیکھا جو اس نے بنایا تھا، اور یہ بہت اچھا تھا۔"121 جسمانی دنیا اچھی تھی، کیونکہ اللہ نے اسے بنایا تھا۔ پہاڑ، پھول، درخت، جانور اور انسان اپنی جسمانی شکل میں اچھے تھے۔ جب آدم اور حوا نے خدا کے خلاف گناہ کیا، تو اس نے ان کی روحانی زندگی کو بگاڑ کی حالت میں ڈال دیا۔ لیکن اس نے ستاروں اور آسمانوں اور دریاؤں اور صحراؤں کی خوبی کو نہیں بدلا۔

اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے طبعی دنیا میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس نے کسی بھی طرح اس کی اپنی نیکی اور عزت کو خراب نہیں کیا۔

لیکن اللہ بیک وقت دو مختلف جگہوں پر کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ خلا سے محدود نہیں ہے۔ کسی نہ کسی لحاظ سے وہ سب کچھ بھر دیتا ہے۔ داؤد نے پوچھا،''میں آپ کی روح سے کہاں جا سکتا ہوں؟ میں تیری موجودگی سے کہاں بھاگ سکتا ہوں؟ اگر میں آسمان پر جاؤں تو تم وہاں ہو۔ اگر میں اپنا بستر گہرائی میں بناؤں تو تم وہاں ہو۔"122

لیکن گہرا جواب ہو سکتا ہے۔ اللہ کا کلام اللہ کی طرف سے اس کی محبت کے اظہار کے طور پر نکلتا ہے۔ جب ہم "لفظ" کہتے ہیں، تو ہمارا

مطلب بات چیت میں بولے گئے الفاظ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ کلام اللہ کے ذہن کا نچوڑ ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اقتدار میں اپنے عرش پر براجمان رہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کلام میں زمین کی خاص سیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر موسیٰ کی زیارت کی اور برسوں پہلے اس نے موسیٰ کی عیادت ایک جلتی ہوئی جھاڑی میں کی جسے ختم نہیں کیا گیا تھا۔ 123 سدوم اور عمورہ کو تباہ کرنے سے پہلے اس نے ابراہیم کی تین "آدمیوں" کے ساتھ ملاقات کی۔ مسیح ۔ یہ وقت اور جگہ میں داخل ہونے کا اللہ کا عروج تھا۔ اس نے پہلے بھی ایسا کیا تھا، لیکن صرف مختصر طور پر گویا سفر پر گزر رہا ہو۔ المسیح میں اللہ اپنی قوم کے درمیان فضل اور سچائی سے بھرا ہوا تھا۔

دس احکام کے ذریعے فیصلہ کیا گیا (سورہ 7:145)

آیت 145 میں دس احکام کا ذکر ہے۔

اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں تمام معاملات میں احکام لکھے، ہر چیز کا حکم دیا اور بیان کیا، (اور کہا) ان کو مضبوطی سے پکڑو، اور اپنے لوگوں کو حکم دو کہ وہ بہترین احکام کو مضبوطی سے پکڑیں۔

اللہ نے یہ احکام کیوں دیے؟ لوگوں کو اللہ کے سامنے نیک بنانے کے لیے؟ افسوس کی بات ہے، نہیں۔ ہر شخص، چاہے وہ کتنی ہی کوشش کرے، قانون کی پاسداری کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

انجیل کہتی ہے، "تو پھر، قانون مقدس ہے، اور حکم مقدس، راست اور اچھا ہے۔" 126 تاہم، " کیونکہ شریعت نے کچھ بھی کامل نہیں بنایا۔ قانون خدا کے سامنے جائز ہے، کیونکہ 'صادق ایمان سے زندہ رہیں گے۔' 128 ہم سب اللہ کے قانون پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ''لیکن بنی اسرائیل، جنہوں نے قانون کو راستبازی کی راہ کے طور پر اپنایا، اپنا مقصد حاصل نہیں کر پائے۔'' 129

ہم اللہ کے قانون پر عمل کیوں نہیں کر سکتے؟ جسم کے زیر انتظام دماغ خدا کے خلاف ہے۔ یہ خدا کے قانون کے تابع نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسا کر سکتا ہے۔" 130

یہ ہم سب کو ایک بہت ہی مشکل صورتحال میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ذریعے راستبازی کا قانون بھیجا۔ وہ ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہمیں اپنے والدین کی عزت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ چوری، فریب اور زنا کی مذمت کرتا ہے۔ کامل انسان وہ ہے جو اللہ کے قوانین پر کامل طریقے سے عمل کرے۔

لیکن یہ کون کر سکتا ہے؟ ہر انسان کم از کم ایک بار پھسل جاتا ہے۔ اور اس میں دل کی خفیہ زندگی بھی شامل نہیں ہے۔ انجیل کہتی ہے، ''جو شخص پورے قانون کی پاسداری کرتا ہے اور پھر بھی صرف ایک مقام پر ٹھوکر کھاتا ہے وہ اس سب کو توڑنے کا مجرم ہے''۔ ایک شخص کو اپنی زندگی کے ہر دن کے ہر لمحے میں اللہ کے قانون کو مکمل طور پر برقرار رکھنا ہوگا تاکہ اللہ کو راضی کیا جا سکے اور مذمت سے بچیں۔ ذرا سی نافرمانی مکمل جرم لاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، ایک شخص یا تو 100٪ صادق ہے یا 0٪۔ چونکہ ہم سب کو گارڈن آف ایڈن میں اپنے پہلے والدین سے ٹوٹا ہوا دل وراثت میں ملا ہے، اس لیے کسی نہ کسی وقت ہم سب قانون کو توڑتے ہیں، جو ہمیں 0% راستباز بناتے ہیں۔ آپ کشش ثقل

کے قانون کو 99 فیصد برقرار رکھ سکتے ہیں، لیکن اگر آپ اسے ایک بار چٹان سے چھلانگ لگا کر توڑ دیتے ہیں، تو آپ یقیناً مر جائیں گے۔ اللہ کا قانون ہمیں اپنے آپ کو صالح بنانے کا راستہ دینے کے بجائے ایک مختلف مقصد کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ راستہ ناممکن ہے۔ یہ ایک گلی ہے جس پر "ڈیڈ اینڈ" کا نشان لگایا گیا ہے۔" کوئی ایگزٹ نہیں"۔ یہ اندھیرے کے سوا کہیں نہیں جاتا۔ بعد میں ہم قانون کے اصل مقصد کو مزید غور سے دیکھیں گے۔

تورات، انبیاء اور انجیل حضرت محمد ﷺ کی پیشین گوئی؟ (سورہ 157:7)

دوست مجھے اکثر کہتے ہیں، "تمہاری کتابیں محمد کے آنے کی پیشین گوئی کرتی ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ ان جیسا نبی آئے گا۔ عیسیٰ نے کہا کہ اس کے بعد دوسرا آئے گا۔ وہ سورہ 15:7 جیسے حوالے سوچ رہے ہیں۔ "وہ لوگ جو رسول، ان پڑھ نبی کی پیروی کرتے ہیں، جن کا ذکر وہ اپنی شریعت اور انجیل میں پاتے ہیں"...

قرآن پڑھنے سے بہت پہلے میں نے ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ کہانی آدم وحوا، نوح، ابراہیم، موسیٰ سے شروع ہوتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر بادشاہ داؤد اور سلیمان تک پہنچتی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام المسیح کے لیے راستہ تیار کرتے ہوئے تشریف لائے۔ ہر لحاظ سے غیر معمولی، عیسیٰ المسیح نے درجنوں پیشین گوئیاں پوری کیں، جن میں سے کچھ اپنی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے بولی گئیں۔

عیسیٰ کے آسمان پر واپس آنے کے بعد، اس کے پیروکار پیٹر نے واضح طور پر عیسیٰ کو نبی کے طور پر نشان زد کیا جس کے بارے میں موسیٰ نے کہا تھا۔

اور وہ عیسیٰ المسیح کو بھیجے گا، جس کی پہلے آپ کو تبلیغ کی گئی تھی: جسے آسمان کو تمام چیزوں کی بحالی کے وقت تک حاصل کرنا ہے، جو خدا نے اپنے تمام مقدس نبیوں کے منہ سے دنیا کے شروع ہونے سے کہی ہے۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادا سے سچ ہی کہا تھا، "رب تمہارا خدا تمہارے لیے تمہارے بھائیوں میں سے میری طرح ایک نبی برپا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے گا تم اسے ہر چیز میں سنو گے۔"

عیسائی عیسیٰ المسیح کو نبی مانتے ہیں جس کی پیشین گوئی موسیٰ نے کی تھی وہ بعد میں آئے گا۔132

اس مددگار کے بارے میں کیا جو عیسیٰ نے جنت میں واپس آنے کے بعد آنے کا وعدہ کیا تھا؟ کچھ مسلمانوں کا خیال ہے کہ انجیل محمد کے آنے کی پیشین گوئی کرتی ہے۔ سوال یونانی الفاظ، y() یا periklutos() کے درمیان فرق پر منحصر ہے۔133

اگرچہ عیسیٰ غالباً اپنے دوستوں کے ساتھ آرامی بولتا تھا، لیکن انجیل بعد میں زیادہ تر عام یونانی (کوئن) زبان میں لکھی گئی۔ بحیرہ روم کے علاقے میں یونانی ایک بین الاقوامی زبان تھی اور بہت اہم تھی۔

ایک دن عیسیٰ نے اپنے شاگردوں سے مستقبل کے بارے میں بات کی۔ انہوں نے وضاحت کی کہ وہ جسمانی طور پر انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ اس کی عمر تقریباً 33 سال تھی۔ ابھی ایک جوان آدمی، زمین پر اس کا وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ قدرتی طور پر، اس کے دوست خوفزدہ اور الجھن میں تھے . اتنا کام باقی رہ کر وہ انہیں اتنی جلدی کیوں چھوڑ دے گا؟ کیا وہ انہیں ان کے رومی حاکموں سے آزاد نہیں کرے گا؟ وہ

کہاں جا رہا تھا؟ ان کی قیادت کے بغیر وہ کیسے چل سکتے تھے؟ عیسیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ انہیں تسلی دی، "میں باپ سے دعا کروں گا، اور وہ آپ کو ایک اور مددگار دے گا، جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا۔"

عیسیٰ نے ایک اور پیراکلیٹوس (pa????t??) کا وعدہ کیا، جس کا مطلب ہے تسلی دینے والا یا مددگار، "جو مدد کے لیے ساتھ بلایا جاتا ہے۔" ایک بہترین دوست، والدین یا سرپرست کی طرح، وہ سچے مشورے، مضبوط حوصلہ افزائی اور کامل امن کے ساتھ تسلی دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سینکڑوں سال گزر گئے۔ محمد مشہور ہوئے اور مسلمان علماء میں تجسس پیدا ہوا۔ کیا انجیل نے اس کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی؟ انہوں نے انجیل پڑھی اور تجویز کیا کہ عیسیٰ نے روح کی بجائے احمد (جس کی تعریف کی گئی) کے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ انجیل کہتی ہے، ''وہ تمہیں دوسرا احمد دے گا'' اور یہ کہ اصل انجیل نے لفظ periklutos() کا استعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے ''تعریف''۔

یہ دعویٰ پریشان کن ہے۔ سب سے پہلے، انجیل کی کوئی قدیم یا جدید نقل لفظ احمد (periklutos, pe) استعمال نہیں کرتی۔ ایسی کوئی آیت کہیں موجود نہیں۔ انجیل کے قدیم ترین نسخوں میں سے ایک کا نام Papyrus 66 ہے۔ اس کا دیگر قدیم انجیل نسخوں سے موازنہ کریں تو ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ وہ سب کہتے ہیں مددگار (,paracletos)۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

دوسرا، عیسیٰ مددگار کو روح کے طور پر بیان کرتا ہے، انسان نہیں۔ مددگار عیسیٰ کا تسلی دینے اور گنہگاروں کو بچانے کا کام جاری رکھتا ہے۔ وہ دنیا کے لیے پوشیدہ اور نامعلوم ہے، لیکن عیسیٰ کے پیروکاروں کے ذریعہ جانا جاتا ہے (دیکھا نہیں جاتا)۔ وہ لامتناہی طور پر عیسیٰ کے پیروکاروں کے ساتھ اور ان میں قائم رہتا ہے، انہیں تمام سچائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ کی ذات سے نکلا ہے، اس لیے مددگار کوئی فرشتہ یا انسان نہیں ہے۔

دوسری عبارتوں میں انجیل مددگار کو روح القدس کہتی ہے۔ درحقیقت انجیل میں تیئس مختلف آیات اسے روح المسیح کہتے ہیں۔

عیسیٰ المسیح نے اپنے دوستوں سے کہا، "اور یقیناً میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، عمر کے آخر تک۔"137 وہ جسمانی طور پر انہیں ایک موسم کے لیے چھوڑ گیا، لیکن مددگار کے طور پر وہ روحانی طور پر ان کے شانہ بشانہ رہتا ہے، یہاں تک کہ ان کے ساتھ رہتا ہے۔ انہیں
انجیل کی یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ عیسیٰ نے موسیٰ کے بعد ایک اور نبی آنے کا وعدہ پورا کیا اور یہ کہ وہ اپنے شاگردوں کو تنہا نہیں چھوڑتے، وہ روحانی طور پر ان کے ساتھ مددگار کے طور پر رہتے ہیں (paracletos, pa)۔

کبھی کبھی میرے مسلمان دوست سخت مزاحمت کرتے ہیں۔ "نہیں! تورات، انبیاء اور انجیل یقیناً محمد کے آنے کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ بات چیت آگے پیچھے ہوتی ہے۔

"مجھے ایک سوال پوچھنے دو،" میں نے جواب دیا۔ ''چونکہ آپ تورات، انبیاء اور انجیل کو بگاڑتے ہوئے مانتے ہیں، اس لیے ان میں ایسی آیات تلاش کرنے کی زحمت کیوں کرتے ہیں جو محمدؐ کی آمد کی پیشین گوئی کرتی ہیں؟''

" کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ پہلی کتابیں اس کے آنے کی پیشین گوئی کرتی ہیں۔ وہ وہاں ضرور ہوں گے۔''

توارت، انبیاء اورانجیل پر بھروسہ کیوں؟ اگر وہ بگڑ گئے تو وہ سب کچھ ضائع ہوسکتا ہے جوانہوں نے محمد کے بارے میں کہا تھا۔ اور ویسے بھی جب آپ کے پاس قرآن ہے تو آپ کو پہلے کی کتابوں کی کیا ضرورت ہے؟

یہ سوچنے کے قابل ہے۔

''تم ٹھیک کہتے ہو،'' کسی نے جواب دیا۔ "مجھے تورات، انبیاء اورانجیل کی ضرورت نہیں ہے، لیکن شاید اس کے کچھ حصے مکمل طور پر خراب نہیں ہوئے تھے۔"

"بہت دلچسپ . تو آپ کو احساس ہے کہ کچھ مسلمانوں کا خیال ہے کہ کم از کم ابتدائی کتابوں کے کچھ حصے خراب نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ قرآن ان کا احترام کرتا ہے، تو کیا ہمیں اس امکان پر نظر ثانی نہیں کرنی چاہیے کہ تورات، انبیاء اورانجیل میں سے کوئی بھی کبھی خراب نہیں ہوا؟

اگر ہم واقعی سچ جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تلاش میں سچا ہونا چاہیے۔

اللہ کے خوبصورت نام (سورۃ 180:7)

زیادہ تر مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے 99 خوبصورت نام ہیں اور ان کو یاد کرنے سے خاص نعمتیں یا جنت میں داخلہ بھی مل سکتا ہے۔ کچھ لوگوں نے چھپے ہوئے 100 ویں نام کی بات کی ہے۔ پرانی کہانی ہے کہ اللہ نے سوواں نام صرف اونٹ کو بتایا تو وہ مسکراتا ہے اور انسانوں کی طرف بدتمیزی سے دیکھتا ہے کیونکہ وہ اسے جانتا ہے اور وہ نہیں جانتے!

یہ نام اللہ کی مختلف صفات کو ظاہر کرنے کے لیے سمجھے جاتے ہیں جیسے اس کی رحمت، طاقت، بخشش وغیرہ۔

کیا ہمیں 100 ویں نام کی تلاش میں جانا چاہئے؟ ہم مزید کیا سیکھ سکتے ہیں؟ یہاں ایک اشارہ ہے۔

ایک دن ایک متقی مسلمان لڑکی نے ایک مشہور امام کا پیغام سنا۔ اس کے اختتام پر اس نے پوچھا، "استاد، جب میں اللہ کے تقدس کی روشنی میں کھڑی ہوتی ہوں، تو مجھے اپنی گناہ اور نافرمانی نظر آتی ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں؟ کیا اللہ گنہگاروں سے محبت کرتا ہے؟ کیا اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے، ایک گنہگار؟

استاد نے اس کے چہرے کا مطالعہ کیا، لیکن جواب نہیں دے سکا۔ اس کی سمجھ میں، اللہ صرف ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو نیکی کرتے ہیں۔ اللہ گنہگاروں سے محبت نہیں کرتا۔138

لمحوں کی تاریکی میں جب انسان کے دل کے گہرے اور سرکش راز اللہ کے سامنے کھل کر سامنے آتے ہیں تو وہ کیا جواب دیتا ہے؟ حیرت انگیز طور پر، ہم یہ دریافت کرتے ہیں۔

"لیکن خدا ہم سے اپنی محبت کا اظہار اس میں کرتا ہے: جب ہم ابھی گنہگار ہی تھے، مسیح ہمارے لیے مرا۔"139 اللہ ہم سے اس شرط پر محبت نہیں کرتا کہ ہم پہلے اس سے محبت کریں۔ "ہم اس سے محبت کرتے ہیں کیونکہ اس نے پہلے ہم سے محبت کی تھی۔"140 اگر اللہ صرف

اچھے لوگوں سے محبت کرتا تو کوئی بھی اس کی محبت کا اہل نہیں ہوتا۔ وہ کسی سے محبت نہیں کرے گا، کیونکہ کوئی بھی اس کی محبت کے لائق نہیں ہے۔ وہ فضل کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ ایک گنہگار سے محبت کرتا ہے تو وہ ان سب سے محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیا اللہ کا 100 واں نام محبت ہو سکتا ہے؟

آٹھواں باب

الانفال سورہ ۸

کس قسم کی جنگ؟ (سورہ 8)

کیا اللہ کی راہ میں لڑنے کا آج کی زندگی سے کوئی تعلق ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اولین پیروکاروں کے وقت، جسمانی جنگیں اور دشمنیاں زندگی کا حصہ تھیں۔ بہت سے لوگ تلوار سے جیتے اور تلوار سے مر گئے۔ ہمیں سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ سورہ 8 مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جسمانی جنگ کے بارے میں بتاتی ہے۔ سورہ 12:8، "میں تمہارے ساتھ ہوں، مومنوں کو مضبوطی عطا کرو، میں کافروں کے دلوں میں دہشت پیدا کروں گا، تم ان کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کی تمام انگلیوں کو کاٹ دو۔"

وہ کیوں لڑ رہے تھے؟ مشرکین مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک رہے تھے۔ سورہ 5:8 کہتی ہے کہ بعض مومنین کو "ناپسند" کہا گیا کہ وہ کافروں سے لڑنے کے لیے گھروں سے نکلیں۔

لڑائی کو کہاں تک پھیلانا چاہیے؟ تورات مجھے بتاتی ہے کہ ابراہیم کی اولاد صرف اپنے محدود وعدے کی سرزمین کی حفاظت کے لیے لڑی تھی۔ جنگ جگہ اور وقت میں محدود تھی۔ ایک بار جب انہوں نے زمین آباد کر لی تو لڑائیاں بند ہو گئیں۔ اللہ نے ابراہیم کی قوم کو پوری زمین دینے کا وعدہ نہیں کیا۔ اس نے ان سے صرف ایک چھوٹے سے ٹکڑے کا وعدہ کیا۔ زمینی توقعات کے برعکس، عیسیٰ نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور بے ایمان حکمرانوں کی اطاعت کریں۔

چین یا اٹلی جیسے ممالک اور حکومتوں کا تصور صرف دو سو سال سے موجود ہے۔ محمد کے زمانے میں بادشاہوں اور شہزادوں نے اپنی سرزمین پر حکومت کی۔ بعض اوقات ان کی پیچیدہ حکومتیں تھیں، جیسے قدیم چینی سلطنت، اور کبھی نہیں۔ رومی سلطنت چھٹی صدی تک تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ ابراہیم کی قوم کے پاس اب حکومت یا بادشاہ نہیں تھا۔ یونانی بحیرہ روم میں پھیلے ہوئے تھے۔ عرب قبائل جزیرہ نما عرب میں بڑے پیمانے پر بکھرے ہوئے تھے اور بعض اوقات ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔

اس ٹوٹی پھوٹی دنیا میں اسلام نے ایک نئی شریعت اور برادری (امت) متعارف کرائی۔ وہ خود کو عرب مسلمان یا چینی مسلمان نہیں سمجھتے تھے، بس مسلمان تھے۔ ان سب سے توقع تھی کہ وہ محمد کی پیروی کریں گے اور شریعت کے تابع ہوں گے۔ آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنے والے قبائل کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ مختلف جگہوں اور زبانوں کے لوگ مسلمان ہو گئے۔

بعض اوقات مسلمانوں کو غیر مسلموں سے خطرہ محسوس ہوتا تھا تو وہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھا لیتے تھے۔ مثال کے طور پر، آٹھویں صدی کے اوائل میں شمالی افریقہ کے مسلمانوں کا خیال تھا کہ اسپین میں گوتھ ایک خطرہ ہیں اور وہ اسپین میں رہنے والے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ انہوں نے سمندر پار فوجی مہم چلائی اور اسپین پر حملہ کر دیا، بالآخر اسے لے کر اسلام کی حکمرانی قائم کی۔ انہوں نے 734 عیسوی میں جنوبی فرانس کے خلاف اس دلیل کے ساتھ پیش قدمی کی کہ فرانس میں کافروں کو خطرہ لاحق ہے۔

چارلس مارٹل آف ٹورز کے خلاف جیتنے میں ناکام، وہ پیچھے ہٹ گئے اور سینکڑوں سالوں تک اسپین میں خود کو قائم کیا۔

مشرقی محاذ پر، اسلام عرب سے باہر پھیل گیا، جس نے مزید علاقے کو امت اور خلیفہ کے کنٹرول میں لے لیا۔ 1071 عیسوی میں بازنطینی سلطنت نے منزیکرت کو سلجوق ترکوں سے کھو دیا۔ دو سو سال بعد سلطنت عثمانیہ کا وجود ہوا۔ بازنطینیوں کی طرف سے خطرے اور دھوکہ دہی کو محسوس کرتے ہوئے، فاتح سلطان مہمت نے 1453 عیسوی میں قسطنطنیہ کے آخری بازنطینی گڑھ پر حملہ کیا۔ عظیم فصیل والے شہر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے گرنے سے پورے شمالی افریقہ، عرب، وسطی ایشیا اور مشرق بعید کے ایک بڑے حصے پر اسلام کے تسلط پر مہر ثبت ہوگئی اور ساتھ ہی یورپ کا دروازہ بھی کھل گیا۔

''جہاد ہمیشہ دفاعی ہوتا ہے،'' مسلمان عالم نے بہت پر جوش ہو کر کہا۔ "عیسائیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔" میں نے سنا، اس کی کہانی کا پہلو سننے میں دلچسپی لی۔

ناانصافی کے خلاف جسمانی جہاد کی بحث میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو کبھی بھی جارح نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے دفاع کے طور پر لڑنا جائز ہے۔ سورہ 39:8 کہتی ہے، "ان سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ کوئی ہنگامہ اور ظلم باقی نہ رہے اور ہر جگہ عدل اور ایمان غالب آ جائے۔ لیکن اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

مسلمان علماء دنیا کو دو اہم گروہوں میں دیکھتے ہیں، دار الحرب (جنگ کا گھر) اور دار الاسلام (اسلام کا گھر)۔ اسپین اور بعد ازاں استنبول کی اسلامی فتح کو دیکھ کر میں سوچتا ہوں کہ مسلمان رہنما یہ کیسے طے کرتے ہیں کہ اسلام کے لیے کیا خطرہ ہے؟ سورہ 39:8 کے مطابق دار الحرب میں لوگوں اور مقامات کے خلاف جسمانی جدوجہد اس وقت تک ختم نہیں ہونی چاہیے جب تک کہ انصاف اور اسلام کا ایمان عالمگیر نہ ہو۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کافر تہذیب یا حکومت کا وجود بذات خود اسلام کے لیے خطرہ ہے؟ دوسرے لفظوں میں، کیا اسلام کو ہمیشہ کافروں سے خطرہ رہتا ہے، چاہے وہ مسلمانوں پر جارحانہ حملہ کیوں نہ کر رہے ہوں؟ کیا ان کا محض کفر مسلمانوں کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ان کے خلاف پیش قدمی کریں تا کہ ان کو زیر کر لیں اور اللہ پر ایمان، نماز اور شریعت کو قائم کریں؟

کیا بہترین دفاع اچھا جرم ہے؟

مجھے احساس ہے کہ یہ عجیب سوالات ہو سکتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ کچھ لوگوں نے جہاد کے تصور کو مکمل طور پر اندرونی بنا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف اپنے آپ کو ایک بہتر مسلمان بنانے کی نجی کوشش ہے۔ میں تصور کر سکتا ہوں کہ کوئی صرف یہ کہہ رہا ہے کہ سورہ 8 جدید دنیا میں لاگو نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر جدید دنیا میں سورہ 8 کا اطلاق نہیں ہوتا تو کوئی کیسے جانتا ہے کہ آج قرآن کے کون سے حصے لاگو ہوتے ہیں اور کون سے نہیں۔

مجھے یقین ہے کہ کوئی مجھ سے صحیح طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ یہ مکمل طور پر ممکن ہے، اور میں اپنی حدود کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن یہ سورہ پڑھنا مشکل نہیں ہے۔ لڑائی کا ذکر کسی وقت یا جگہ تک محدود نہیں ہے۔ کسی بھی زمانے میں رہنے والے لوگوں کے لیے، اہم سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں کی حکومت والی زمینوں کے ساتھ کس قسم کا رشتہ قائم کرنا چاہیے؟

نواں باب

التوبہ یا البرأت (بیزاری) سورہ ۹

کافروں کے ساتھ معاہدوں کے احکام (سورہ 9:1-29)

تاریخ ہمیں سکھاتی ہے کہ محمدؐ کی زندگی کے دوران انہوں نے کم از کم ستائیس فوجی مہموں میں حصہ لیا۔ قابل ذکر لڑائیوں میں بدر، احد اور خندق شامل ہیں۔ ایک موقع پر وہ زخمی ہوئے لیکن بچ گئے۔

بعض اوقات مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ امن کے معاہدے کئے۔ یہ حوالہ بتاتا ہے کہ معاہدے مستقل نہیں ہوتے اور ان کا احترام کچھ شرائط کے تحت کیا جانا چاہیے۔ سورہ 9:3-5

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ ان سے لڑو اور قتل کرو اور ان کو پکڑو، ان سے تنگ آؤ، اور (جنگ کی) ہر تدبیر میں ان کی تاک میں بیٹھو۔ لیکن اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کے لیے راستہ کھول دیں کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

پہلے کی طرح، ہمیں پہلے یہ پوچھنا چاہیے کہ کیا سورہ 9 ہر وقت اور جگہ پر امت مسلمہ کے لیے حکم ہے؟ امت اسلامیہ کوئی ملک نہیں ہے۔ یا لوگوں کی نسل؟ محمدؐ اور پھر خلفائے راشدین کی قیادت میں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ جنگ ؟؟ بندی کے معاہدے کئے۔

آیت 5 اس حصے میں سب سے براہ راست حکم ہے۔ کیا اس کا مطلب مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں (اہل کتاب) سے لڑنا ہے یا صرف مشرکوں سے؟ شاید یہود و نصاریٰ بھی مشرک ہیں کیونکہ ان پر اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا الزام ہے؟ بہر حال، سورہ 9:29 جنگ کا دائرہ وسیع کرتی ہے۔

اہل کتاب میں سے ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یوم آخرت پر اور نہ اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہ دین حق کو تسلیم کیا ہے یہاں تک کہ وہ جزیہ خوشی خوشی ادا کریں۔ اور خود کو محکوم محسوس کرتے ہیں۔

یہ آیات اس بنیادی سوال کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اگر یہ آیات آج بھی لاگو ہوتی ہیں تو کیا قرآن دفاعی یا جارحانہ لڑائی یا دونوں کا حکم دیتا ہے؟

کچھ لوگ جواب دے سکتے ہیں، "یہ سب ٹھیک اور سچ ہے، لیکن یقیناً 7 ویں صدی کی دنیا 21 ویں صدی سے بہت مختلف تھی۔ سب کچھ زیادہ پیچیدہ اور جدید ہے۔ صحرا میں اب کوئی بھی اونٹوں پر سوار نہیں ہے، جو ریت کو روکنے کے لیے کپڑے اوڑھے ہوئے ہے۔ پانی کا ایک گھونٹ تلاش کرنے کے لیے زمین کو کھرچنا۔ ہمارے پاس 4-G انٹرنیٹ، ہارٹ ٹرانسپلانٹ اور بین سیاروں کا سفر ہے۔ ہمیں ان قدیم تحریروں کے بارے میں جدید رویہ کی ضرورت ہے۔

یہ جزوی طور پر سچ ہے۔ ٹیکنالوجی اور سائنس نے بہت ترقی کی ہے۔ بہت سے انسان تاریخ میں پہلے سے کہیں زیادہ طویل اور آرام سے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو صحرا میں رہتے ہیں اور زندگی گزارتے ہیں جیسا کہ ان کے آباؤ اجداد نے ہزاروں سالوں سے کیا ہے۔

ٹیکنالوجی بدل گئی ہے۔ بہت سے لوگوں کے لیے دنیا بدل گئی ہے۔ لیکن کیا قرآن بدل گیا ہے؟ کیا 7 ویں صدی کے لوگوں کے لیے اس کا کوئی مطلب تھا جو آج نہیں ہے؟

میں نے اسلامی ویب سائٹس کا دورہ کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہودی، عیسائی اور دوسرے کافر اسلام کو بدنام کرنے کے لیے سورہ 9 اور اس سے ملتی جلتی عبارتیں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ "اسلام پرامن ہے اور کبھی تشدد نہیں کرتا۔ صرف اسلام کے دشمن جھوٹ پھیلاتے ہیں کہ مسلمان تشدد کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکنا چاہتے ہیں۔

ایشیا میں ایک دوپہر ایک طاقتور اسلامی رہنما کے ساتھ بیٹھا، میں نے اسلام کے بارے میں ان کے خیالات کی وضاحت کرتے ہوئے سنا۔ اس نے کافی کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا، ''اگر امریکہ میں نیوز میڈیا صرف یہ دکھائے کہ سچا مخلص اسلام کیسا ہے، تو پورا ملک ایک دن میں پیغمبر اسلام کے مذہب کو قبول کر لے گا۔''

اگرچہ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ بعض اوقات لوگ دوسرے مذاہب کے بارے میں بہتان لگاتے ہیں اور اپنے سے مختلف عقائد کے بارے میں جھوٹ پھیلاتے ہیں، لیکن مجھے ایک اور امکان پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کیوں بہت سے لوگ ابتدائی کتابوں اور کتابوں میں جنگ کے حقیقی معنی کو جاننا چاہتے ہیں۔ قرآن۔

اگر کچھ لوگ پریشان ہیں تو کیا ہوگا؟ اگر کچھ لوگ ڈرتے ہیں تو کیا ہوگا؟ کیا ایک ایماندار آدمی، مثال کے طور پر، ایک کینیڈین کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ سوڈان، شام یا افغانستان کے مسائل کو دیکھے اور سوچے کہ کیا وہاں رہنے والے مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے ان پر ظلم کرنے یا حملہ کرنے سے پریشان یا خوف محسوس کرتے ہیں؟ وہ ایک یہودی دوست کو ڈھونڈ سکتا ہے اور پوچھ سکتا ہے، " کیا آپ کی مقدس کتاب آپ کو غیر یہودیوں پر حملہ کرنے اور زیر کرنے کے لیے کہتی ہے؟" 21 ویں صدی کے اوائل کے شاید سب سے مشہور ملحد رچرڈ ڈاکنز نے یہ الفاظ لکھے،

پرانے عہد نامے کا خدا تمام افسانوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ کردار ہے: اس پر رشک اور فخر؛ ایک چھوٹا، غیر منصفانہ، ناقابل معافی کنٹرول فریک؛ ایک انتقامی، خونخوار نسلی صفائی کرنے والا؛ ایک بدانتظامی، ہم جنس پرست، نسل پرستی، بچوں کو مارنے والا، نسل کشی کرنے والا، فسق کش، مہلک، میگالومینیا یکل، ساڈوماسوچسٹک، مکروہ بدمعاش۔ 143

ڈاکنز کے جواب میں یہودی یا عیسائی کیا کہیں گے؟ کیا مذاہب تشدد کا سبب بنتے ہیں؟ میں کہوں گا، "میں آپ کے خدشات کو سمجھتا ہوں، لیکن میں آپ کے نتیجے سے متفق نہیں ہوں۔ تورات اور انبیاء میں جو تشدد آپ کو نظر آتا ہے وہ بدی انسانیت کے خلاف اللہ کا غضب تھا۔ مزید برآں، کہانی اس کے غضب پر ختم نہیں ہوتی۔ یہ عیسیٰ المسیح کی طرف بڑھتا ہے۔ مصائب برداشت کرنے اور صلیب پر مرنے کی اپنی

رضامندی میں اس نے ثابت کیا کہ اللہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ وہ ہمارے مصائب میں داخل ہونے کے لیے تیار تھا اور پھر موت پر فتح حاصل کی۔ انجیل میں نازل شدہ عیسیٰ کا طریقہ عیسائی سامراج کو مکمل طور پر حرام کر دیتا ہے۔ عیسیٰ کے پہلے شاگرد امن پسند تھے۔ تقریباً سبھی اپنے عقیدے کی وجہ سے مر گئے، پھر بھی انہوں نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا اور برائی کے بدلے اچھائی کی۔

کیا تورات، انبیاء اور انجیل غیر عیسائیوں کے ساتھ بدسلوکی کے لیے کوئی خاکہ تیار کرتے ہیں؟ کیا انجیل عیسائیوں کو حکم دیتی ہے کہ "عیسیٰ کی راہ میں لڑو؟" نہیں، عیسیٰ نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ وہ اپنے ہتھیار پھینک دیں کیونکہ اس کی بادشاہی روحانی ہے۔ رچرڈ ڈاکنز اور اس کے بے ایمان دوستوں کے پاس عیسیٰ کے پیروکاروں پر حملہ کرنے سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

غیر مسلموں کو کیا سوچنا چاہئے جب وہ سورہ 9:29 جیسے اقتباسات کے پاس آتے ہیں؟" کیا مجھے ڈرنا چاہئے؟ کیا کوئی مجھ سے جزیہ دینے کی کوشش کرے گا؟ کیا وہ مجھے محکوم بنانے کی کوشش کریں گے؟"

میرے دوست نے ہمارے ساتھ کھڑی تمام عظیم مساجد اور گرجا گھروں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''دنیا نے عثمانی مسلمانوں کے دور جیسی مذہبی آزادی کبھی نہیں دیکھی۔'' "یہودی، عیسائی اور مسلمان کامل امن کے ساتھ ایک ساتھ رہتے تھے، ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر بلا خوف وخطر عمل کرتا تھا۔ کیا اسلام کی حکمرانی میں تہذیب پروان نہیں چڑھی، جب کہ یورپ طویل تاریک دور سے گزرا؟ اسلام اب تک کا سب سے زیادہ روادار مذہب ہے۔"

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی حکومت اکثر کیسے کام کرتی رہی۔ یہودی اور عیسائی ذمی، غیر مسلم اقلیتوں کے طور پر مسلمانوں کی حکمرانی میں رہ سکتے تھے۔ یہاں غیر مسلموں پر عائد شرائط کی ایک نمونہ فہرست ہے۔

تمام غیر مسلم مردوں کو مسلم ریاست کو مسلم حکمرانی کے تابع ہونے کے اظہار کے طور پر پول ٹیکس (جزیہ) ادا کرنا پڑتا تھا۔ (بہت سے دستاویزات میں کہا گیا ہے کہ ادائیگی کرتے وقت انہیں کسی قسم کی تذلیل کا سامنا کرنا پڑتا ہے- مثلاً گردن پر مارا جانا۔) اگر ان کے پاس زمین تھی، تو انہیں زمین کا ٹیکس (خراج) بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔

غیر مسلم فوجی خدمات میں حصہ نہیں لے سکتے ہیں، کیونکہ اس سے وہ جہاد، مقدس جنگ میں شامل ہوں گے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے زیر قبضہ علاقوں میں نئے گرجا گھر یا عبادت گاہیں بنانے یا ان کی مرمت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

انہیں گرجا گھروں کے باہر صلیب آویزاں کرنے یا باہر عوامی مذہبی جلوس نکالنے کی اجازت نہیں تھی۔

ان کے گھر مسلمانوں کے گھر سے اونچے نہیں بن سکتے تھے۔

ان کا لباس مسلمانوں کے پہننے والے کپڑوں سے مختلف ہونا چاہیے۔ اکثر انہیں مسلمانوں سے نشان زد کرنے کے لیے ایک بیج پہننا پڑتا تھا، اور بعض اوقات انہیں اپنے سر منڈوانے کی ضرورت پڑتی تھی۔

انہیں گھوڑوں پر سواری کرنے سے منع کیا گیا تھا، اور انہیں خچروں یا گدھوں پر سوار ہونا پڑتا تھا۔

انہیں مسلمانوں کا احترام کرنا چاہیے- مثال کے طور پر انہیں اپنی نشستیں چھوڑ کر۔144

پتھر کے چرچ کی عمارتوں کے گرنے ،عوامی ذلت اور حکومت میں شرکت نہ ہونے کے ساتھ ،کیا یہودی اور عیسائی کمیونٹیز قدرتی طور پر کمزور نہیں ہو جائیں گی ،اگر آخر کار مکمل طور پر مرجھا نہ جائیں؟

عرب میں حالات ہمیشہ سے زیادہ سخت رہے ہیں۔ غیر مسلموں کے مکہ میں داخلے پر مکمل پابندی تھی۔ خلیفہ عمر نے محمد کے حکم کو پورا کیا کہ جزیرہ نما عرب میں دو مذاہب باقی نہیں رہیں گے اور تمام غیر مسلموں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم جاری کر دیا ہے۔ آج تک، اسلامی ہاؤس آف سعود نے زمین پر سخت کنٹرول برقرار رکھا ہے، اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ وہاں صرف ایک ہی مذہب سرکاری طور پر موجود رہے گا اور ہمیشہ رہے گا۔

ان سب باتوں پر غور کرتے ہوئے، ایک مسیحی جب سورہ 9 پڑھتا ہے تو کیسا محسوس کر سکتا ہے؟ جب دو مشکل انتخاب کے درمیان پھنس جائے تو کوئی کیسا محسوس کرے گا؟ اگر کوئی شخص ذمی کے طور پر زندگی گزارنے کا انتخاب کرتا ہے تو اس کا مطلب کمتری اور حکمران طبقے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اگر وہ صرف ذمی کی حیثیت سے بچنے کے لیے مسلمان بننے کا انتخاب کرتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جعلی مذہب، صرف دنیاوی فائدے کے لیے اپنا عقیدہ بدلنا۔

ایک جدید مسلمان کہتا ہے، "یہ سب احمقانہ ہے، آپ تاریک دور کی زندگی کی بات کر رہے ہیں۔ 21 ویں صدی میں ہم روشن خیال ہیں، ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ بس انسان ہونا ہی کافی ہے۔ ہم مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کرتے۔''

یہ بات ترقی پسند لگ سکتی ہے، لیکن رائے ہوا میں پنکھوں کی طرح ہے جبکہ قدیم کتابوں کے الفاظ بڑے پتھروں کی طرح ہیں۔

قرآن کے قدیم ترین نسخے۔

کسی کے پاس اصل قرآن نہیں ہے جو خود محمد نے لکھا ہو۔ درحقیقت تاریخ کہتی ہے کہ محمد نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جبریل فرشتہ نے محمد سے قرآن سنایا جس نے اپنے پیروکاروں کو آیت کی تلاوت کی۔ انہوں نے بدلے میں الفاظ حفظ کر لیے۔ آخر کار انہوں نے آیات کو لکڑی اور پارچمنٹ جیسے مختلف مواد پر لکھنا شروع کیا۔ تاریخ کہتی ہے کہ عثمان نے قرآن کے تمام نسخوں کو جلانے کا حکم دیا سوائے اس نسخے کے جس کی اس نے سرکاری طور پر توثیق کی تھی۔ عثمانی ورژن کو معیاری سمجھا جاتا تھا۔ تقریباً تمام تغیرات تباہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ مسلمان کاتبوں نے قرآن کے زیادہ نسخے بنائے۔ ابتدائی نسخے ان کے عربی لکھنے کے انداز سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان اسالیب میں مکی، مشق، حجازی اور کوفی شامل ہیں۔ اسکالرز اس بات کا تعین کرنے کے لیے اسلوب کا استعمال کرتے ہیں کہ مخطوطہ کس صدی میں لکھا گیا تھا۔

قرآن کے قدیم ترین نسخوں میں سے ایک استنبول کے توپکاپی محل میں اور دوسرا قدیم ترین نسخہ تاشقند، ازبکستان میں پایا جا سکتا ہے۔ ویلم کے صفحات پر لکھی گئی یہ کاپیاں آٹھویں یا نویں صدی کے لگ بھگ ہیں۔ 2015 میں قرآن کا اس سے بھی پرانا نسخہ دریافت ہوا جو اسلام کے ابتدائی دور کا ہے۔

جزوی قدیم قرآن کے درجنوں نسخے اب بھی موجود ہیں۔ یہ احتیاط سے محفوظ اور مطالعہ کر رہے ہیں . علماء نے نسخوں کے درمیان کچھ تغیرات کا پتہ لگایا ہے۔کوئی ایک بھی اصل قرآن نہیں ہے۔1924 میں معیاری مصری حفص قرآن ایڈیشن شائع ہوا۔146
دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن کے بہت سے قدیم نسخوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کرنے کے بعد، مسلم اسکالرز بالکل وہی کہتے ہیں جو بہت سے عیسائیوں نے انجیل کے بارے میں سیکھا ہے: اگرچہ قدیم نصوص میں کچھ تغیرات ہیں، لیکن ضروری پیغام غیر تبدیل شدہ ہے۔

یہودو نصاریٰ سے جنگ کیوں؟ (سورہ 9:30-31)

اب تک میں نے قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو مسلمانوں کو اس وقت تک لڑنے کا حکم دیتی ہو جب تک کہ ان کے پاس شرعی قانون کے تحت کوئی وجہ نہ ہو۔ بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ صرف اسلام ہی ایک منصفانہ معاشرہ اور صحیح مذہب فراہم کرتا ہے۔قرآن سکھاتا ہے کہ صرف اسلام ہی برائی اور ناانصافی کو ختم کرتا ہے (جیسے نوزائیدہ لڑکیوں کو قتل کرنا)، اور جھوٹا مذہب، جیسے بت پرستی۔
لیکن یہودیوں اور عیسائیوں پر بت پرستی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟147 سورہ 9:30 وضاحت کرتی ہے، "یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اور عیسائی مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔"
پہلی بار یہ پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ اپنی جوانی سے تورات اور انبیاء کا مطالعہ کرنے کے بعد، میں جانتا تھا کہ متقی یہودی سخت توحید پرست ہیں۔اس کے برعکس، وہ ایسی توہین کرنے پر لوگوں کو سنگسار کر دیں گے۔
انجیل اس کی چند بہترین دلیلیں پیش کرتی ہے۔ایک دن عیسیٰ نے مذہبی رہنماؤں سے اپنے بارے میں بات کی۔اس نے دلیرانہ دعویٰ کیا، ''میں اور باپ ایک ہیں۔'' قائدین مشتعل ہو گئے اور پھانسی کے لیے پتھر جمع کرنے لگے۔150 عیسیٰ نے پوچھا، "میرے کس اچھے کام کے لیے تم مجھے سنگسار کرتے ہو؟" اُنہوں نے کہا کہ وہ اُسے اُس کے اچھے کاموں پر سنگسار نہیں کریں گے بلکہ اُس نے اپنے آپ کو اللہ کے ساتھ ایک ہونے کی توہین کی وجہ سے سنگسار کریں گے۔دوسرے لفظوں میں، وہ اُس سے کہہ رہے تھے، ''تیرے کام اچھے ہیں، لیکن تیری باتیں بُری ہیں۔''
عیسیٰ کے پانچ سو سال بعد قرآن کہتا ہے کہ کچھ یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا کہہ رہے تھے۔ہم چھٹی صدی میں عرب میں پھیلی ہوئی یہودی برادریوں کے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے۔عزیر کی عبادت کس نے کی؟ ہم نہیں جانتے۔لیکن ایک بات ہم یقینی طور پر جانتے ہیں، اگر دوسرے یہودیوں نے انہیں عزیر نامی کسی کی عبادت کرتے ہوئے پایا تو وہ وہی کچھ کرتے جو انہوں نے عیسیٰ کے ساتھ کرنے کی کوشش کی تھی۔وہ انہیں مارنے کے لیے پتھر اٹھا لیتے۔متقی یہودی توہین رسالت کے لیے صفر رواداری رکھتے تھے! انہیں اللہ ایک ہے اقرار کرنا پڑا۔
یہودی اور قرآن توہین رسالت کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ اب بھی عیسیٰ کا سوال چھوڑ دیتا ہے۔کیا عیسائی توہین رسالت کے مرتکب تھے؟
جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، یہ اس بات پر منحصر ہے کہ عیسیٰ واقعی کون تھا، نہ کہ صرف اس کے بارے میں رائے۔اگر عیسی علیہ السلام دوسرے انسانوں سے زیادہ نہیں تھے، اللہ کی تخلیق کردہ روح کے ساتھ مٹی کی مخلوق، تو عیسائی توہین کے مجرم ہیں . اگر عیسائی درخت کو اللہ کا بیٹا یا پہاڑ

کواللہ کی بیٹی کہتے ہیں تو ایسا ہی ہوگا۔اگر کوئی اللہ کی بنائی ہوئی کسی چیز کی عبادت کرتا ہے اور اسے اللہ کے برابر یا حصہ سمجھتا ہے تو وہ توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ازلی اللہ اور دنیاوی مخلوقات میں ان کی بنیادی نوعیّتوں میں بالکل فرق ہے۔

جھوٹے مومن (سورہ 56:9)

اسلام کی پہلی صدی کے دوران،قرآن نے بہت سے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے خلاف جنگ میں بلایا۔لیکن جنگ مشکل اور خطرناک ہے،جس کی وجہ سے کچھ لوگ اپنے محفوظ گھر میں چھپنا چاہتے ہیں۔قرآن ان لوگوں کو برا بھلا کہتا ہے۔56:9 میں یہ انتباہ بھی کرتا ہے کہ کچھ مسلمان مخلص نہیں تھے۔وہ جھوٹے مومن تھے۔"وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ واقعی تم میں سے ہیں۔لیکن وہ تم میں سے نہیں ہیں، پھر بھی وہ ڈرتے ہیں۔صدیوں سے اکثر یہ سوال اٹھتا ہے کہ سچا مسلمان کون ہے؟ ایک سچا مسلمان کیا بناتا ہے؟ شہدا؟ نام مسلم؟ سورہ 56:9 سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی قسم کھانا بھی حقیقی ایمان کا ثبوت نہیں ہے۔اگر نہیں تو کیا آج بھی یہ مسئلہ ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے کچھ لوگ در حقیقت خود فریبی میں مبتلا ہیں؟

ایک نیا دشمن متعارف کرایا گیا (سورہ 73:9)

قرآن مشرکوں، کچھ یہودیوں اور کچھ عیسائیوں کو ان کی ناانصافی اور کفر کی وجہ سے دشمن سمجھتا ہے۔سورہ 73:9 ایک نئے دشمن کا تعارف کراتی ہے۔"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر ثابت قدم رہو۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو کہ بہت بری پناہ گاہ ہے۔
یہ منافق کون ہیں (منافقون، المنافقون)؟ سورہ 74:9 کہتی ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد توہین رسالت کا ارتکاب کیا، ان کے خلاف سازش کی گئی۔

محمد، اور اس کے بارے میں جھوٹ بولا۔انہوں نے بھی صدقہ میں اتنا نہیں دیا جتنا کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا۔
قرآن کہتا ہے منافقوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ سورہ 74:9،"اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا، زمین پر ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔"

اپنے قائد کی پیروی (سورہ 86:9-88)

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ محمد ایک فوجی رہنما تھے۔اس کے پیروکاروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس کے شانہ بشانہ جدوجہد کریں اور لڑیں۔جنگ میں چوٹ یا موت کے امکان کا سامنا کرتے ہوئے، کچھ طاقتور لوگوں نے درد سے بچنے کے لیے بہانے ڈھونڈے۔وہ گھر ہی رہے۔
جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے جس میں انہیں اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو ان میں سے مال و دولت والے آپ سے استثنیٰ مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہوں گے۔وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں: ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور وہ سمجھتے نہیں ہیں۔

زخمیوں، بیماروں یا غریبوں کو گھر میں رہنے کا حق ہے نہ کہ لڑنے کا۔ بعض اوقات جنگ میں سوار ہونے کے لیے ہر ایک کے لیے کافی گھوڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کچھ جنگجوؤں کو پیچھے رہنا پڑتا تھا، لیکن وہ بہت مایوس تھے کہ وہ فوج کے ساتھ سواری نہیں کر سکے۔

جعلی مساجد (سورہ 9:107-110)

کچھ منافقوں نے نہ صرف جھوٹ بولا، توہین رسالت کی اور اسلام کے لیے لڑنے سے انکار کیا، بلکہ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ کچھ نے بے شرمی سے "مومنوں کو منتشر کرنے" کے لیے مسجدیں بنائی ہیں۔ آیت 97 کہتی ہے کہ صحرا کے عرب کفر اور نفاق میں بدترین ہیں۔
ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ تمام لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہمیشہ ایک جیسے نہیں ہوتے اور ضروری نہیں کہ تمام مساجد ایک جیسی ہوں۔
سورہ پڑھنے والے ایک عیسائی کے طور پر، میں یہ کہنے کا اہل نہیں ہوں کہ مسلمانوں کا کون سا گروہ سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ میرے سنی اور شیعہ دوست، علوی پس منظر کے دوست اور صوفی دوست ہیں۔ ایک سنی دوست نے ایک بار مجھے بتایا کہ شمالی نائیجیریا کے مسلمان، بوکو حرام جیسے لوگ، حقیقی مسلمان نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی راہ میں زندہ نہیں لڑتے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے سچے مسلمان کہاں ملیں گے اور اس نے کہا کہ اس کے خیال میں اناطولیہ کے پہاڑوں کی گہرائی میں کچھ لوگ رہتے ہیں۔
سورہ 9 سکھاتی ہے کہ مشرک، یہودی اور عیسائی جیسے غیر مسلم ہیں، اور ایسے سست مسلمان ہیں جو لڑنا پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ آرام دہ نہیں ہے، اور ایسے منافق ہیں جو قسم کھاتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن جو حقیقت میں ایسا نہیں کرتے۔ یقین نہیں آتا میرے نقطہ نظر سے ایسا لگتا ہے کہ عیسائی یا مشرک کی شناخت کرنا اس بات کا فیصلہ کرنے سے زیادہ آسان ہوگا کہ حقیقی مسلمان کون ہے اور منافق کون ہے۔ بہرحال، فیصلہ کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔
یہ دیکھنا دلچسپ ہے کہ جس طرح تمام مسلمان ایک جیسے نہیں ہیں، نہ ہی ہر وہ شخص جو خود کو عیسائی کہتا ہے۔ میں نے یورپ میں رہنے والے "عیسائیوں" سے ملاقات کی ہے جنھوں نے کبھی انجیل نہیں پڑھی ہے اور انہیں یقین نہیں ہے کہ وہ کسی خالق پر یقین رکھتے ہیں۔ انہیں مذہب اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملا ہے۔ ان کے پاس مذہبی عمارات اور تعطیلات ہیں، لیکن کوئی ذاتی عقیدہ نہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ زنجیر پر سنہری کراس پہنتے ہیں۔ ان میں سے کچھ آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں، "اللہ کا شکر ہے" لیکن اگر آپ ان سے پوچھیں کہ عیسیٰ کہاں پیدا ہوئے، تو وہ خالی نظروں سے دیکھتے رہیں گے۔ ان لوگوں کے لیے، عیسائی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ سور کا گوشت کھا سکتے ہیں، شراب پی سکتے ہیں اور پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتے ہیں۔ عیسیٰ کے مطابق، یہ چیزیں کسی کو مردوں میں سے زندہ کرنے اور ہمیشہ کی زندگی دینے کی طاقت نہیں رکھتیں۔
یک دن عیسیٰ کے شاگردوں نے شکایت کی کہ ان کے پیروکار بہت سے لوگ منافق ہیں۔ عیسیٰ نے کہا کہ سچے مومن اور منافق ہوں گے۔

ایک ساتھ بڑھو، جیسے کھیتوں میں گھاس اور گندم ساتھ ساتھ اگتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ منافقوں کو اکیلا چھوڑ دو، ایسا نہ ہو کہ وہ غلطی سے گندم کو گھاس پھوس کے ساتھ اٹھالیں۔ آخری دن اللہ خود گندم اور گھاس کو الگ کر دے گا۔ 152

اللہ کی مہربانی کتنی عظیم ہے؟ (سورہ 113:9)

ہمارا اسفراب ہمیں ایک انتہائی حساس موضوع میں لے جاتا ہے۔ کیا اللہ کی رحمت کی کوئی حد ہے؟ ''نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔''

آیت 114 میں ہم پڑھتے ہیں کہ ابراہیم نے اللہ سے اپنے ہی باپ، ایک مشرک کو معاف کرنے کی دعا کی۔ لیکن جب اس نے توبہ نہ کی اور اللہ کا دوست بن گیا تو ابراہیم وہاں سے چلا گیا۔

گنہگار لوگوں پر اللہ کی مہربانی کی حدود کے بارے میں بات کرنے سے پہلے، آیئے نماز کے موضوع پر غور کریں۔ جب لوگ نماز پڑھتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ دعا کو اکثر اللہ کے سامنے کچھ کلمات پڑھنا سمجھا جاتا ہے۔ باقاعدہ نماز (نماز) کا ایک مقررہ معمول ہے۔ ہم ابراہیم کو یاد نماز پڑھتے نہیں دیکھتے، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ سے اپنے دل سے باتیں کرتے ہیں۔

اب حساس سوال۔ اللہ کب گنہگاروں پر مہربانی کرنا چھوڑ دیتا ہے؟ آیت 113-114 کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی "اس کے واضح ہونے کے بعد" رک جاتی ہے کہ انسان آگ کا ساتھی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تب ہے جب لوگ اسلام قبول کیے بغیر مر جائیں۔ ہوسکتا ہے، لیکن آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم نے اپنے والد کے لیے دعا کرنا چھوڑ دیا جب وہ زندہ تھے۔

سورہ 80:9 مزید بصیرت فراہم کرتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ''اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تو اللہ ان کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے۔'' کیا یہ آیت اللہ تعالیٰ سے آگ کے ساتھیوں کی مغفرت کی دعا کرنے کی بات کر رہی ہے؟ ایک غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کی کتنی مہربان اور مہربان دعوتیں ملنی چاہئیں اس سے پہلے کہ وہ اپنے کفر کے حوالے کر دے۔ آیت 80 کہتی ہے کہ 70 مرتبہ نماز ادا کرنا ضائع ہے کیونکہ اللہ ان کافروں پر رحم نہیں کرتا۔

بعض اوقات لوگ اس امید کا مذاق اڑاتے ہیں کہ عیسیٰ المسیح دوبارہ آئیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے اولین پیروکاروں کے زمانے میں بھی طنز کرنے والے اٹھے۔ لیکن اللہ کے پاس انتظار کی معقول وجوہات ہیں۔ انجیل کہتی ہے، "رب اپنے وعدے کو پورا کرنے میں سست نہیں ہے، جیسا کہ کچھ لوگ سستی کو سمجھتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ آپ پر صبر کرتا ہے، یہ نہیں چاہتا کہ کوئی ہلاک ہو، بلکہ ہر کوئی توبہ کی طرف آئے۔"

جب رومیوں نے عیسیٰ کو مصلوب کیا تو انہوں نے دو چوروں کو بھی مصلوب کیا، ایک اس کے دائیں طرف اور دوسرا اس کے بائیں طرف۔ پہلے دونوں آدمیوں نے اپنی مصیبت اور شرمندگی میں عیسیٰ کی توہین اور لعنت بھیجی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے عیسیٰ کے بارے میں پہلے ہی سنا تھا، جس کی شہرت قدوس اور دیہی علاقوں میں پھیل چکی تھی۔ میمنے کی طرح خاموش اور شیر کی طرح مضبوط، عیسیٰ نے کبھی برائی

کے بدلے بدی نہیں کی۔ اس نے اپنے ظالموں اور قاتلوں کو معاف کر دیا۔ عیسیٰ کو بے پناہ درد اور ناانصافی کا سامنا کرتے ہوئے خدائی محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھ کر ایک چور نرم پڑنے لگا۔ اسے اپنی نااہلی کا احساس ہوا۔ آخر میں، خون کی کمی اور تھکن سے کمزور، قابل رحم آدمی نے کہا، "عیسیٰ، جب تم اپنی بادشاہی میں آؤ تو مجھے یاد رکھنا۔" عیسیٰ نے جواب دیا، "آج تم میرے ساتھ جنت میں ہو گے۔"
154

عیسیٰ کی مثال سکھاتی ہے کہ اللہ کی شفقت اور مہربانی آخری لمحے تک انتظار کرتی ہے، جب تک کہ آخری سانس نہیں لی جاتی۔ بار بار، وہ گنہگار کے پاس پہنچتا ہے، اسے گھر آنے کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود، ایک وقت آئے گا جب اللہ گنہگار کو اس کے دل کی سختی کے حوالے کر دے گا۔

دسواں باب

یونس سورہ ۱۰

سیدھا راستہ (سورہ 25:10)

سورہ 10 مزید تنبیہات اور وعدوں کا اعلان کرتی ہے۔کچھ لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ کافر ہیں اور صرف اسی دنیا کے لیے رہتے ہیں۔سورہ 8:10 کہتی ہے کہ ان کا فیصلہ خوفناک ہے،" آگ کا ٹھکانہ "۔

اچھے یا برے سبھی لوگ کسی نہ کسی چیز کی تلاش میں لگتے ہیں۔شاید ایک شخص روٹی اور پانی جیسی آسان چیز کی تلاش میں ہے۔کوئی اور محبت اور پیار کی تلاش کرتا ہے۔دولت اور طاقت کے لیے دوسرا۔کچھ لوگ اللہ کو راضی کرنے کے لیے اچھے طریقے تلاش کرتے ہیں تا کہ وہ جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہوسکیں۔

یہ عالمگیر تلاش لوگوں کو کئی راستوں سے نیچے بھیجتی ہے۔سب ایک ہی جگہ کی طرف نہیں جاتے۔صراط مستقیم کی بات کرتے ہوئے آیت 25 کہتی ہے،''لیکن اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔''

سیدھی لکیر دائیں یا بائیں طرف نہیں جھکتی ہے۔اس سے عدل اور بھلائی مراد ہے۔یہ مشکل یا عیش وآرام کی طرف سے ڈوبا نہیں ہے. ایک آدمی چل رہا ہے۔

سیدھا راستہ تعصب اور خودغرضی کے بغیر ہونا چاہیے۔

راستے بھی کہیں نہ کہیں لے جاتے ہیں۔ان کی ایک منزل ہے۔ایک شام عیسیٰ کے شاگردوں میں سے کچھ نے اسے بعد کی زندگی کا بیان کرتے ہوئے سنا۔اس نے کہا کہ وہ انہیں جسمانی طور پر چھوڑ کر جا رہا ہے،لیکن وہ ان کے لیے ایک آسمانی حویلی تیار کرے گا اور پھر انھیں گھر لے جانے کے لیے واپس آئے گا۔انجیل سکھاتی ہے کہ جنت اللہ کا گھر ہے۔یہ ایک شاندار شہر کی طرح ہے جو اللہ کی موجودگی سے بھرا ہوا ہے۔اللہ کی بارگاہ میں اس کے لوگ ہمیشہ اس کی تعریف اور عبادت کرتے رہیں گے۔

عیسیٰ کے دوست ٹامس نے، جو سخت حقائق کو دیکھنے کی خواہش کے لیے جانا جاتا ہے، پوچھا،

"خداوند، ہم نہیں جانتے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں، تو ہمیں راستہ کیسے معلوم ہوگا؟" یسوع نے جواب دیا،''راستہ اور سچائی اور زندگی میں ہوں۔کوئی بھی میرے ذریعے سے باپ کے پاس نہیں آتا۔اگر تم واقعی مجھے جانتے ہو تو تم میرے باپ کو بھی جانو گے۔اب سے، آپ اسے جانتے ہیں اور اسے دیکھا ہے 155 .

عیسیٰ نے اپنے بارے میں اس طرح کی دوسری عجیب باتیں کہی ہیں: "میں دنیا کا نور ہوں۔" ''میں دروازہ ہوں۔'' "میں اچھا چرواہا ہوں۔" ''میں ہی قیامت اور زندگی ہوں۔'' ''میں حقیقی بیل ہوں۔'' ''میں راستہ ہوں۔'' 156

میں اس کی تعریف کرسکتا ہوں کہ سورہ 25:10 صراط مستقیم کے بارے میں بات کرتی ہے۔ہر انسان کا ایک ''طریقہ زندگی'' ہوتا ہے۔یہ

تمام طرز زندگی برابر نہیں ہیں۔ آج دنیا میں دو اہم راستے ہیں۔ پہلا راستہ ایک وسیع داخلی دروازہ اور چوڑا راستہ ہے۔ بھیڑ اس راستے پر چلتی ہے جو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرا راستہ ایک چھوٹا سا داخلی دروازہ ہے اور ایک تنگ راستے کی پیروی کرتا ہے۔ صرف چند ہی لوگ اس راستے کو پاتے ہیں، لیکن یہ ابدی زندگی کی طرف لے جاتا ہے۔

نبوتی کتب (سورہ 10:37-40)

حضرت محمد ﷺ نے ان لوگوں کو چیلنج کیا جو اس پر جھوٹا الزام لگا رہے تھے۔ آیت 38: یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا؟ کہو: پھر اس جیسی کوئی سورت لاؤ۔ محمد نے ایسا دفاع کیا کہ کوئی انسان کبھی قرآن کی ایک آیت بھی نہیں لکھ سکتا۔ اس نے دلیل دی کہ قرآن معجزہ ہے۔
آیت 37: یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

میں یہاں یہ بحث نہیں کروں گا کہ آیا قرآن معجزہ ہے یا نہیں۔ پہلے میں پورے قرآن کو غور سے پڑھنا چاہتا ہوں، سننا چاہتا ہوں کہ اس کا کیا کہنا ہے۔

اپنی زندگی میں بہت سے ممالک میں رہنے کے بعد، میں کئی دوسرے مذاہب اور دوسری کتابوں سے واقف ہوں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ وسطی ایشیا میں میرے کچھ مسلمان پڑوسی ایک مشہور طبیب کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ ایک فٹ بال اسٹیڈیم کو 20,000 لوگوں سے بھر سکتا تھا۔ اس کے پیروکاروں کا خیال تھا کہ وہ بیماریوں کو ٹھیک کر سکتا ہے اور زندگی بخش الفاظ بول سکتا ہے۔ انہوں نے اسے نبی نہیں کہا، لیکن ان کا ماننا تھا کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے کوئی خاص ہیں۔

1830 میں نیویارک سے جوزف سمتھ نامی ایک شخص نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام بک آف مورمن تھا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو سکھایا کہ تورات، انبیاء اور انجیل کو بگاڑ دیا گیا ہے اور مورونی نامی ایک دوبارہ زندہ ہونے والے نبی نے اسے خفیہ سنہری تختیوں کی طرف رہنمائی کی جس میں اللہ کی طرف سے ایک تازہ وحی تھی۔ بہت سے لوگوں نے اس کے پیغام کو مسترد کر دیا لیکن اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ گئی اور انہوں نے امریکہ میں عظیم سالٹ لیک کے قریب ایک نئی سرزمین پر ہجرت کی زیارت کی۔ آج دنیا بھر میں لاکھوں لوگ جوزف سمتھ کی تعلیمات اور مورمن کی کتاب کی پیروی کرتے ہیں۔

یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد مجھے ایک تنظیم کی طرف سے ایک خط ملا جس میں مجھے دی یورانٹیا کتاب کی مفت کاپی پیش کی گئی۔ ان کی ویب سائٹ نے دعویٰ کیا، "دی یورانٹیا کتاب، جو پہلی بار 1955 میں یورانتیا فاؤنڈیشن نے شائع کی تھی، ہمیں انسانیت کی اصل، تاریخ اور تقدیر پیش کرتی ہے۔"

"مجھے یہ بتانے کے لیے ان کی کتاب کی ضرورت کیوں پڑے گی؟" میں نے سوچا . کیا تورات، انبیاء اور انجیل یہ سب چیزیں ہمیں پہلے ہی نہیں دکھاتی؟

1879 میں شمالی امریکہ میں ایک قدرے خفیہ نیا مذہبی گروہ شروع ہوا جو یہوواہ کے گواہوں کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اکیسویں صدی تک

دنیا بھر میں کئی ملین افراد میں بڑھ گئے۔ انہوں نے جوزف سمتھ کی طرح کوئی نئی مقدس کتاب شائع نہیں کی، لیکن ان کے مصنفین اور مدیران کی ایک ٹیم نے بیٹھ کر تورات، انبیاء اور انجیل میں اہم تبدیلیاں کیں۔ انہوں نے ابتدائی کتابوں کے اپنے تبدیل شدہ ورژن کو نیو ورلڈ ٹرانسلیشن کہا۔ جب مسلمان دوست مجھے بتاتے ہیں کہ پہلے کی کتابیں خراب ہو گئی ہیں، تو وہ درست ہیں اگر ان کا مطلب خاص طور پر یہوواہ کے گواہ ورژن سے ہے۔ تصور کریں کہ ایک عیسائی قرآن کا اپنا ترجمہ چھاپ رہا ہے اور چھوٹی لیکن اہم تبدیلیاں کر رہا ہے۔ کمپیوٹر اور پرنٹر والا کوئی بھی جعلی کتاب بہت آسانی سے بنا سکتا ہے پھر وہ جعلی رقم بنا سکتا ہے۔

دنیا بھر میں نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے پاس اپنی مقدس کتابیں ہیں جنہیں وید کہتے ہیں۔ بدھ مت کے پیروکار اپنے ماسٹر بدھ کی پیروی کرنے کے لیے ترپیتک پڑھتے ہیں، جسے وہ روشن خیال یا بیدار مانتے ہیں۔

قرآن کے آنے کے سینکڑوں سال بعد گرونانک نے ہندوستان میں نئے سکھ مذہب کا آغاز کیا۔ وہ گرو گرنتھ صاحب کی تعظیم کرتے ہیں، جو اسلام اور ہندومت کا ایک منفرد مرکب ہے۔ سب کو خوش رکھنے کی کوشش میں سکھوں سے بہت آگے جا کر بہائیوں کا ماننا ہے کہ اللہ کے بہت سے مظاہر ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باب اور بہاء اللہ محمد کے بعد آئے۔ باب نے کہا، "اے مجھ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے! سچ میں، میں کہتا ہوں، میں باب ہوں، خدا کا دروازہ۔"158 مسلمانوں کے ذریعہ ایک بدعتی سمجھا جاتا ہے، باب کو 9 جولائی 1850 کو پھانسی دی گئی۔ اسی طرح، اس کے بہت سے پیروکاروں کو قید اور پھانسی کا سامنا کرنا پڑا۔

میرے پاس یہاں جانے کی جگہ نہیں ہے۔ ہر براعظم اور ہر دور میں ہمیں نبوت کا دعویٰ کرنے والے اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں مل سکتی ہیں۔ سچ میں، یہ بہت مبہم ہو سکتا ہے! کسی بات پر یقین کیوں؟

میں اور میری بیوی ایک بار قدوس گئے تاکہ یہ دیکھ سکیں کہ ابراہیم اور المسیح کے بچے کہاں رہتے ہیں۔ آج قدوس قدیم اور انتہائی جدید دونوں حصوں کے ساتھ ایک ہلچل مچانے والا شہر ہے۔ کافی پینے کے بعد ہم شہر کے مسلم کوارٹر میں ایک تنگ گلی میں چلے گئے۔ خوبصورت محراب اور شہد کے رنگ کی دیواروں نے تنگ گلیوں کی قطاریں لگائی ہوئی تھیں۔ کچھ چنچل عرب لڑکے ہم سے ملنے باہر بھاگے۔ انہوں نے جلدی سے دیکھا کہ ہم مختلف نظر آ رہے ہیں اور مشکوک انداز میں ہمارے پاس آئے۔ ہم ان کو دیکھ کر مسکرائے اور میں نے عربی میں کہا ''السلام علیکم''۔ اچانک وہ رک گئے اور ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ نیچے سے گزرتے ہوئے ہم الاکسا مسجد کی بنیاد پر پہنچے اور شاہ سلیمان کے دور میں تعمیر کی گئی ہیکل کی بنیادوں کا مطالعہ کیا۔

ہم واپس جافا گیٹ پر اپنے چھوٹے سے ہاسٹل کی طرف چل پڑے، لیکن پہلے ہم عیسیٰ کی روایتی تدفین کے پاس رک گئے۔ پتھر کے صحن میں انسان کا ہر رنگ، شکل اور جسامت کھڑی تھی۔ یہ ایک اداس جگہ تھی۔

کیا یہ اصل قبر تھی جہاں عیسیٰ کے دوستوں نے اس کی لاش رکھی تھی یا انہوں نے اسے کسی اور جگہ دفن کیا تھا؟ مجھے نہیں پتہ . لیکن میں ایک بات ضرور جانتا ہوں۔ اس کی لاش آج تک کسی کو نہیں ملی۔ جیسا کہ تیسری صبح فرشتوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا، "تم زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو؟"

"ہمیں کوئی ثبوت دکھاؤ!" ہر کوئی ثبوت پسند کرتا ہے۔کوئی بھی صرف مفت میں اعتماد نہیں دیتا ہے۔ہمیں اعتماد کی ضرورت ہے۔ یہودی رہنما جنہوں نے عیسیٰ کا امتحان لیا وہ بھی مختلف نہیں تھے۔انہوں نے مطالبہ کیا، "ہمیں کوئی نشانی دکھاؤ!" عیسیٰ نے جواب دیا کہ جس طرح یونس علیہ السلام تین دن اور تین رات ایک بڑی مچھلی کے پیٹ میں تھے اسی طرح ابن آدم بھی تین دن اور تین راتیں زمین کے قلب میں رہے گا۔

میرے پاس یہاں جانے کی جگہ نہیں ہے۔ ہر براعظم اور ہر دور میں ہمیں نبوت کا دعویٰ کرنے والے اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں مل سکتی ہیں۔ سچ میں، یہ بہت مبہم ہوسکتا ہے! کسی بات پر یقین کیوں؟

میں اور میری بیوی ایک بار قدوس گئے تا کہ یہ دیکھ سکیں کہ ابراہیم اور المسیح کے بچے کہاں رہتے ہیں۔آج قدوس قدیم اور انتہائی جدید دونوں حصوں کے ساتھ ایک ہلچل مچانے والا شہر ہے۔کافی پینے کے بعد ہم شہر کے مسلم کوارٹر میں ایک تنگ گلی میں چلے گئے۔خوبصورت محراب اور شہد کے رنگ کی دیواروں نے تنگ گلیوں کی قطاریں لگائی ہوئی تھیں۔ کچھ چنچل عرب لڑکے ہم سے ملنے باہر بھاگے۔انہوں نے جلدی سے دیکھا کہ ہم مختلف نظر آرہے ہیں اور مشکوک انداز میں ہمارے پاس آئے۔ہم ان کو دیکھ کر مسکرائے اور میں نے عربی میں کہا ''السلام علیکم''۔ اچانک وہ رک گئے اور ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ نیچے سے گزرتے ہوئے ہم الاکسا مسجد کی بنیاد پر پہنچے اور شاہ سلیمان کے دور میں تعمیر کی گئی ہیکل کی بنیادوں کا مطالعہ کیا۔

ہم واپس جافا گیٹ پر اپنے چھوٹے سے ہاسٹل کی طرف چل پڑے، لیکن پہلے ہم عیسیٰ کی روایتی تدفین کے پاس رک گئے۔ پتھر کے صحن میں انسان کا ہر رنگ، شکل اور جسامت کھڑی تھی۔ یہ ایک اداس جگہ تھی۔

کیا یہ اصل قبر تھی جہاں عیسیٰ کے دوستوں نے اس کی لاش رکھی تھی یا انہوں نے اسے کسی اور جگہ دفن کیا تھا؟ مجھ نہیں پتہ ۔ لیکن میں ایک بات ضرور جانتا ہوں۔اس کی لاش آج تک کسی کو نہیں ملی۔ جیسا کہ تیسری صبح فرشتوں نے اپنے دوستوں سے پوچھا، "تم زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتے ہو؟"

"ہمیں کوئی ثبوت دکھاؤ!" ہر کوئی ثبوت پسند کرتا ہے۔کوئی بھی صرف مفت میں اعتماد نہیں دیتا ہے۔ہمیں اعتماد کی ضرورت ہے۔ یہودی رہنما جنہوں نے عیسیٰ کا امتحان لیا وہ بھی مختلف نہیں تھے۔انہوں نے مطالبہ کیا، "ہمیں کوئی نشانی دکھاؤ!" عیسیٰ نے جواب دیا کہ جس طرح یونس علیہ السلام تین دن اور تین رات ایک بڑی مچھلی کے پیٹ میں تھے اسی طرح ابن آدم بھی تین دن اور تین راتیں زمین کے قلب میں رہے گا۔

کیا ہم حتمی ثبوت تلاش کر سکتے ہیں؟ انٹرنیٹ کے ساتھ میں نے کچھ حیران کن جادوئی چالیں دیکھی ہیں۔ کچھ وہم پرست اتنے اچھے ہو گئے ہیں، وہ جسمانی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھے خوفزدہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ میرا دماغ مجھے کہتا ہے کہ یہ صرف ایک وہم ہے لیکن میری آنکھیں مجھے بتاتی ہیں کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ پھر بھی، یہ صرف چالیں ہیں۔ وہ سائنسی جانچ کا مقابلہ نہیں کریں گے۔

کچھ لوگ عیسیٰ پر جادو کے کرتب کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔لیکن اُس نے کہا کہ سب سے اہم نشانی، صرف ایک جو واقعی ثبوت کے طور پر

اہمیت رکھتی ہے، اُس کا مردوں میں سے جی اُٹھنا ہے۔ اگر کوئی مکمل طور پر تین دن بعد مرنے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کا وہم دے سکتا ہے، تو وہ سب سے بڑا جادوگر ہوگا۔ جب پتھر قبر سے ہٹ گیا تو اس کے شاگردوں نے اسے زندہ دیکھا۔ یہودی لیڈروں نے بے دلی سے اس کی گمشدہ لاش کی تلاش کی۔ اگر انہیں ابھی عیسیٰ کی لاش مل جاتی تو ہم آج اس کے بارے میں اس طرح بات نہ کرتے۔ دو ہزار سالوں سے لوگوں نے اس کی ہڈیوں کو تلاش کرنے کی شدت سے کوشش کی ہے، اس امید پر کہ انجیل کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جائے گا۔ پھر بھی عیسیٰ کا جی اٹھنا مستقل طور پر اس کے پیغام کو ثابت کرنے والے حتمی معجزے کا اعلان کرتا ہے۔

ہم حقیقت میں نہیں جانتے کہ جب محمد نے پہلی بار قرآن کی تلاوت کی تو اس کے الفاظ کیسے لگتے تھے۔ قرآن کے پہلے تحریری نسخوں میں حرف حرف نہیں تھے۔ حرفِ حرف کے بغیر، ایک لفظ کو کئی مختلف طریقوں سے تلفظ کیا جا سکتا ہے۔ ایک مختلف تلفظ مختلف معنی کے ساتھ ایک مختلف لفظ بنا سکتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیوں میں، علماء نے قرآن میں حرفی نکات کا اضافہ کیا، لیکن انہیں اندازہ لگانا پڑا کیونکہ ساتویں صدی میں محمد کی آواز کی کوئی ریکارڈنگ نہیں تھی۔

چونکہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ محمد نے قرآن کے الفاظ کی تلاوت کیسے کی، اس لیے مسلمانوں نے روایتی طور پر تفسیر پر بہت زیادہ انحصار کیا ہے۔ تفسیر بالقرآن کے بغیر، قرآن کے کچھ حصے تقریباً فہم سے باہر ہوتے۔ اس سے قرآن کی آواز کے معیار اور اصل متن کے معنی کے بارے میں کوئی تبصرہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہ ہمیں ایک گہرے سوال کی طرف لے جاتا ہے، کیا سورہ 38:10 کا مطلب یہ ہے کہ عربی آیات کی آواز معجزانہ اور برابر نہیں ہے (جیسے شاعری نظموں اور تالوں کے ساتھ خوبصورت لگتی ہے) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغام معجزانہ ہے یا دونوں؟ میرا اندازہ ہے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی آواز اور پیغام دونوں ہی معجزاتی ہیں۔ یہ ہمیں اس مسئلے کی طرف واپس لے جاتا ہے کہ ایک ارب سے زیادہ مسلمان قرآن کو سن سکتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا سن رہے ہیں۔ تو بہت سے مسلمانوں کے لیے آواز اور پیغام منقطع ہے۔

میں قبرص میں ایک یونانی آرتھوڈوکس چرچ سے بالکل نیچے رہتا تھا۔ ایک دن مقامی پادری کو قدیم یونانی میں لاؤڈ سپیکر پر نعرے لگاتے ہوئے سن کر میں کتنا حیران ہوا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ انجیل کے کچھ حصوں کا نعرہ لگا رہا تھا، لیکن مجھے یقین سے نہیں معلوم۔ بہرحال، میرے یونانی پڑوسیوں نے مجھ سے نجی طور پر اعتراف کیا کہ وہ پادری کو مجھ سے زیادہ بہتر نہیں سمجھتے! وہ نعرے لگائے گئے الفاظ سن سکتے تھے، جنہیں وہ خوبصورت سمجھتے تھے، لیکن وہ پیغام سے ناواقف تھے۔

ایسی ہی صورت حال رومن کیتھولک کے درمیان سیکڑوں سالوں تک جاری رہی۔ پادریوں نے لاطینی میں بات کی۔ کون سمجھ سکتا تھا؟ عام لوگ نہیں۔ یہ سب کچھ بلند، بلند اور صوفیانہ لگتا تھا، لیکن ان کی روزمرہ کی زندگی کے لیے ناقابل عمل تھا۔

اللہ نے کبھی بھی اپنی محبت کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے ناقابل فہم زبانیں استعمال کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ یہ مواصلات نہیں ہے . جب اللہ کی روح عیسیٰ کے شاگردوں پر آگ کی زبانوں کی طرح نازل ہوئی تو انہوں نے معجزانہ طور پر ایسی زبانیں بولنے لگیں جو انہوں نے کبھی نہیں سیکھی تھیں۔ قدوس میں آنے والے زائرین جنہوں نے انہیں سنا، وہ چیخ کر بولے، "ہم انہیں اپنی دل کی زبانوں میں بات کرتے

ہوئے سنتے ہیں!"162 آج دنیا میں 20,000 سے زیادہ زبانیں ہیں جو انسان بولتے ہیں۔اللہ ان سب کو جانتا ہے۔

نوحؑ کی کشتی (سورہ 73:10)

آدم کے دنوں کے بعد زمین میں وبا کی طرح برائی پھیل گئی، گناہ کے بھوکے بیج کے دل میں گہرائی تک بڑھنے سے۔اللہ انصاف کے ساتھ ہر چیز کو تباہ کر سکتا تھا، لیکن اس نے نوح کے خاندان کو کشتی میں بچا کر نسل انسانی پر رحم کیا۔

انہوں نے اسے جھٹلایا لیکن ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں بچا لیا اور ہم نے ان کو وارث بنا دیا جب کہ ہم نے سیلاب میں ان لوگوں کو مغلوب کر دیا جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا۔ پھر دیکھو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

واقعی وہ انسانی تاریخ کے ایک تاریک لمحے پر آئے، پھر بھی اللہ نے روشنی کی کرن دی۔

نوح کی کشتی، تورات میں پائی جانے والی بہت سی کہانیوں کی طرح، المسیح کے ذریعے اللہ کی وعدہ شدہ نجات کی تصویر ہے۔بچوں سے زیادہ کشتی سے کوئی بھی لطف اندوز نہیں ہوتا۔ وہ کھلونا صندوق کے ساتھ گھنٹوں کھیل سکتے ہیں۔وہ غیر ملکی شیروں، ہاتھیوں، ہپوپوٹیمس اور بندروں کے چھوٹے جوڑے کو کشتی میں لے جاتے ہیں اور دروازہ بند کر دیتے ہیں۔کشتی تباہی کے درمیان امید کی نمائندگی کرتی ہے۔

جس طرح کشتی سیلاب کے پانی سے آٹھ افراد کو بحفاظت لے گئی تھی، اسی طرح المسیح نے اپنے پیروکاروں کو قبر سے بحفاظت لے جانے کا وعدہ کیا ہے۔جس طرح نوح اور اس کے خاندان نے اپنی جان کشتی میں ڈال دی، اسی طرح عیسیٰ کے شاگردوں نے اپنے آپ کو ایمان کے ساتھ عیسیٰ کے جی اٹھنے میں ڈال دیا۔کشتی سیلاب سے بچ گئی اور اس کے ساتھ نوح اور اس کا خاندان بھی بچ گیا۔عیسیٰ موت اور قبر سے بچ گیا اور اس کے ساتھ اس کے قابل اعتماد پیروکار بھی۔قیامت اس کی نشانی ہے۔

اہل کتاب سے پوچھو (سورہ 94:10)

قرآن ایک بار پھر پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔قرآن کہتا ہے کہ جسے اللہ کے بارے میں شک ہو اسے چاہیے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے مدد مانگے جو پہلے کی کتابیں پڑھتے ہیں۔سورہ 94:10

اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں، یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے، اس لیے شک میں مبتلا نہ ہونا۔

گیارہواں باب

ہود (ہودؑ نبی) سورہ ۱۱

اگر آپ میرے مسلمان دوست اب بھی میرے ساتھ یہ کتاب پڑھ رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ ہم بہت آگے نکل چکے ہیں۔ سورتیں اب آہستہ آہستہ چھوٹی ہونے لگتی ہیں یہاں تک کہ آخر میں سورہ 114 تک پہنچ جاتی ہے۔ میں اپنی پڑھی ہوئی ہر چیز پر تبصرہ نہیں کر سکتا اور پھر بھی اس کتاب کو ایک قابل انتظام طوالت میں رکھتا ہوں، لیکن میں راستے میں نظر آنے والے خاص خیالات کا ایمانداری سے جواب دینا چاہتا ہوں۔

فضل کیا ہے؟ (سورۃ 11:3)

کئی بار ہمیں فضل کے تصور کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ عربی۔

لفظہ ف ل ض کا ترجمہ بعض اوقات فضیلت کیا جاتا ہے۔ آیت 3 میں ہم پڑھتے ہیں فضیلت ہے۔

دکھانے والوں کو دیا جاتا ہے۔ انجیل چارس () کے الفاظ استعمال کرتی ہے۔

agape () فضل کے خیال کو ظاہر کرنے کے لیے۔

حقیقی فضل انعام یا ادائیگی سے مختلف ہے۔ حقیقی فضل محض رحم کا عمل نہیں ہے، جب سزا روک دی جائے۔ سچا فضل کسی کو مکمل طور پر نااہل پر پیار اور برکت دیتا ہے۔

ایک دن پہلے صبح سویرے انگور کے باغ کا ایک مالک شہر میں گیا اور کچھ مزدوروں کو ملازم رکھا۔ وہ باقاعدہ اجرت پر کام کرنے پر راضی ہو گئے۔ بعد میں اس صبح وہ دوبارہ گیا اور مزید نوکری پر لے لیا۔ اب بھی مزید کارکنوں کی ضرورت ہے، وہ دوپہر کو دوبارہ گیا اور دوبارہ تین اور پانچ بجے۔ شام کا سورج غروب ہوتے ہی تمام مزدور اپنی مزدوری کے لیے آ گئے۔ لیکن پھر مالک نے سب کو ایک جیسی رقم دی۔

پہلے کارکنوں نے احتجاج کیا، "آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے طویل، گرم گھنٹے کام کیا۔ یہ لوگ صرف چند گھنٹے ہی یہاں آئے ہیں۔

مالک نے جواب دیا، "دوست، میں آپ کے ساتھ ناانصافی نہیں کر رہا ہوں۔ اپنی تنخواہ لے لو اور جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جس کو آخری بار ملازمت پر رکھا گیا تھا وہی دینا چاہتا ہوں جیسا میں نے آپ کو دیا تھا۔ کیا مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنے پیسوں سے جو چاہوں کروں؟ یا تم اس لیے حسد کرتے ہو کہ میں فیاض ہوں؟"163

میری بہن نے ایک دن مجھ سے اس کہانی کے بارے میں بات کی۔ "میں شکایت کرتا تھا کہ یہ مناسب نہیں لگتا ہے۔ مالک سب کو یکساں رقم کیسے ادا کر سکتا ہے؟ لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے فضل کی کہانی ہے۔ یہ ایک تحفہ ہے، آزادانہ طور پر دیا گیا اور آزادانہ طور پر قبول کیا گیا۔"

اللہ انگور کے باغ کا مالک ہے۔ساری زمین اس کی کھیت ہے۔وہ انسانوں کواس میں کام کرنے کے لیے رکھتا ہے۔کچھ دوسروں سے زیادہ اچھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں،لیکن کوئی بھی انگور کے باغ کے مالک کی طرح کام نہیں کرسکتا۔اللہ ہمیں جو کچھ دیتا ہے وہ ہمارے حقدار سے زیادہ ہوتا ہے۔

سارہ کی ہنسی (سورہ 71:11)

ابراہیم کی زندگی میں ان کے برے فیصلوں سے اختلاف آ گیا۔اللہ نے ان سے ایک بیٹے کا وعدہ کیا اور یہ کہ ان کے خاندانی سلسلے کے ذریعے تمام اقوام کونجات ملے گی۔

حجرایک لونڈی تھی۔سارہ آزاد اور ابراہیم کی حلال بیوی تھی۔آیت 71 تورات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جب مقدس مہمان ابراہیم کے خیمے میں ان کے اہل خانہ کے ساتھ کھانا کھانے آئے تھے۔

رب نے ابراہیم سے پوچھا: سارہ کہاں ہے؟

"خیمہ کے اندر،" ابراہیم نے کہا۔

اللہ نے پھر وعدہ کیا کہ سارہ ایک بیٹے سے حاملہ ہوگی۔ٹینٹ کے اندر سارہ ہنس پڑی۔یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ اور ابراہیم بوڑھے اور جھریوں والے تھے۔

بعد میں مہمانوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں ہنسی؟ خوفزدہ ہوکر اس نے ہنسنے سے انکار کردیا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں،تم ہنسے۔مہینوں بعد ان کا بیٹا پیدا ہوا۔جیسا کہ اللہ کے پاس تھا۔

ہدایت کی،انہوں نے اس کا نام اسک رکھا،جس کا مطلب ہنسی ہے۔اسحاق عہد کا بیٹا تھا اور اس کے ذریعے نجات کا بیج آئے گا۔164

تورات اور انجیل میں حضرت آدم،ابراہیم،اسحاق،اسماعیل،یاقوب،یوسف،موسیٰ اور داؤد کے تمام شجرہ نسب کو پوری طرح سے عیسیٰ تک درج کیا گیا ہے۔فہرستیں لمبی اور تفصیلی ہیں۔165

کیوں؟ ساری پریشانی کیوں؟ یہ نسب نامہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ عیسیٰ نجات کا بیج تھا۔وہ ثبوتوں کی ایک پگڈنڈی چھوڑتے ہیں کہ ہم عیسیٰ سے لے کر داؤد تک اسحاق اور ابراہیم تک سالوں کے بعد قدم بہ قدم پیچھے چل سکتے ہیں۔

جب سارہ بیٹے کے بارے میں سوچ کر ہنس پڑی تو وہ کم ہی سوچ سکتی تھی کہ عیسیٰ المسیح میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے لوگوں کو کتنی خوشی کی ہنسی دے گا۔

بارہواں باب

یوسف سورہ ۱۲

ہدایت دینے والی کہانیاں (سورہ 12)

میں نے دریافت کیا ہے کہ قرآن میں تورات اور انجیل کے ساتھ بہت سی کہانیاں ملتی ہیں۔ آیت 111 کہتی ہے کہ یہ کہانیاں " سمجھدار مردوں کے لیے ہدایت ہیں۔" میں مانوں گا۔

سورہ 12 قرآن کی طویل ترین کہانیوں میں سے ایک بیان کرتی ہے۔ یوسف کے بھائیوں نے اسے مصر میں غلام بنا کر بیچ دیا، اس کے آقا کی بیوی نے اسے ورغلانے کی کوشش کی اور اس پر جھوٹا الزام لگایا، اس کے آقا نے اسے قید میں ڈال دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے یوسف کو فرعون کے دربار میں اعلیٰ قیادت پر فائز کیا۔ کئی سال بعد بحیرہ روم کے طاس میں قحط پڑا، جس نے اپنے بھوکے بھائیوں کو خوراک کی تلاش میں مصر لے جایا۔ انہیں کم ہی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف کو بڑی طاقت پر اٹھایا ہے۔ یوسف نے اپنے بھائیوں سے صلح کر لی اور یاقوپ کے ساتھ وہ سب مصر چلے گئے۔

ہم تورات میں یوسف کی کہانی کے بارے میں مزید ڈرامائی تفصیلات تلاش کر سکتے ہیں۔ اس کے بھائیوں کو یوسف کے کوٹ اور اس کے خوابوں پر شدید رشک آیا کہ وہ ایک دن سب اس کے سامنے جھکیں گے۔ ایک دن یاکپ نے یوسف کو اپنے بھائیوں اور بھیڑ بکریوں کو دیکھنے کے لیے بیابان میں بھیجا۔ ان کا موقع دیکھ کر، انہوں نے اسے قتل کرنے کی سازش کی، لیکن سب سے بڑے بھائی روبن نے مداخلت کی، اس امید پر کہ یوسف کو اس کے والد کی محبت سے بچا لیا جائے۔ ایک اور بھائی یہوداہ نے یوسف کو چاندی کے عوض بیچنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ انہوں نے یوسف کو قتل کرنے کے بجائے اسے ایک گڑھے میں پھینک دیا اور انتظار کرنے لگے۔

روبن بہت دیر سے گڑھے میں واپس آیا۔ اس کے بھائی اسے پہلے ہی اسماعیلی تاجروں کے ایک گروہ کو بیچ چکے تھے۔

مصر میں ایک دفعہ یوسف پوٹیفار نامی ایک اعلیٰ افسر کے گھر گیا۔ یوسف کی دانشمندانہ قیادت میں اس کے گھرانے کی ترقی ہوئی۔ اس کی مہارت اور خوبصورتی کو دیکھ کر پوٹیفر کی بیوی شہوت میں مبتلا ہو گئی۔ یوسف نے لالچ کا مقابلہ کیا، لیکن پوٹیفر نے اپنی بیوی کے الزامات کو قبول کر لیا اور یوسف کو قید میں ڈال دیا۔

برسوں وہ تاریکی میں ڈوبا رہا۔ ایک دن اس نے شاہی پیالی اور نانبائی کے خوابوں کی صحیح تعبیر بتائی جو اس کے ساتھ قید تھے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ قید سے رہا ہونے کے بعد ساقی یوسف کو بھول گیا۔

ایک خواب نے فرعون کو بہت پریشان کیا اور اس نے کسی سے اس کی تعبیر مانگی۔ پیالے کو اچانک یوسف کی یاد آ گئی اور اس نے حاکم سے مدد لینے کا مشورہ دیا۔

عظیم تخت کے کمرے میں، یوسف نے فرعون کو بتایا کہ اس کے صحت مند اور بیمار گایوں کے خواب نے آنے والے قحط کی خبر دی ہے۔ اس کی

مافوق الفطرت حکمت نے فرعون پر اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ اس نے اسے زمین کے سب سے بڑے عہدے پر مقرر کر دیا۔

جب قحط نے خطے کی ہر چیز کو بہا لیا، صرف مصر کے پاس زندہ رہنے کے لیے اناج کے کافی ذخیرے تھے۔ یوسف کے بھائی مدد کی التجا کرتے ہوئے آئے کہ کہیں وہ سب مر نہ جائیں۔

جب یوسف نے اپنے بھائیوں سے صلح کی تو وہ رو پڑے۔ وہ خوفزدہ تھے کہ وہ انہیں سخت سزا دے گا۔ اس کے باوجود اس نے فضل دکھایا اور کہا۔

"تم نے مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا، لیکن خدا نے اس کا ارادہ بھلائی کے لیے کیا جواب کیا جا رہا ہے، بہت سی جانوں کو بچانا۔

نوح کی کشتی کی طرح یوسف کی زندگی بھی کسی عظیم کی تصویر ہے۔ تصویر میں ایک شخص کو دکھایا گیا ہے جسے اس کے والد نے خاص طور پر پیار کیا تھا، عزت کا منفرد لباس پہنا ہوا تھا، اس کے بھائیوں کے ہاتھوں دھوکہ دیا گیا تھا، چاندی کے عوض فروخت کیا گیا تھا، ناحق گناہ کا الزام تھا، ایک تاریک جیل میں دفن کیا گیا تھا، زمین کی بلند ترین نشست پر زندہ کیا گیا تھا، اپنے دشمنوں سے صلح کی اور بہت سے لوگوں کو نجات کی پیشکش کی۔ کوئی شاندار۔

تیرھواں باب

الرعدسورہ ۱۳

اِبتدامیں (سورہ16:13)

عظیم طبیعیات دان البرٹ آئن سٹائن کواپنے کانوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ہبل نامی ایک اورسائنسدان نے ٹیلی سکوپ کے ذریعے دیکھنےاور اس بات کا ثبوت تلاش کرنے کی اطلاع دی کہ کائنات پھیل رہی ہے۔آئن سٹائن اور 20ویں صدی کے اوائل میں بہت سے دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ کائنات ابدی طور پر موجود ہے،جس کا کوئی آغاز یا اختتام نہیں ہے۔اچانک ہبل نے اس بات کا ثبوت دیا کہ کائنات کا آغاز ہے۔اگراس کا آغاز تھاتواس سے پہلے کیا موجود تھا؟

زیادہ سے زیادہ طاقتور آلات کے ساتھ، سائنسدانوں نے سیکھا ہے کہ کائنات میں تقریباً100 بلین کہکشائیں اور 70 بلین ٹریلین ستارے ہیں۔ان ان گنت ستاروں کے درمیان اربوں نوری سال خلاء ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اگرہم وقت کو13 بلین سال پیچھے موڑ سکتے ہیں تو یہ تمام ستارے ایک دوسرے کے قریب تر ہو جائیں گے۔ ماضی میں ایک عین وقت پر، سب کچھ ایک چھوٹے سے پیکج میں پایا گیا تھا۔ کیمپ فائر کی طرح، یہ بھڑک اٹھی اور پھیل گئی، جس سے آج ہمارے پاس موجود کائنات ہے۔

کیمپ فائر کیسے روشن کیا گیا؟ اس کی لکڑی کہاں اگی؟ یہ وہ سوال ہے جوانسانیت کے آغاز سے ہی لوگوں نے خود سے پوچھا ہے۔کیا یہ کچھ نہیں تھا؟ کیا یہ کچھ تھا؟قسمت؟ شاید کوئی؟

تورات کو بے شرمی سے اس سوال کا سامنا ہے۔"ابتداء میں، اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔"168 سلیمان نے لکھا،"اللہ نے حکمت سے زمین کی بنیاد رکھی،عقل سے اس نے آسمانوں کو قائم کیا۔"ایک خیمہ۔170

قرآن کی سورہ16:13 کہتی ہے،"یا وہ اللہ کے ایسے شریک ٹھہراتے ہیں جنھوں نے پیدا کیا ہے جیسا کہ اس نے پیدا کیا ہے، تاکہ مخلوق ان کے مشابہ ہو۔کہو: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے: وہ ایک ہے، سب سے اعلیٰ اور نا قابل شکست ہے۔تورات اور قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ خالق ایک ہی ہے۔جھوٹے معبودوں کا کوئی وجود نہیں ہے اس لیے وہ کچھ بھی تخلیق نہیں کرتے۔

اللہ روح ہے اس کا کوئی جسم نہیں ہے۔ نبی کا کیا مطلب ہے کہ " حکمت "اور اپنے"ہاتھ " سے رب نے تخلیق کیا؟ یا غور کریں، انجیل کیوں کہتی ہے کہ اللہ نے کائنات کو اپنے کلام سے بنایا؟

یہاں اس پہیلی کی ایک کلید ہے۔ایک فنکار مجسمہ کیسے بناتا ہے؟ خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور پھر باصلاحیت ہاتھوں سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔عظیم ترین مصور، تخلیقی رب نے اپنا کلام پیش کیا اور"اس میں آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں تخلیق کی گئیں۔"172

توحید شاید اسلام میں سب سے بنیادی نظریہ ہے۔اس کا مطلب ہے کہ اللہ ایک ہے (الاحد) اور اکیلا (الواحد)۔توحید کے بارے میں لوگوں کے بہت سے نظریات ہیں۔اس مسئلہ سے جڑے ہوئے لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن ازلی ہے یا تخلیق؟ اگر یہ ابدی ہے تو

اسے اللہ سے الگ کیا ہے؟ کیا اس سے توحید پر سمجھوتہ ہوگا؟ اور اللہ کے سوا کوئی غیر مخلوق کیسے ہوسکتا ہے؟ توحید کے بارے میں سوچنا اور غیر تخلیق شدہ قرآن کے بارے میں بات کرنا قدرے تکلیف دہ ہے۔

بہر صورت، سچا مذہب یہ سکھاتا ہے کہ ابتدا میں ایک اور واحد اللہ نے اپنے کلام کے ذریعے ہر چیز کو پیدا کیا۔ کلام اللہ کے ساتھ ہے اور کلام اللہ ہے۔ دوسری صورت میں تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہ کہنا کہ انسان اپنی روح کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ روح انسان کے ساتھ ہے اور روح فرد ہے۔ کلام ایک ہے، مکمل طور پر کامل وحدت میں مربوط ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انجیل کہتی ہے، "اس کے ذریعے سے تمام چیزیں پیدا ہوئیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز نہیں بنی جو بنائی گئی ہے۔"173 کلام اللہ کا شریک یا شریک نہیں ہے۔ کلام ایک متبادل کائنات تخلیق نہیں کرتا۔ کلام کا اللہ سے مقابلہ نہیں ہے۔ ابدی کلام، تخلیق کے ذریعے، خالق کو جلال بخشتا ہے۔ عیسائی متفق ہیں، جو کوئی یہ کہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود تخلیق کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ تاریکی میں ہے۔

مزید فیصلہ (سورہ 13)

الرعد کا بیشتر حصہ محمد کی پیروی کرنے والوں کے لیے اجر اور نہ ماننے والوں کے لیے عذاب اور جہنم کی بات کرتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات میں، محمد نے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر قرآن کی طرف اشارہ کیا۔ جب بھی کافروں نے اس کے پیغام پر سوال کیا یا اس پر تنقید کی تو اس نے دلیل دی کہ اس کی تقریر کسی اور سے کہیں زیادہ ہے۔ کافروں کے لیے سزاؤں، لعنتوں اور سزاؤں کی تنبیہیں بعض اوقات مبہم ہوتی ہیں۔ کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کو دنیا میں عذاب دیا جائے گا یا جہنم یا دونوں میں؟ کیا یہ تنبیہات کافروں کو خوفزدہ کرتی ہیں؟ کیا کچھ لوگ جہنم کے کھولتے پانیوں اور عذاب کی نہ ختم ہونے والی آگ سے بچنے کے لیے مسلمان ہوئے؟

چودھواں باب

اِبراہیم سورہ ۱۴

عربوں میں ایک رسول (سورہ 4:14)

''ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ ان پر واضح کردے۔''

قریش کے قبیلے میں ایک عرب پیدا ہوئے، محمد عربی زبان بولتے تھے، جو ان کی پیدائش سے کم از کم ایک ہزار سال پہلے سے چلی آرہی تھی۔ عرب جزیرہ نما عرب میں آباد ہوئے اور خانہ بدوش اور تاجر کے طور پر رہتے تھے۔ آندھیوں سے بھرے صحراؤں میں زندگی بہت سخت تھی۔ بارش شاذونادر ہی ہوئی اور گھاس قیمتی تھی۔

آیت 4 ہمیں قرآن کی اصل کے بارے میں سوال کی طرف واپس لے جاتی ہے۔ اگر محمد نے 7ویں صدی کی عربی، "اپنے لوگوں کی زبان" کا استعمال کرتے ہوئے قرآن بولا، تو یہ آسمانی زبان کیسے ہے؟ عربی زبان نے سینکڑوں سالوں میں آہستہ آہستہ ترقی کی۔ مزید یہ کہ قرآن 100% عربی نہیں ہے۔ اس میں ایتھوپیا، یونانی، آرامی، سریانی اور دیگر زبانوں سے لیے گئے غیر ملکی الفاظ شامل ہیں۔

یہ آیت کہتی ہے کہ یہ عربی زبان میں عربوں کو دی گئی تھی تاکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں۔ کیا یہ اس لیے تھا کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی تورات اور یونانی میں لکھی ہوئی انجیل کو نہیں پڑھ سکتے تھے؟ لیکن غیر کے بارے میں کیا عربوں؟ وہ قرآن کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ کیا پوری نسل انسانی کو روانی سے عربی سیکھنی چاہیے؟ پھر بھی، یہاں تک کہ اگر ہر کوئی عربی سیکھتا ہے، قرآن عربی کی ایک قدیم شکل استعمال کرتا ہے۔ عربی کی کون سی بولی سیکھنی چاہیے؟ آج عربی کی کم از کم 30 بولیاں ہیں، جن میں بات کرنے کے اور بھی درجنوں مقامی طریقے ہیں۔ جب ساتویں صدی کے عربوں نے محمد کو قرآن کی تلاوت کرتے سنا تو وہ بالکل سمجھ گئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا کوئی جدید عرب محمد کو سمجھے گا اگر وہ وقت پر واپس سفر کر کے سن لے؟

آیت 4 کہتی ہے کہ قرآن عربی زبان میں مکہ اور مدینہ کے لوگوں کو دیا گیا تھا تاکہ "ان پر واضح کیا جا سکے۔" اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے پیغام کتنا واضح تھا، 1400 سال بعد، وضاحت ختم ہوگئی ہے . یہی وجہ ہے کہ لوگ تفسیر، تفسیر، شیوخ اور ائمہ پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں۔

میرے مسلمان دوست کہتے ہیں، "یہ سچ ہے، لیکن آپ عیسائیوں کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ انجیل قدیم یونانی زبان میں لکھی گئی تھی۔ کیا آپ تشریحات اور تراجم پر بہت زیادہ انحصار نہیں کرتے؟ ہاں اور نہ . انجیل کا ترجمہ زمین کی کسی بھی دوسری کتاب سے زیادہ زبانوں میں ہوا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ جب ہر ترجمہ اصل زبان کے مطابق درست طریقے سے کیا جائے تو وہ اللہ کے کلام کو قاری کے ساتھ ساتھ کسی بھی دوسری زبان تک پہنچا سکتا ہے۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ کی روح بغیر کسی تشریح اور وضاحت کے لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کرتی ہے۔

انسانیت کا حقیقی جوہر؟ (سورہ 34:14)

بنیادی طور پر، کیا انسان اچھے ہیں، برے ہیں یا نہیں؟ ''بے شک انسان ظلم اور ناشکری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔'' آیت 22 میں شیطان انسانی جرم کی طرف اشارہ کرتا ہے، "پھر مجھے ملامت نہ کرو، بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو۔" باغِ عدن میں آدم اور حوا نے اللہ کے خلاف گناہ کیا۔ کیا اللہ نے فوراً ہی سب کچھ روک دیا اور ایک نئی بے گناہ نسل پیدا کر دی؟ نہیں لیکن اگر اس نے نئے انسانوں کو تخلیق کیا ہوتا تو کیا ہوتا؟ آزاد مرضی کے ساتھ جلد یا بدیر کوئی دوبارہ گناہ کرتا۔ گناہ ایک جینیاتی بیماری کی طرح باپ سے بیٹے میں پھیلتا ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ تمام لوگ ناانصافی اور ناشکری پر دستبردار ہو گئے؟

اللہ کو راضی کرنے کے لیے نیک کام کرنے کی کوشش میں ہمیشہ ایک سایہ چھایا رہتا ہے۔ خودغرضی اور غرور سب سے مخلص عبادت گزار کو پریشان کرتا ہے۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو سکتا ہے پھر کھڑا ہو کر پڑوسی کے حقوق کی خلاف ورزی کر سکتا ہے۔ بالآخر تمام ناانصافی اور ناشکری اللہ کے سامنے بغاوت ہے۔ ہماری ملامت اس کے قوانین کو توڑنے سے آتی ہے۔ "ہم سب ناپاک ہو گئے ہیں، اور ہمارے تمام نیک کام گندے چیتھڑوں کی مانند ہیں۔ ہم سب پتے کی طرح سڑ جاتے ہیں، اور ہوا کی طرح ہمارے گناہ ہمیں بہا لے جاتے ہیں۔" 175 یہاں تک کہ اللہ کے حضور ہمارا روزہ بھی گناہ سے داغدار ہے۔ ''تمہارے روزے جھگڑے اور لڑائی جھگڑے اور ایک دوسرے پر شرارتی مٹھیاں مارنے پر ختم ہوتے ہیں۔ آپ آج کی طرح روزہ نہیں رکھ سکتے اور آپ کی آواز بلند ہونے کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ 176" یقیناً میں نہیں؟ لیکن کیا میں انسانیت کا فرد نہیں؟ کیا میرے پہلے والدین آدم اور حوا نہیں ہیں؟ کیا ان کے ساتھ مجھے بھی جنت سے نہیں نکالا گیا؟

اگر یہ سچ ہے تو بھلا کوئی برائی سے بڑھ کر بھلائی کیسے کر سکتا ہے؟ قیامت کے دن بڑے پیمانے پر میری پوری کوشش بھی ناکارہ پائی جائے گی۔ گناہ کا سایہ وقت کی گھڑی پر طویل ہوتا ہے۔ گھڑی ٹک ٹک کر رہی ہے۔ وقت ختم ہو رہا ہے۔ پھر بھی میری پوری کوششیں ناکارہ پائی جاتی ہیں۔

پندرہواں باب

الحجر سورہ ۱۵

اللہ اپنے پیغام کی حفاظت کرتا ہے (سورہ 9:15)

چھوٹی سورتوں کے ساتھ ہماری رفتار تیز ہورہی ہے۔ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اللہ اپنے پیغام کی حفاظت کرے گا۔"ہم نے بلاشبہ پیغام نازل کیا ہے۔اورہم یقینی طور پراس کی حفاظت کریں گے۔" کوئی بھی اس پیغام (ذکرہ) کوخراب نہیں کرسکتا۔"پیغام" کالفظ صرف قرآن سے مرادنہیں ہے۔اس سے تورات،انبیاءاورانجیل بھی مراد ہیں۔

آیئے بہت محتاط رہیں۔اللہ موسیٰ اورداؤداورعیسیٰ المسیح کو دیے گئے کلام کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتا ہے، جوخودکلمۃ اللہ، جنت کی بشارت ہے۔اللہ جس چیز کی حفاظت کرتا ہے اسے انسان کیسے بگاڑسکتا ہے؟

قرآن پرحملہ (سورہ 91:15)

بے تحاشہ جنسی گناہ اور بدسلوکی نے سدوم اورعمورہ کے لوگوں پراللہ کا عذاب نازل کیا۔لوط کے خاندان میں سے صرف کچھ بچ گئے۔اس سے پتہ چلتاہے کہ اگرکسی قوم نے اللہ کے پیغام کوردکیا تواس پراب بھی فیصلہ آسکتا ہے۔

آیت 91 کے الفاظ نے میری توجہ کھینچ لی۔ بہت سے مسلمان دوست مجھے کہتے ہیں کہ اللہ قرآن کوفساد سے محفوظ رکھے گا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ قرآن پر برے مقاصد کے ساتھ حملہ نہیں کرسکتے۔ یہ آیت بعض کافروں کے بارے میں بتاتی ہے، جیسا کہ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے۔کیاانہوں نے قرآن کوجسمانی طور پرٹکڑے ٹکڑے کردیا؟ کیاانہوں نے آیت کوان کے سیاق وسباق سے نکال کر کوئی نئی تعبیر دینے کی کوشش کی؟ کیاانہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کے بارے میں جھوٹ اورجھوٹ باندھا؟ یہ نہیں کہتا۔لیکن اس آیت کو پڑھ کرعیسائی کہہ سکتے ہیں کہ اگرکافرقرآن کوبغیربگاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کرسکتے ہیں تووہ پہلے کی کتابوں کوبھی بغیربگاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کرسکتے ہیں۔

سولہواں باب

النحل (شہد کی مکھی) سورہ ۱۶

اللہ کی صورت پہ پیدا کیا؟ (سورہ 17:16)

بہت زیادہ تنازعات انسانی ابتدا کی کہانی کو گھیرے ہوئے ہیں۔نظریہ ارتقاء کہتا ہے کہ انسان اور بندر ایک مشترکہ اجداد سے ارتقا پذیر ہوئے۔اس کا کہنا ہے کہ اگر ہم وقت میں کافی پیچھے جا سکتے ہیں تو ہم دیکھیں گے کہ تمام جانوروں کا ایک مشترکہ آباؤ اجداد ہے جو ایک بدصورت کیڑے کی طرح لگتا ہے... بہت بڑے منہ کے ساتھ۔

بہت سی سورتیں انسانوں کی ابتدا کے بارے میں بتاتی ہیں۔

انسان کو، جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا (2:96)۔

ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا، مٹی سے جو شکل وصورت میں بنی ہوئی ہے، (26:15)۔

اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔اس کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا: ہو جا۔اور وہ تھا، (59:3)۔

لیکن کیا انسان کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا ہے۔

کچھ نہ ہونے سے پہلے؟ (67:19، 35:52 بھی)۔

اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا۔اور دیکھو یہی (آدمی) کھلم کھلا جھگڑنے والا بن جاتا ہے۔(4:16)

ان آیات سے ہم قطعی طور پر یہ نہیں بتا سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کے لیے کیا طریقہ استعمال کیا۔کیا یہ مٹی سے تھا، کچھ بھی نہیں، خون کا جمنا تھا یا کچھ اور؟

کسی بھی صورت میں، اگر ہم تورات کو ابتدا کی طرف دیکھیں تو تخلیق کی کہانی پڑھ سکتے ہیں۔سب سے پہلے، یہ کہتا ہے، "شروع میں اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا". پھر تخلیق کے ہفتے کے اگلے چھ دنوں میں کام کرتے ہوئے، اللہ سورج اور ستارے، سمندر اور خشکی، پرندے، مچھلیاں اور ہر قسم کے جانور پیدا کرتا ہے۔اپنی تاج مخلوق کے طور پر، اللہ انسانوں کو بناتا ہے۔

چنانچہ خدا نے بنی نوع انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا، خدا کی صورت میں اس نے انہیں پیدا کیا۔مرد اور عورت اس نے ان کو پیدا کیا۔

اس کا کیا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی صورت پر پیدا کیا؟ یہ امتیاز صرف انسانوں کو حاصل ہے۔گائے یا گھوڑے نہیں۔بلیاں یا بندر نہیں۔

سورہ 17:16 دراصل اس سوال کی بصیرت فراہم کرتی ہے۔یہ پوچھتا ہے، "تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرتا؟"

دوسرے الفاظ میں، کیا اللہ ایک تخلیقی ہستی نہیں ہے؟ ہمیں صرف جنگلات اور پھولوں، ستاروں اور دریاؤں کو دیکھنا ہے تاکہ یہ محسوس ہو سکے کہ اللہ کو حیرت انگیز طور پر تخلیقی ہونا چاہیے۔ وہ فطرت سے تخلیقی ہے۔ وہ تخلیق کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اب آیئے انسانوں پر غور کریں۔ یہ سچ ہے کہ کچھ جانور چیزیں بناتے ہیں۔ بیور دریاؤں پر ڈیم بناتے ہیں اور پرندے پہاڑی چٹانوں میں گھونسلے بناتے ہیں۔ وہ وہی کرتے ہیں جو اللہ ان کی جبلت میں ڈالتا ہے۔ تاہم انسان حیرت انگیز طور پر تخلیقی ہوتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کسی چیز سے مادّہ پیدا کرسکتا ہے۔ لیکن اللہ کی شکل میں تخلیق انسان بھی کرسکتا ہے۔

اہرام مصر ہزاروں سال بعد بھی اپنی زبردست طاقت کے ساتھ کھڑے ہیں۔ چین کی موسیقی خوبصورتی کے ان دیکھے پروں پر انسانی جذبات کو اٹھاتی ہے۔ شاید سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شوہر اور بیوی اپنی محبت کو اکٹھا کرتے ہیں اور ایک نیا تخلیقی بچہ یا لڑکی تخلیق کرتے ہیں۔

تمام انسان اللہ کی شبیہ پر بنائے گئے ہیں، لیکن جب آدم اور حوا نے گناہ کیا تو اس تصویر کو بھیانک طور پر مسخ کر دیا گیا۔ کامل محبت ہوس بن گئی۔ جرات سفاکیت بن گئی۔ ہمدردی ظلم بن گئی۔ عبادت بت پرستی اور غرور نفس بن گئی۔ انصاف قتل اور جنگ بن گیا۔ گناہ نے ہر چیز کو متاثر کیا۔ خوبصورتی بدصورتی اور حقارت میں پڑ گئی۔

اگرچہ بری طرح خراب ہو گیا ہے، پھر بھی ہر انسان اللہ کی تصویر رکھتا ہے۔ عظیم ایجادات اور کامیابیوں کے قابل، پھر بھی خالص خودغرضی میں مسلسل نیچے کی طرف کھینچے گئے، تمام انسانوں کو مرمت کی ضرورت ہے۔ یا اس سے بھی بہتر، تمام انسانوں کو روحانی دوبارہ جنم لینے کی ضرورت ہے۔ ایک تازہ شروعات . ایک نئی تصویر۔

آخری قیامت (سورہ 38:16)

زیادہ تر لوگوں نے اپنے پیارے کو مرتے دیکھ کر درد کا تجربہ کیا ہے۔ ہر کوئی آخر کار مر جاتا ہے۔ جب دماغ، سانس اور دل اپنی حرکتیں بند کر دیتے ہیں، تو جسم تیزی سے ٹھنڈا اور سخت ہو جاتا ہے، جو سڑنے کا مقدر ہے۔

جدید سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ جسم کے ذرات ممکنہ طور پر دوبارہ متحد اور دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتے۔ ہزاروں سالوں سے فطری ذہن رکھنے والے لوگ متفق ہیں۔ سورہ 38:16 کہتی ہے: "وہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اللہ مرنے والوں کو زندہ نہیں کرے گا، بلکہ یہ اس پر سچا وعدہ ہے، لیکن اکثر انسانوں کو اس کا احساس نہیں۔" عیسیٰ کے زمانے میں کچھ یہودی رہنماؤں اور یونانیوں نے بھی قیامت کی امید سے انکار کیا۔ لوگوں نے مطالبہ کیا، "یہ بکواس ہے۔ ثبوت کہاں ہے؟"

کوئی ڈاکٹر یا مشین مردے کو زندہ نہیں کر سکتی۔ انسانی نقطہ نظر سے، قیامت ناامید ہے۔ کیا ثبوت ہے؟ اگر مُردوں میں سے کوئی جی اُٹھنا نہیں ہے، تو کیوں نہ صرف ''کھاؤ پیو، کیوں کہ کل ہم مر جائیں گے؟'' 180

اللہ تعالیٰ نے صرف اپنا کلام نہیں دیا کہ قیامت ممکن ہے۔ اس نے حتمی نشانی دی ہے۔ قدیم پیشین گوئیوں کے مطابق تیسرے دن عیسیٰ المسیح

کا جی اٹھنا یقین سے ظاہر کرتا ہے کہ مردوں میں سے جی اٹھنا اللہ کی مرضی اور اس کا وعدہ ہے۔

کچھ لوگ سوچ سکتے ہیں، " آخری قیامت کیسی ہوگی؟" پال وضاحت کرتا ہے،

مُردوں کے جی اُٹھنے کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ جو جسم بویا جاتا ہے وہ فنا ہوتا ہے، وہ غیر فانی طور پر اٹھایا جاتا ہے۔ وہ بے عزتی میں بویا جاتا ہے، جلال میں اٹھایا جاتا ہے۔ کمزوری میں بویا جاتا ہے، طاقت میں اٹھایا جاتا ہے۔ یہ ایک قدرتی جسم بویا جاتا ہے، یہ ایک روحانی جسم کو اٹھایا جاتا ہے . اگر فطری جسم ہے تو روحانی جسم بھی ہے۔

گندم کے دانے کی طرح میت کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ بالکل صحیح وقت پر، یہ نئی زندگی کے ساتھ سطح سے ٹوٹ جاتا ہے۔ پختہ گندم کی شان بیج سے کہیں زیادہ ہے۔ نئے پھل اور زندگی کے ساتھ یہ پوری دھوپ میں اگتا ہے۔اسی طرح عیسیٰ کا جی اٹھنے والا جسم تھا اور اسی طرح اس کے پیروکار دوبارہ جی اٹھیں گے۔

ایک مسیحی سے پوچھئے (سورہ 43:16)

کیا کسی مسلمان کو کبھی کسی عیسائی سے انجیل کی وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے؟

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی کی، اگر تم یہ نہیں جانتے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو رسالت کے مالک ہیں۔

رکو! کیا کوئی مسلمان کسی عیسائی کے پاس آکر پوچھے، " کیا آپ ہمیں موسیٰ، داؤد اور دیگر رسولوں کے بارے میں مزید بتا سکتے ہیں؟" کوئی ایک ہی عذر دے سکتا ہے کہ انجیل بدل دی گئی ہے۔لیکن یہ سچ نہیں ہوسکتا۔ اکیسویں صدی میں ہمارے پاس جو انجیل ہے وہی انجیل عیسائیوں کے پاس ساتویں صدی اور پہلی صدی میں تھی۔ یہ تبدیل نہیں ہوا ہے۔

پھر بھی، کیا یہ آیت نہیں کہتی کہ رسول " مگر مرد تھے؟" کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ عیسائی عیسیٰ کے بارے میں غلط ہیں؟ مسیحیوں پر کیسے بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟

کیا ہم بھول گئے جو ہم نے عیسیٰ کے بارے میں پڑھا تھا؟ صرف عیسیٰ المسیح ہیں، ایک نبی اور بہت کچھ، ایک کنواری سے نئے آدم، کلمۃ اللہ، ایمانوئل کے طور پر پیدا ہوا جس کا مطلب ہے ہمارے ساتھ اللہ۔ ہم موسیٰ، داؤد اور یونس کے بارے میں محض آدمی کہہ سکتے ہیں۔لیکن ہم ایمانداری سے عیسیٰ المسیح کو ان میں شامل نہیں کر سکتے۔ عیسیٰ ایک رسول سے بڑھ کر ہے۔ اگر یہ آیت عیسیٰ کو صرف ایک اور رسول مانتی ہے تو مجھے احترام کے ساتھ اختلاف کرنا چاہیے۔لیکن انجیل کے علاوہ، قرآن اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ عیسیٰ اپنے کام اور شناخت میں تمام لوگوں میں منفرد تھے۔

تیس سال تک میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے قرآن اور انجیل کے بارے میں گفتگو کی۔ کیا کبھی کسی مسلمان دوست نے سورہ 43:16 پڑھی ہے اور مجھ سے انجیل کی وضاحت کرنے کو کہا ہے؟ یہ مجھے کبھی نہیں کہنا اداس کرتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ میرے اکثر مسلمان دوستوں نے کبھی قرآن کی ہر آیت نہیں پڑھی۔

شاید چندلوگوں نے سورہ 43:16 پڑھی ہو،لیکن اگر وہ مجھ سے مدد مانگنے کے لیے لالچ میں آ جائیں تو ڈر جاتے ہیں۔''دوسرے مسلمان میرے بارے میں کیا کہیں گے؟'' وہ سوچتے ہیں . کیاانجیل خراب نہیں ہوئی ؟اگر اللہ مجھے سزا دے تو کیا ہوگا ؟

43:16 جو کچھ کہتا ہے اس پر اللہ کسی کو سزا کیوں دے گا ؟

یہ واضح طور پر کہتا ہے، "پوچھو۔" یہ اختلاف نہیں کہتا۔ یہ نظر انداز نہیں کہتا۔ یہ مذمت نہیں کہتا۔

یہ خطرناک لگتا ہے۔ شاید مسیحی لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ کیا ان پر سچ بولنے پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ کیا وہ قرآن سے ناواقف نہیں ہیں؟ شاید کچھ ہیں۔ لیکن اسی لیے میں قرآن کے ذریعے آیت بہ آیت پڑھ رہا ہوں: منصفانہ ہونا، صحیح معلومات حاصل کرنا، سچ بولنا۔182۔

دو خدا نہ بناؤ (سورہ 51:16)

یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، لیکن یہ دوبارہ کہنے کے قابل ہے۔ آیت 51 اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ۔ تورات، انبیاء اور انجیل مشرکین کی حمایت نہیں کرتے۔ پہلا اور سب سے بڑا حکم یہ ہے کہ اللہ سے اپنے دل، دماغ اور طاقت سے محبت کریں۔ ہم اپنے آپ کو 100% کیسے ایک سچے اللہ کو دے سکتے ہیں اور ہمارے پاس کسی دوسرے معبود کو دینے کے لیے کچھ بچا ہے؟

کوئی بھی اچھا نہیں (سورہ 61:16)

آیت 61 انجیل سے متفق ہے کہ کوئی بھی اچھا نہیں ہے۔''اگر اللہ انسانوں کو ان کے غلط کاموں کی سزا دیتا تو وہ (زمین پر) ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑتا'' انسانی دل کی تشخیص یہ ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ ہر کوئی سزا کا مستحق ہے۔ انجیل اور قرآن کے راستوں کے اس چوراہے پر کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ وہ برائی کے مسئلے کا مختلف جواب دیتے ہیں۔ انجیل مجھے المسیح میں محبت سے پیش کی گئی بخشش کے آسمانی تحفے کی طرف لے جاتی ہے۔ قرآن مجھے ایک آسمانی پیمانے پر لے جاتا ہے جس میں میرے اچھے اور برے اعمال کا وزن ہوتا ہے۔ لیکن آیت 61 بتاتی ہے کہ ہر کوئی برابر سزا کا مستحق ہے! راستبازی کا گھر بنانے کی کوشش گناہ کے سونامی میں بہہ گئی۔ ہمیں اس یقینی فیصلے سے کون بچائے گا؟

غلامی (سورہ 16:71-76)

مغربی ممالک نے انسانی غلامی کو غیر قانونی قرار دے رکھا ہے۔ 1860 کی دہائی میں ریاستہائے متحدہ نے ایک خوفناک خانہ جنگی لڑی جس نے وہاں غلامی کا خاتمہ کیا اور لاکھوں افریقی نژاد امریکیوں کو آزاد کیا۔

آیت 75-76 انسانی مساوات کے بارے میں بحث میں داخل ہے۔ یہ کہتا ہے کہ غلام اپنے سخی اور شریف آقا کے برابر نہیں ہے اور ایک معذور اور بے اختیار آدمی طاقتور کے برابر نہیں ہے۔ قرآن پوچھتا ہے کہ کیا ایسا آدمی برابر ہے جو انصاف کا حکم دیتا ہو اور سیدھی راہ پر ہو؟ قرآنی شریعت مغربی سیکولر قانونی نظام کے برعکس ہے۔ جب کہ مغربی سیکولر قوانین مختلف نسلوں، مذاہب اور تمام قسم کے پس منظر کے لوگوں کے درمیان مساوات کو تسلیم کرتے ہیں، کلاسک شریعت ایسا نہیں کرتی۔ بعض اوقات شریعت کے تحت غیر مسلموں کو ذمی کی طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے اور کچھ طبقے کے لوگ غلاموں کے طور پر کام کرتے ہیں۔ 21ویں صدی میں بھی ان جیسی آیات کی بنیاد پر مختلف جگہوں پر غلامی رائج ہے۔ جس طرح مسلمان اس بات پر بحث کرتے رہتے ہیں کہ آیا جدید دنیا میں فوجی جہاد اب بھی لاگو ہوتا ہے، وہ غلامی کے رواج پر بھی بحث کرتے ہیں۔

ہر ایک شخص اپنا اپنا گواہ (سورہ 16:89)

ہم نے سورہ 14:4 میں دیکھا کہ محمد عربی بولنے والے عربوں کے پاس گئے۔ اب آیت 89 کہتی ہے

ایک دن ہم تمام قوموں میں سے ان کے خلاف ان میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور ہم آپ کو ان کے خلاف گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کرنے والی کتاب نازل کی ہے۔

برسوں پہلے میں اپنے دوست کے ساتھ انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور عیسیٰ کو یہودیوں کے پاس بھیجا؟ اور یہ کہ اس نے ہر قوم کو ان کا اپنا نبی بھیجا؟

"نہیں،" میں نے جواب دیا، "میں نے یہ پہلے نہیں سنا تھا۔" میرے لیے یہ تصور کرنا مشکل تھا کہ مثال کے طور پر کون سے نبی وائکنگز یا مقامی امریکی قبائل کے پاس گئے۔

قرآن کہتا ہے کہ محمد کو عربوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اگر ہر مختلف قبیلے اور لوگوں کے گروہ نے گواہی دی ہے، ان کو عربی زبان میں محمد کا پیغام پہنچانے کا کیا مقصد ہے، جو وہ نہیں سمجھتے؟ کیا ان کے پاس پہلے سے ہی اپنی زبان میں کوئی گواہ نہیں بھیجا گیا؟

مزید برآں آیت 89 واضح طور پر کہتی ہے کہ اللہ نے محمد کو عربوں کے خلاف گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت میں کم از کم یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ وہ تمام لوگوں پر گواہ ہے۔

ذہن میں تبدیلی (سورہ 16:106-107)

قرآن ایک مسلمان کو اپنی حفاظت کے لیے خود کو کافر کہنے کی اجازت دیتا ہے، جب تک کہ وہ اپنے دل میں سچا ایمان رکھتا ہو۔ تاہم، اگر کوئی شخص صحیح معنوں میں اپنے دل و دماغ میں تبدیلی لاتا ہے اور اسلام کو چھوڑ دیتا ہے، تو اسے سخت سزا سے خبردار کیا جاتا ہے۔

جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کہتا ہے، سوائے مجبوری کے، اس کا دل ایمان پر قائم رہتا ہے، لیکن جو اپنے سینہ کو کفر کے لیے کھول دیتا

ہے، ان پر اللہ کا غضب ہے، اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔
1844 میں سلطان عبدالمجید اول نے ترک عثمانی سلطنت میں ارتداد کے قانون کو ختم کیا، جس سے مسلمانوں کو سزائے موت کے بغیر اسلام چھوڑنے کی اجازت دی گئی۔ اس کے حکم کی ہمیشہ تعمیل نہیں کی گئی۔ کلاسیکی شریعت کا تقاضا ہے کہ مرتدوں کو سزائے موت دی جائے۔
مسلمان اسلام کیوں چھوڑے گا؟ آیت 107 کہتی ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ قرآن نے کس طرح کچھ مسلمانوں پر منافقت کا الزام لگایا ہے جب انہوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کے لیے اپنے گھر اور مال کے آرام کو ترجیح دی۔ ساتویں صدی میں اسلام کے لیے جینا خطرناک ہوسکتا ہے۔
کیا کچھ مسلمان جنگ میں زخمی ہونے یا موت سے بچنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے اسلام چھوڑتے ہیں؟ میرا ایک دوست ہے جس نے اسلام کو چھوڑ دیا کیونکہ اسے یقین ہوگیا کہ کوئی خالق نہیں ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ کائنات نے خود کو بنایا ہے۔ وہ خود کو سائنسی ملحد کہتا ہے۔
دوسرے لوگ جن کو میں جانتا ہوں ان کے ذہن بدل گئے کیونکہ انہوں نے مطالعہ کیا اور دوسرے خیالات پر یقین کرنے کا انتخاب کیا۔
اگر ایک جدید مسلمان اپنے خاندان اور دوستوں کی طرف سے مسترد ہونے کا خطرہ مول لے اور بعض جگہوں پر ارتداد کے لیے پھانسی دے دی جائے، تو اسلام چھوڑنے سے اس کی زندگی کیسے بہتر ہوگی؟ جب تک کوئی ایسی جنگ شروع نہ ہو جس میں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں سنگین خطرات سے دوچار ہونے کے لیے بلایا جائے، سب سے آسان کام یہ ہوگا کہ ہر چیز کو ویسا ہی چھوڑ دیا جائے۔

اسلام کو پھیلاؤ (سورہ 125:16)

ایک پرانے پتھر کے صحن میں ہمارے دوستوں کے چھوٹے گروپ نے شام تک اللہ پر ایمان کے بارے میں بات کی۔ ایک نے کہا، "مشنری کام میری رائے میں غلط ہے۔ اسلام کا کوئی مشنری کام نہیں ہے۔"
"عجیب بات ہے،" میں نے جواب دیا، "کیونکہ میں نے ایسے مسلمانوں سے ملاقات کی ہے جو مثال کے طور پر یورپ اور افریقہ میں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے بہت محنت کرتے ہیں۔"
شاید ہمارے دوست نے آیت 125 کبھی نہ پڑھی ہو، حکمت اور خوبصورت تبلیغ کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو۔ اور ان سے ان طریقوں سے بحث کرو جو بہترین اور رحمدل ہوں کیونکہ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا ہے اور کون ہدایت پاتا ہے۔
جو مسلمان اس آیت کو سنجیدگی سے لیتے ہیں وہ اپنا وقت اور پیسہ پوری دنیا میں اسلام کو پھیلانے میں صرف کرتے ہیں۔ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں دین دار مسلمانوں نے دفاتر اور مساجد قائم کر رکھی ہیں۔ وہ کتابیں لکھتے ہیں، عوامی مباحثوں میں حصہ لیتے ہیں اور ٹیلی ویژن، ریڈیو اور انٹرنیٹ پر اپنے خیالات پھیلاتے ہیں۔ وہ مسلمان مشنری ہیں۔
"نہیں، یہ غلط ہے،" میرے دوست کبھی کبھی جواب دیتے ہیں۔ "ایک مشنری وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لیے مجبور

کرتا ہے۔ مسلمان صرف کافروں کو اللہ کی راہ کی طرف بلانے کے لیے سچ بولتے ہیں۔ کیا عیسائی مشنری مذہب تبدیل کرنے کے لیے پیسہ، سیاست اور برین واشنگ کا استعمال کرتے ہیں؟ کیا بے بس لوگوں پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا ان کا کوئی تاریک مقصد ہے؟ افواہوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے انجیل میں 100$ کے بل ڈالے— میرا خیال ہے۔

مہنگائی کے ساتھ جو کہ 1000$ تک چلی گئی ہے— کسی کو سیدھے راستے سے چرانے کی امید۔ دوسری بار دوست کہتے ہیں، "میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کو اپنے عقیدے کو فعال طور پر پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مذہب ایک نجی معاملہ ہے۔"

مجھے یہاں دو غلطیاں نظر آتی ہیں۔ سب سے پہلے، کوئی بھی عیسائی جس نے پیسے یا سیاست کو کسی کا مذہب تبدیل کرنے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی وہ جھوٹا ہے۔ ایک سچا مسیحی صداقت پر یقین رکھتا ہے۔ سچائی کا انتخاب فٹ بال ٹیم کو منتخب کرنے جیسا نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، اگر میں چاہتا ہوں کہ میری پسندیدہ فٹ بال ٹیم کا میچ دیکھنے کے لیے زیادہ لوگ آئیں، تو میں مفت ٹکٹ پیش کر سکتا ہوں تاکہ ایسا لگتا ہو کہ زیادہ مداح ہیں۔ مجھے کیا پرواہ ہے کہ وہ واقعی میری ٹیم کو پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ لیکن لوگوں کو اللہ پر ایمان کی طرف بلانا سچی محبت کا معاملہ ہے۔ آپ سچی محبت نہیں خرید سکتے۔

دوسرا، جو بھی یہ سوچتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کو نجی رکھنا چاہیے وہ آیت 125 کو پڑھنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ مسجد میں نماز جمعہ کے لیے ساتھی مسلمانوں کو مدعو کرنے کی بات نہیں کر رہا ہے۔ یہ کافروں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ یہ نجی نہیں بلکہ عوامی ہے۔ خیالات کی دنیا میں ہر روز ایک ہزار آوازیں پکارتی ہیں، یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ بہترین یا واحد صحیح خیال ہے۔

سترہواں باب

الاسراء (شب کا سفر)

یا بنی اِسرائیل (آلِ اِسرائیل) سورہ ۱۷

القدس کی زیارت (سورہ 1:17)

تاریخ اہم ہے۔ تاریخ کو جاننا ہمیں عقلمند بناتا ہے۔ ہم تاریخ سے جانتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ 679-690 عیسوی کے درمیان کسی وقت سلیمان کے ہیکل کی بنیاد پر تعمیر کی گئی تھی۔ مکہ میں مسجد الحرام تقریباً 690 عیسوی میں خانہ کعبہ میں تعمیر کی گئی تھی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ 570-632 عیسوی کے درمیان رہتے تھے۔ ان چیزوں کو جاننا سورہ 1:17 کو پریشان کر دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے،

پاک ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد حرام تک لے جایا جس کے احاطے میں ہم نے برکت دی تاکہ ہم اسے اپنی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں کیونکہ وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

رات کی زیارت (معراج) کا ذکر قرآن کی صرف ایک آیت میں ہے۔ کوئی تفصیلات، کوئی نام، کوئی تاریخیں نہیں ہیں۔ اس آیت میں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ بندے نے کن کن شہروں کا سفر کیا یا کن کن شہروں کا دورہ کیا؟ اس میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ خادم نے سب سے دور مسجد تک کیوں سفر کیا یا اس نے سفر کیسے کیا۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خادم حضرت محمد ﷺ تھے، مقدس مسجد مسجد الحرام اور سب سے دور مسجد اقصیٰ تھی۔ تاریخ کو جانے بغیر، کوئی سوچ سکتا ہے کہ یہ حیران کن نہیں ہے۔ لوگ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ محمد نے آج بھی کھڑی عمارتوں کا دورہ کیا۔ لیکن تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مکہ اور قدوس دونوں مساجد محمد کی وفات کے تقریباً 60 سال بعد بنی تھیں۔ بعض نے استدلال کیا ہے کہ لفظ مسجد () سے مراد صرف زمین کا ایک خاص ٹکڑا ہے۔ میں کہنے کا اہل نہیں ہوں۔ لیکن چونکہ آج مکہ اور قدوس میں جو مسجدیں کھڑی ہیں وہ محمد کی وفات کے 60 سال بعد بنائی گئی تھیں، اس لیے یہ آیت ان عمارتوں کا حوالہ نہیں دے سکتی۔ محمد قدوس میں الاقصیٰ کا دورہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ ابھی موجود نہیں تھا۔

سورہ 1:17 ہمارے پاس صرف چند الفاظ اور مزید سوالات چھوڑتی ہے۔ محمد کے کئی سال بعد لکھی گئی، حدیث اس موضوع پر پھیلی ہے۔ صحیح البخاری لکھتی ہے کہ محمد نے بیت المقدس (قدوس میں الاقصیٰ) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔183 لیکن یہ جسمانی طور پر ممکن نہیں تھا کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی وفات 60 سال ہو چکی تھی جب ان کے پیروکاروں نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کی۔

عیسیٰ کے پیروکار کے طور پر، میں اس سفر کے مقصد کے بارے میں حیران ہوں۔ میں یہ دیکھنے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ اسلام کیسے شروع ہوا، طاقت کو مضبوط کیا اور مدینہ، مکہ اور قدوس میں مراکز کیسے قائم ہوئے۔ میں یہ جاننے میں دلچسپی رکھتا ہوں کہ مسلمانوں نے کس طرح اسلام

کی سرحدوں کو عرب سے باہر اور ابراہیم کی اولاد کے مرکز میں پھیلایا، قدوس کو فتح کیا اور محمد کی وفات کے صرف 60 سال بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔

مسجد اقصیٰ میں رات کے دورے (معراج) سے متعلق کوئی قدیم نوشتہ نہیں ملا۔ لیکن سورہ 17:1 کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، بعد کی روایات نے یہ خیال پیدا کیا کہ قدوس مسلمانوں کے لیے خاص اہمیت کی حامل جگہ ہے۔

یہ یہودیت اور عیسائیت پر اسلامی غلبہ کی علامت بن گیا، اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام نے پہلے کے پیغمبرانہ مذاہب کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ مسلمانوں نے استدلال کیا کہ اگر محمد قدوس تشریف لے گئے ہیں تو ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے لیے اس کی حفاظت کریں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مسجد اقصیٰ اور چٹان پر موجود گنبد جو سابق یہودی ہیکل ماؤنٹ پر محیط ہے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہودی دوبارہ کبھی بھی راکھ سے اٹھنے کی کوشش نہیں کریں گے اور ایک نیا یہودی مندر بنا کر خود کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ بہت سے لوگوں کے لیے مسجد اقصیٰ ایک بڑی پتھر کی مہر کی مانند ہے جو قدوس شہر پر مستقل طور پر مہر لگا دی گئی ہے، اس بات کی ضمانت ہے کہ اسلام کو ہمیشہ کافروں پر اعلیٰ مقام حاصل ہوگا۔184

اٹھارہواں باب

الکہف (غار) سورہ ۱۸

غار میں سونے والے (سورہ 18:9-26)

ایک لمبی ٹیکسی کی سواری پر ایک صبح ایفیسس سے نکلتے ہوئے، میں نے اپنے ڈرائیور کو سیون سلیپرز کی کہانی سناتے ہوئے سنا۔ قدیم شہر کے کھنڈرات کے کنارے پر، سیاحوں کو ایک یا دو غار مل سکتے ہیں جہاں کچھ نوجوانوں نے مبینہ طور پر سینکڑوں سال تک معجزاتی جھپکی لی۔ کہانی کہتی ہے کہ وہ ایک بڑے صدمے سے بیدار ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ جب سے وہ پہلی بار سو گئے تھے دنیا کتنی بدل چکی ہے۔

کہانی کا پہلا ریکارڈ 5 ویں اور 6 ویں صدی کے علما یا کپ آف سارق، تھیوڈوسیئس اور ٹیل مہرا کے ڈیونیسیس نے ایک سریانی تصنیف میں لکھا ہے۔ بحیرہ روم کے علاقے میں بہت سے عام لوگ اس کہانی کو جانتے تھے۔

سورہ 19 میں سات سونے والوں کے بارے میں کچھ تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ یہ غار ایفیسس یا کسی دوسرے مشہور شہر کے قریب تھا۔ یہ نہیں بتاتا کہ یہ کب ہوا اور کسی حکمران یا بادشاہ کا نام نہیں لیا۔ محمد کہتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے کہ کتنے آدمیوں نے لمبی جھپکی لی: کیا ایک کتے کے ساتھ تین تھے، چار اور کتے، پانچ، چھ اور ایک کتا، یا سات اور کتے؟

یہ مجھے متجسس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ کیوں نہیں بتایا کہ سونے والے کتنے تھے، جب کہ اسے معلوم ہوتا؟ یہی مسئلہ ان کے سوئے ہوئے سالوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیا یہ 300 سال تھا یا 200 سو یا کچھ اور؟ آیت 26 کہتی ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنی دیر ٹھہرے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کے راز ہیں۔

تاریخ اور ابتدائی کتابوں کے ایک طالب علم کے طور پر، میں ہمیشہ کچھ سوالات کے ساتھ ماضی کا جائزہ لیتا ہوں۔ ایک، کیا عیسیٰ نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایسا ہوگا؟ مثال کے طور پر، اس نے پیشن گوئی کی کہ قدوس مندر تباہ ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ بہت سے تاریخی واقعات پیش آئے ہیں جن کی پیشین گوئی عیسیٰ نے خاص طور پر نہیں کی تھی، لیکن میں ان پر خصوصی توجہ دیتا ہوں جن کی پیشین گوئی اس نے کی تھی۔ کیا عیسیٰ نے سیون سلیپرز جیسی کسی چیز کی پیش گوئی کی تھی؟ ایسا نہیں کہ میں ڈھونڈ سکتا ہوں۔

دو، کیا اس کہانی کی تائید تاریخی شواہد سے ہوتی ہے؟ واقعی نہیں۔ افسس میں ایک غار ہے جس میں مقبرے ہیں، لیکن سینکڑوں سالوں سے کسی کو سونے کا کوئی عینی شاہد نہیں ہے۔ یہ حقیقت کی بجائے لوک داستانوں کی طرح لگتا ہے۔

تین، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی مقدس قصہ تاریخی نہیں ہے، تو کیا اللہ کے اپنے لوگوں کے ساتھ محبت بھرے تعلق کے بارے میں میرے عقائد میں کوئی تبدیلی آتی ہے؟ مثال کے طور پر، اگر میں نے دریافت کیا کہ بحیرہ احمر کی جدائی کی کہانی واقعی کبھی نہیں ہوئی تو اللہ کے ساتھ میرا رشتہ کیسے بدل جائے گا؟ یہ اللہ کے کلام پر میرا اعتماد متزلزل کر دے گا۔ جب کہ میں سورہ 18 سے اتفاق کرتا ہوں کہ اللہ معجزات کرتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے، تاریخی ہے یا نہیں، سیون سلیپرز کی کہانی ذاتی طور پر رب کے ساتھ میرے تعلق کو متاثر نہیں کرتی ہے۔

''کوئی اس کے کلام کو نہیں بدل سکتا'' (سورہ 18:27)

ہم قرآن میں بہت آگے نکل آئے ہیں۔ تورات، انبیاء اور انجیل میں بگاڑ کا ثبوت ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ ہم نے اس کے برعکس دیکھا ہے۔ ایک بار پھر ہم آیت 27 میں پڑھتے ہیں، " کوئی بھی اس کے الفاظ کو نہیں بدل سکتا۔" اس کو کتنی بار دہرانے کی ضرورت ہے جب تک ہم سمجھ نہ لیں؟

اللہ کا فضل کمانا (سورہ 18:46-53)

قرآن کے راستے پر چلنا مجھے ایک اور نازک موڑ پر لے آتا ہے۔ یہ حوالہ کہتا ہے کہ اچھے کام جنت تک پہنچنے میں معاون ہیں۔ اللہ کے پاس ایک کتاب ہے جہاں وہ ہر کام کو لکھتا ہے، بظاہر اچھے اور برے دونوں۔ آیت 46،

نیک اعمال، تیرے رب کے نزدیک بہترین ہیں، انعام کے طور پر، اور (بنیاد) امید کے طور پر بہترین ہیں۔

ایک دن ایک مسلمان دوست نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کا مذہب برے لوگوں سے بھی جنت کا وعدہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کریں؟ آپ کو اچھے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صرف اقرار کرتے ہیں اور پھر باہر جا کر گناہ کرتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں؟ اگر ہم جنت تک پہنچنے کی امید رکھتے ہیں تو اسلام میں ہمیں اچھے کام کرنے چاہئیں۔

اچھا سوال.

ایک گھوڑے اور ایک ویگن والے آدمی کا تصور کریں۔ آٹے کا بوجھ گھر لے جانے کے لیے وہ ویگن کو گھوڑے کے آگے لڑھکاتا ہے اور اس پر چیخنے لگتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ویگن گھوڑے کو کھینچ لے! ویگن کچھ نہیں کھینچ سکتی، اسے کھینچنے کے لیے گھوڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔

عیسیٰ کا یہی مطلب تھا جب اُس نے کہا، ''میں انگور کی بیل ہوں۔ آپ شاخیں ہیں . اگر تم مجھ میں رہو گے اور میں تم میں تو بہت پھل لاؤ گے۔ میرے علاوہ تم کچھ نہیں کر سکتے۔"185

گھوڑے کو ویگن سے کھینچنے کی کوشش کرنا اللہ کو راضی کرنے کے لیے نیک کام کرنے کے مترادف ہے۔

کیوں؟ کیونکہ اللہ کے ساتھ صحیح تعلق کے بغیر ہمارے اعمال اس کو راضی کرنے میں بے بس ہیں۔ ایک ویگن گھوڑے کو نہیں کھینچ سکتی کیونکہ اس میں طاقت نہیں ہے۔ اکیلے رہ گئے، ویگن صرف بے حرکت بیٹھی ہے۔ تنہا ہماری ٹوٹ پھوٹ اور گناہ میں، ہمارے بہترین کام بھی اللہ کو خوش نہیں کر سکتے۔

انجیل سکھاتی ہے کہ ہمیں دوبارہ پیدا کرنے کے لیے پہلے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اس کے بعد ہم اس کی قدرت میں واقعی اچھے کام کر سکتے ہیں۔ یہ گھوڑے کو گاڑی کے آگے ڈال رہا ہے۔

اس لیے نیک اعمال ہم پر اللہ کے فضل کا ثمر ہیں، اس کا سبب نہیں۔ انجیل کہتی ہے، ''کیونکہ تم نے فضل سے نجات پائی ہے، ایمان کے ذریعے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں ہے، یہ خدا کا تحفہ ہے''۔

"تو آپ اچھے کاموں پر یقین نہیں رکھتے، آخر کار!" میرے دوست نے جواب دیا۔
"براہ کرم پوائنٹ کو مت چھوڑیں،" میں نے کہا۔ "ہم اچھے کاموں پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص المسیح میں نئے ہونے کا دعویٰ کرے لیکن نیک کام نہ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ عیسیٰ نے کہا کہ اچھے درخت اچھے پھل دیتے ہیں اور برے درخت برا پھل دیتے ہیں۔ جو بھی زیادہ سے زیادہ گناہ کی خواہش رکھتا ہے اس کا دل مردہ ہوتا ہے، چاہے وہ کتنی ہی بار اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔"187

ابلیس فرشتہ تھا یا جن؟ (سورہ 18:50)

ابلیس کی پہچان ایک معمہ ہے۔ سورہ 2:34 میں ابلیس کو فرشتوں میں شامل کیا گیا ہے۔ فرشتوں کے ساتھ آدم کے سامنے سجدہ نہ کرنے پر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اب ہم پڑھتے ہیں کہ وہ جن تھا۔

دیکھو ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا اور اس نے اپنے رب کا حکم توڑا۔

اللہ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اگر اللہ چاہتا تھا کہ جن بھی جھکیں تو وہ کیوں شامل نہیں ہوئے؟ اگر فرشتے اور جن ایک ہی چیز ہیں تو ان کے مختلف نام کیوں ہوں گے؟ ان کے دوسرے اختلافات بھی ہیں۔ ایک مسلمان لکھتا ہے، "فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں جبکہ جنات آگ سے پیدا کیے گئے ہیں... تمام فرشتے مومن ہیں جو معصوم ہیں اور وہ دوسروں کو صرف نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ جنوں میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، نیکی کا حکم دینے والے بھی ہیں اور برائی کا حکم دینے والے بھی... فرشتوں کی خواہشات نہیں ہوتیں، اس کے برعکس جنوں کی خواہشات انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔

اگر میں ایماندار رہوں تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے لیے کسی آسمانی مخلوق کا آدم کے سامنے جھکنے کا تصور کرنا مشکل ہے۔ وہ محض ایک انسان، خاک کی مخلوق، ایک گناہ گار، زمینی تھا۔ شاید آدم کسی فرشتے کے سامنے سجدہ کرتا ہو۔ لیکن اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ساری مخلوق اس کے سامنے اکیلے گرے گی اور اعلان کرے گی، "اے ہمارے رب اور خدا، تو جلال اور عزت اور طاقت حاصل کرنے کے لائق ہے، کیونکہ تو نے تمام چیزوں کو پیدا کیا، اور تیری مرضی سے وہ پیدا ہوئیں اور ان کا وجود ہے۔"189

ذوالقرنین دو سینگوں والا (سورہ 18:83-99)

ہم ایک اور پراسرار شناخت کی طرف آتے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ ذوالقرنین سکندر اعظم تھا، یونانی جنگجو جس نے ایشیا کا ایک بہت بڑا حصہ فتح کیا تھا۔ لیکن سورہ 18 اس پراسرار شخص کو اللہ کا بندہ بتاتی ہے۔ یہ سکندر کیسے ہوسکتا ہے؟ تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے ہم جنس پرستی اور بت پرستی کی مشق کی۔ دوسروں نے تجویز کیا ہے کہ اس آیت سے مراد سائرس اعظم ہے، فارسی حکمران جس نے ابراہیم کی اولاد پر احسان کیا تھا۔ لیکن اس نے زرتشتی پر عمل کیا حالانکہ وہ توحید پرست یہودیوں سے دوستانہ تھا۔ کوئی بھی جو یہ تجویز کرتا ہے کہ سکندر یا سائرس مسلمان تھے اسے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مشرک (مشرک) بھی مسلمان کیسے ہوسکتا ہے۔

سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ (سورہ 86:18)

" کیا آپ جانتے ہیں کہ ذاک کوستو (Jacque Cousteau) مسلمان ہوگیا ہے؟ اس کے سمندروں میں سفر نے اسے یقین دلایا کہ قرآن سچا ہے۔ میرے دوست نے مشہور سمندری سائنسدان کی کہانی بتاتے ہوئے خوشی محسوس کی۔ میں نے دلچسپی سے سنا۔

بہت سے دوستوں کا خیال ہے کہ قرآن میں سائنسی حقائق موجود ہیں جن کو محمد صرف الہی وحی سے ہی جان سکتے تھے۔ اگر قرآن میں سائنسی حقائق معجزانہ طور پر آشکار ہوتے تو وہ اسلام کے لیے ایک مضبوط مقدمہ بناتے۔ میں نے کوسٹیو پر تحقیق کی اور فرانس میں اس کے دفاتر سے یہ سرکاری خط ملا۔

پیرس، 2 نومبر، 1991 جناب،

ہمیں آپ کا خط موصول ہوا ہے اور ہم ہماری سرگرمیوں میں آپ کی دلچسپی کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم آپ کو واضح طور پر بتاتے ہیں کہ کمانڈر کوسٹیو مسلمان نہیں ہوا ہے اور یہ افواہ بے بنیاد ہے۔

بہت خوش دلی سے،

Didier CERCEAU

Chargé de mission190

مجھے نہیں معلوم کہ کوسٹیو نے کبھی قرآن پڑھا ہے یا نہیں۔ وہ یقیناً سمندر کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ موت کے وقت اس کے خاندان نے اسے فرانس کے ایک عیسائی قبرستان میں دفن کیا۔ اس کے مسلمان ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

پھر بھی یہ پوچھنا مناسب ہے کہ کیا قرآن معجزانہ طور پر سائنسی حقائق کو ظاہر کرتا ہے؟

میں نے کالج میں سائنس کی تعلیم حاصل کی، مائکرو بایولوجی میں پہلی ڈگری حاصل کی۔ میری تربیت نے مجھے مشاہدے اور جانچ کے طریقوں میں تیار کیا۔ مزید برآں، انجیل مجھے "ہر چیز کو جانچنا" سکھاتی ہے۔191 سائنس صرف اتنی ہی کامیاب ہے جتنی کہ انسانی عقل۔ انسانی دماغ کامل نہیں ہیں، لیکن پاسچر اور رونجٹن جیسے سائنسدانوں نے بہت بڑی دریافتیں کی ہیں جو صحت اور زندگی کو بہت بہتر بناتی ہیں۔ ہم 21 ویں صدی میں زمین اور سمندر، سورج اور ستاروں کے بارے میں اتنا زیادہ جانتے ہیں جتنا کہ لوگ ایک ہزار سال پہلے جانتے تھے۔

انسانی تجسس فطری ہے۔ انسان ان رکاوٹوں سے قطع نظر تلاش کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں جن کا انہیں سامنا ہوسکتا ہے۔ پولی نیشیائی چھوٹی ڈبیوں میں بغیر نقشہ یا کمپاس کے بحرالکاہل میں چلے گئے۔ اس کے باوجود انہوں نے ہوائی کے جزیروں کو تلاش کیا اور وہاں ایک نئی سلطنت شروع کی۔ فطری ترتیب کے بارے میں عربوں کا سوچنا فطری تھا۔ مثال کے طور پر، انہوں نے سورج کی طرف دیکھا اور پوچھا، "یہ کیا ہے اور ہر رات کہاں جاتا ہے؟"

سورہ 86:18 کہتی ہے کہ جب ذوالقرنین "سورج کے غروب ہونے پر پہنچا تو اس نے اسے گہرے پانی کے چشمے میں ڈوبا ہوا پایا: اس

کے قریب اسے ایک قوم ملی۔" سنن ابوداؤد 3991 ریکارڈ،

ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ گدھے پر سوار تھے اور سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ گرم پانی کے چشمے میں ڈوب جاتا ہے۔

شاید آیت 86 ایک تمثیل ہے۔ اصل نیت جاننا مشکل ہے۔ لیکن 21 ویں صدی میں ہم جانتے ہیں کہ سورج پانی میں غروب نہیں ہوتا۔ یہ کوئی سائنسی بیان نہیں ہے۔ ہم تورات، انبیاء، انجیل اور قرآن میں اللہ کے بارے میں بہت سی دلچسپ کہانیاں اور مثالیں پڑھ سکتے ہیں، لیکن وہ تکنیکی سائنسی معلومات نہیں دیتے۔

میرا کیا مطلب ہے؟ ذرا تصور کریں کہ کیا قرآن کہتا ہے، "ذوالقرنین نے آسمان کی طرف دیکھا اور محسوس کیا کہ سورج زمین سے بہت بڑا ایٹمی توانائی کا ایک بڑا پھٹنے والا گولہ ہے اور اس سے مدینہ مکہ سے 330,000 گنا دور ہے؟" چھٹی صدی میں محمد کے لیے یہ عملاً ناممکن ہوتا کہ وہ زمین سے سورج کی دوری کو جان پاتے یا یہ جانتے کہ یہ جوہری توانائی کا ایک زبردست جلتا ہوا گولہ ہے۔ تورات، انبیاء، انجیل اور قرآن ایسی باتیں نہیں کرتے۔ وہ ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ ہوائی جہاز کیسے بنایا جائے یا کینسر کا علاج کیسے کیا جائے۔ وہ اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ چاند زمین کے گرد کیسے چکر لگاتا ہے اور زمین سورج کے گرد کیسے چکر لگاتی ہے۔ قرآن فطرت کے بارے میں بہت سے دلچسپ مشاہدات پر مشتمل ہے، لیکن اگر کوئی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے، تو وہ معجزانہ طور پر سامنے آنے والے سائنسی حقائق کو تلاش کرنے کے علاوہ دیگر راستے تلاش کرنا چاہے گا۔

اُنیسواں باب

مریم سورہ ۱۹

حضرت یحیٰؑ (سورہ 19:1-15)

بہت سی کہانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ لوگوں کو بچے دینا پسند کرتا ہے، خاص طور پر ان والدین کو جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی نہیں ہے۔اس نے ابراہیم اور سارہ کو اس وقت دیا جب وہ پختہ عمر سے گزر چکے تھے۔اس نے ایک انسانی باپ کی مدد کے بغیر مریم کا بچہ عیسیٰ کو دیا۔زکری اور الزبتھ کو بھی اللہ کی طرف سے ایک خاص تحفہ ملا جب اس نے ان کو بڑھاپے میں یحیٰ عطا کیا۔

زکری (زکریا) ایک عبرانی پادری تھا جو یہودیہ کے بادشاہ ہیروڈ کے زمانے میں رہتا تھا۔اس کی بیوی الزبتھ ہارون (ہارون) کے خاندان سے تھی، جو ایک ہزار سال پہلے رہ چکے تھے۔ایک دن بیت المقدس میں عبادت کے دوران زکری کی ملاقات ایک فرشتہ سے ہوئی۔خُداوند نے اُن سے ایک بیٹا دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن زکری کو شک تھا۔زکری کے کلام اور نظم وضبط کو ثابت کرنے کے لیے رب نے کئی مہینوں تک اس کی تقریر چھین لی۔جب یحیٰ پیدا ہوا تو اس کے والدین اسے ختنہ کے لیے بیت المقدس لے گئے۔جب گھر والوں نے اس بات پر بحث کی کہ کون سا نام منتخب کرنا ہے، زکری نے ایک ٹیبلٹ پر نام یحیٰ لکھا اور فوراً ہی اس کی آواز واپس آ گئی۔

یحیٰ کو ایک خاص مقصد کے لیے الگ کیا گیا تھا۔اس نے نہ کھایا نہ پیا۔

کوئی بھی شرابی، بیابان میں رہتا تھا اور اونٹوں کی کھردری کھال پہنتا تھا۔ایک نوجوان کے طور پر اس نے نئی روحانی زندگی کی علامت کے طور پر دریائے اردن میں لوگوں کو بپتسمہ دینا شروع کیا۔بہت بڑا ہجوم اس کے پاس آیا، جس سے یہودی مذہبی پیشواؤں میں شدید حسد پیدا ہوا۔

یحیٰ ایک خطیب تھا۔"بیگانہ میں پکارنے والے کی آواز آئی، 'رب کے لیے راستہ تیار کرو، اس کے لیے سیدھے راستے بناؤ۔'192 ایک وائسرائے کی طرح جو سلطان کے آگے جاتا ہے، یحیٰ آنے والے مسیح کے آگے آگے بڑھ کر اپنا راستہ تیار کرتا ہے۔

ایک گرم دن یحیٰ کے الفاظ سننے اور اسے پانی میں ڈبونے کے لیے بے چین دریائے اردن کے کنارے جمع ہو گئے۔یہ یحیٰ کے لیے ایک عام دن تھا، یہاں تک کہ ایک غیر معمولی شخص بھیڑ سے باہر نکل گیا۔اپنے سامنے کھڑے نوجوان، داڑھی والے کو دیکھ کر یحیٰ کانپ گیا ہوگا۔ ''میں اس کی سینڈل کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں،'' اس نے سوچا۔

اس نے عیسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا، "تمہیں مجھے بپتسمہ دینا چاہیے۔"عیسیٰ نے عاجزی سے جواب دیا، "ہونے دو، تمام راستبازی کو پورا کرنا۔"

فرمانبرداری کے ساتھ، یحیٰ عیسیٰ کو دریا میں لے گیا اور اسے ٹھنڈے، سیاہ پانی میں ڈبو دیا۔

اچانک آسمان پر ایک سوراخ نمودار ہوا اور ایک کبوتر پھڑ پھڑا کر عیسیٰ پر جا پڑا۔انہوں نے اللہ کی آواز سنی۔"یہ میرا بیٹا ہے، جس سے میں

پیار کرتا ہوں۔ میں اس سے خوش ہوں۔"193

وہاں کیا ہوا؟ دو ضروری چیزیں۔تصدیق اور تعریف۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہزاروں سال سے اپنے مسیح کا انتظار کر رہی تھی۔ انہیں بھیڑ میں سے اسے پہچاننے کے لیے ایک طریقہ درکار تھا۔وہ گلیل کے کسی اور داڑھی والے بڑھئی جیسا لگ رہا تھا۔یحییٰ نے تصدیق کی کہ عیسیٰ المسیح تھے۔یحییٰ یہ اعلان کرنے کے لیے آیا،" عیسیٰ ایک ہے۔"

مسلمان دوست اکثر مجھے یہاں روکتے ہیں۔"دوبارہ نہیں، براہ مہربانی . ہم بیٹا لفظ کیوں سنتے رہتے ہیں؟ انجیل اسے جانے نہیں دے گی۔عیسائی کیوں نہیں دیکھ سکتے کہ وہ کس طرح تین خداؤں کی پوجا کر رہے ہیں؟"

آیئے ایک نئے انداز پر غور کریں۔قدیم عالم آگسٹین نے لکھا،"اور روح القدس، مقدس صحیفوں کے مطابق، نہ صرف باپ کا ہے، نہ اکیلے بیٹے کا، بلکہ دونوں کا ہے۔اور اسی طرح ہمیں ایک باہمی محبت سے آگاہ کرتا ہے، جس کے ساتھ باپ اور بیٹا باہمی طور پر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔"194

یہاں بیٹا کا مطلب نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ کا جسمانی جسم ہے اور اس نے مریم (یا کسی کو) اپنی بیوی کے طور پر لیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیسیٰ اللہ کے ساتھ منسلک دوسرا خدا ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیسیٰ کی ذات بہت پہلے پیدا ہوئی تھی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے اپنے آپ کو انسانی عیسیٰ المسیح کا لبادہ پہنایا۔وہ ہمارے درمیان اس مقصد کے ساتھ رہتا تھا کہ صلیب پر اپنی قربانی کے ذریعے معافی حاصل کرنا ممکن بنایا جائے۔

ہم نے پہلے دیکھا کہ تورات اکثر اللہ کو رحم کرنے والا (رحمٰن) اور رحیم (رحیم) کہتا ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ محمد کی پیدائش سے بہت پہلے، قدیم شامی عیسائیوں نے عیسیٰ کے لیے الرحمٰن کا لقب استعمال کیا۔195 یہ اللہ کا مکمل نظارہ ہے۔رحم اور شفقت محض احساسات یا رویے نہیں ہیں۔سب سے زیادہ رحم کرنے والا کام اللہ کر سکتا تھا زمین پر آ کر ہمارے گناہوں کے لیے کامل، مقدس قربانی فراہم کرتا تھا۔ اس کی رحمت اور شفقت اس کی الٰہی محبت کا ثمر ہے۔

عیسیٰ کی موت (سورہ 19:33)

میں نے اپنے پڑوسی سے کہا،"صرف ایک لمحہ،" آپ مجھے سورہ 4:156 دکھاتے رہتے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ مجھے نہیں لگتا کہ یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ نہیں مرے، لیکن یہ کہ یہودیوں نے اسے قتل نہیں کیا۔کیا قرآن میں ایسی کوئی آیات ہیں جو کہتی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی؟

میں نے انتظار کیا، لیکن میرا دوست جواب نہیں دے سکا۔کوئی نہیں ہیں۔

درحقیقت، ہم مزید آیات دریافت کرتے رہتے ہیں جو کہتی ہیں کہ عیسیٰ کی وفات ہوئی۔مثال کے طور پر آیت 33-34 کہتی ہے۔

پس مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا! ایسے ہی عیسیٰ ابن مریم۔ کیا؟! نہ صرف یہ کہتا ہے کہ وہ مر جائے گا، بلکہ یہ واقعات کی ترتیب میں سورہ 3:55 سے بالکل میل کھاتا ہے۔ عیسیٰ زندہ رہا، مر گیا اور مردوں میں سے زندہ ہوا۔ انجیل کو جاننے والے کو یہ کیسے دلکش نہیں ہو سکتا؟

بیسواں باب

طہٰ سورہ ۲۰

موسیٰ اور جلتی ہوئی جھاڑی (سورہ 20)

سورہ 20 بہت سے دلچسپ خیالات کو جنم دیتی ہے۔ میں کچھ جھلکیوں پر توجہ دوں گا۔

سب سے پہلے، میں نے دیکھا کہ موسیٰ نے ذاتی طور پر اللہ کی آواز سنی۔ کہانی کچھ یوں ہے۔196 موسیٰ نے دور ایک پہاڑ پر آگ دیکھی۔ تجسس سے وہ قریب آیا۔ ایک عجیب طرح سے جلتے ہوئے درخت میں سے خود اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے آواز دی اور کہا اس کے جوتے اتار دو کیونکہ زمین مقدس تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ہدایت کی کہ وہ مصر واپس جائیں اور اپنے بھائی ہارون کے ساتھ مل کر فرعون سے کہیں کہ ابراہیم کی اولاد کو قید سے آزاد کر دے۔ موسیٰ علیہ السلام واپس مصر چلے گئے، فرعون نے اللہ کی بات نہ مانی، مصر پر بے شمار آفتیں آئیں، آخر کار غلاموں کو آزاد کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مصری فوج کو بحیرہ احمر میں غرق کر دیا۔ بحیرہ احمر کے ذریعے مصریوں سے فرار ہونے کے بعد، کچھ عبرانیوں نے سونے کے بچھڑے کو تیار کیا اور اس کی پوجا کی جبکہ موسیٰ کو پہاڑ پر دس احکام موصول ہوئے۔ جب موسیٰ واپس آئے تو مشرکوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور پھر بھی موسیٰ کے کچھ وفادار لوگ بچ گئے۔

آیت 11-12 کہتی ہیں: لیکن جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی: اے موسیٰ! بے شک میں تمہارا رب ہوں!'' غور کریں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کسی فرشتے کے ذریعے بات نہیں کی۔

تاریخ رب کی محبت کی عظیم کہانی ہے۔ یہ باغ عدن میں آدم اور حوا کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور پھر ابراہیم، موسیٰ، شمل اور شاہ داؤد کے ساتھ تیار ہوتا ہے۔ انجیل میں کہانی ہمیں دہلیز کے پار عیسیٰ المسیح کے ساتھ مقدس ترین مقام تک لے جاتی ہے۔ اس محبت کی کہانی میں ہمیشہ الٰہی مواصلت شامل ہوتی ہے۔ اللہ کا کلام (یا آواز) صرف اس کے پاس نہیں ہے، وہ کلمۃ اللہ ہے، اللہ کی ذات ہے۔

براہ راست مواصلات اتنا اہم کیوں ہے؟ کسی نے کہا ہے کہ بات چیت کسی بھی رشتے کی جان ہوتی ہے۔ پیار کرنے والے شوہر اور بیویاں صرف اپنے جسم ہی نہیں بلکہ اپنے دلوں کو بانٹنے اور سننے میں وقت گزارتے ہیں۔ محبت والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اسی سے اچھے دوست ان کی زندگی کے بارے میں بات چیت کرنے میں وقت لگاتے ہیں۔

کیا اللہ کے لیے اپنی قوم سے براہ راست بات کرنا ناممکن ہے؟ کیوں نہیں؟ اس نے آدم اور حوا سے اس طرح بات کی جیسے ایک باپ اپنے بچوں سے بات کرتا ہے۔ اس نے موسیٰ سے اس طرح بات کی جیسے دوست آپس میں بات کر رہے ہوں۔

جب عیسیٰ، اللہ کا کلام آیا، تو اس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ اب اس کے بندے نہیں، بلکہ دوست ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے دوستوں کے لیے اپنی جان دینے سے بڑھ کر کوئی محبت نہیں ہے۔ 197 اللہ کی عظیم محبت کی کہانی بتاتی ہے کہ پہلی کامل دوستی باغ میں نافرمانی سے برباد ہوئی لیکن اللہ نے آہستہ آہستہ محبت کے پل کو دوبارہ تعمیر کیا۔ عیسیٰ سنگ بنیاد تھا۔

تصور کریں کہ ایک آدمی سمندر کے دوسری طرف رہنے والی عورت سے محبت کرتا ہے۔ پہلے وہ اسے ہاتھ سے لکھے ہوئے خط بھیجتا ہے۔ پھر وہ اس سے ٹیلی فون پر بات کرتا ہے۔ آخر کار وہ ہوائی جہاز میں سوار ہوتا ہے اور اس کی طرف جاتا ہے۔ جب وہ آمنے سامنے ملتے ہیں تو ان کی خوشی مکمل ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے بعض مسلم معاشروں میں لوگ اللہ کے بارے میں ایک نئے انداز میں سوچنے لگے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ سے محبت کرنے والے کہتے ہیں۔" کامل محبت تمام خوف کو دور کر دیتی ہے۔"198 المسیح کے ذریعے اللہ سے ملنا لوگوں کو بے شرمی کی جگہ پر واپس لاتا ہے، جیسا کہ آدم نے گناہ کرنے سے پہلے لطف اٹھایا تھا۔ بغیر کسی شرم کے، بغیر کسی جرم کے، بغیر کسی عذاب کے، ہم اللہ سے محبت کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں جیسے آسمان کے پہاڑوں سے ایک زبردست آبشار کی طرح برستا ہے۔

آدم کی شرم (سورہ 20:115-123)

سوچ اور جسم میں اللہ کے سامنے ننگے، آدم نے اپنی شرم کو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔ وہ اور حوا انجیر کے پتے ایک ساتھ ڈھانپنے کے لیے بناتی ہے۔ ہر کوئی اپنی شرمندگی میں شریک ہے۔ زیادہ تر انسان اب بھی اپنے جسم کو لباس اور سکارف، لباس، پتلون یا بعض اوقات گھاس اور لوکی سے ڈھانپتے ہیں۔ سر عام برہنہ ہونا اللہ سے بے نیازی کی علامت ہے۔

ہم تورات میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پتوں کی چادر قبول نہیں کی۔ اس کے بجائے، اس نے آدم اور حوا کو نئی چادریں دیں۔ اللہ نے خود جانوروں کی قربانی کی اور آدم اور حوا کو کھالوں سے ڈھانپ دیا۔ اللہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمارے اچھے کام ناکافی اور عیب دار ہیں۔ ہماری اندرونی شرم کا واحد ڈھانپنا وہ قربانی ہے جو وہ فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ المسیح نے کہا کہ وہ خدمت کرنے نہیں بلکہ خدمت کرنے اور ہمارے لیے اپنی جان فدیہ دینے کے لیے آیا ہے۔

اِکیسواں باب

الانبیاء سورہ ۲۱

اُسمائے محمد ﷺ (سورہ 107:21)

اس سورت کا پیغام سادہ ہے۔شرک سے ایک اللہ پر ایمان لاؤ اور محمد ﷺ کو قبول کرو۔

آیت 107 ہمیں ایک دلچسپ سوال کی طرف لاتی ہے۔نام محمد ﷺ اور خوبصورت ناموں میں کیا تعلق ہے؟ کے لیے

مثال کے طور پر اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں۔

اللہ ''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا بلکہ تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' سورہ 1:1 میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ الرحمٰن ہے۔ایک اور مثال سورہ ہے۔

64:22 اور سورہ 6:61۔سورہ 64:22 اللہ کو حامد کہتی ہے۔

6:61 ہم دیکھتے ہیں کہ احمد () محمد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔سورہ میں کتاب دلائل الخیرات: نیک اعمال کی رہنمائی اللہ کے 99 ناموں (اسماء الحسنہ) اور 201 نبی (اسماء النبی) کے ناموں کی فہرست فراہم کرتی ہے۔بہت سے ناموں کی جڑ ایک ہی ہے سوائے اللہ کے اسماء کا قطعی مضمون ال ہے۔

ان سے پہلے کے تمام مردوں کی طرح، محمد ایک باپ سے آئے جو آدم اور حوا سے آئے تھے۔ہم جانتے ہیں کہ محمد کی موت باقی تمام مردوں کی طرح ہوئی اور وہ مٹی میں واپس آئے۔اگرچہ بہت سے عظیم رہنما تاریخ میں رہ چکے ہیں، لیکن ہم ان کی تعریف نہیں کرتے۔مثال کے طور پر، اگرچہ موسیٰ نے جلتی ہوئی جھاڑی میں اللہ سے ملاقات کی اور دس احکام حاصل کیے، لیکن انہوں نے مشترکہ انسانیت کو ہر اس شخص کے ساتھ بانٹ دیا جن کی رگوں میں آدم کا خون دوڑتا ہے۔جیسا کہ کسی نے کہا، آدم کا خون سب سے بڑے بادشاہ کا سر شرم سے جھکائے اور سب سے ادنیٰ فقیر عزت سے سر اٹھائے۔

سورہ 144:3 کہتی ہے، "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول سے زیادہ نہیں ہیں جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے رسول ہیں۔اگر وہ مر جائے یا مار دیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ کیا یہ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ انبیاء کو بہت زیادہ بلند کرنے سے گریز کریں؟

بائیسواں باب

الحج سورہ ۲۲

جہالت سے جھگڑا (سورہ 8:22)

اکثر میرے دوست مجھے اللہ، عیسیٰ، انجیل اور قرآن کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہیں۔ انہوں نے یہاں اور وہاں سے کچھ خیالات اٹھائے ہیں، لیکن ذاتی طور پر تورات، انبیاء، انجیل اور قرآن کی ہر آیت کو نہیں پڑھا ہے۔ قرآن جہالت سے بحث کرنے سے خبردار کرتا ہے۔ آیت 8، "پھر بھی لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے، بغیر علم کے، بغیر ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے۔" میں یہ کتاب جہالت سے دور اپنی زیارت کے طور پر لکھ رہا ہوں۔

جہنم (سورہ 22:19-22)

قرآن جہنم کی ایک مستقل اور واضح تصویر پیش کرتا ہے۔

جو جھٹلائیں گے ان کے لیے آگ کا لباس کاٹا جائے گا اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔ اس کے ساتھ جو کچھ ان کے جسموں کے اندر ہے اس کے ساتھ ساتھ کھالیں بھی جل جائیں گی۔ اس کے علاوہ ان پر لوہے کے گدے بھی ہوں گے۔ جب بھی وہ وہاں سے پریشانی سے نکلنا چاہتے ہیں۔"

میں اس سے زیادہ خوفناک چیز کی تصویر نہیں بنا سکتا۔ شدید درد جسم کو لرزتا ہے۔

جیسے ابلتا ہوا پانی آگ کے اوپر سے نیچے برستا ہے۔ کوئی بھی جو اپنے جسم کو چیرنے والے عذاب اور تکلیف سے بچنے کی طاقت جمع کر سکتا ہے وہ لوہے کی گدی کی کچلنے والی ضربوں کا سامنا کرے گا۔ اور یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ نہ ختم ہونے والا عذاب۔ دائمی درد۔

جدید لوگ اس عقیدے سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سونے کے وقت کی بہت سی کہانیوں کو یاد دلاتا ہے جن کے بارے میں بڑے دانتوں والے راکشس گھر کے باہر انتظار کر رہے ہیں، جو اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والے کسی بھی بچے کو کھا جانے کے خواہشمند ہیں۔ وہ کہتے ہیں، "اندھیرے کے بعد بستر سے مت نکلیں، یا پیلی آنکھوں اور خون سے ٹپکنے والے دانتوں والا شیطانی عفریت آپ پر جھپٹے گا اس سے پہلے کہ آپ اپنی نیند کی آنکھوں کو جھپک سکیں۔ اور اس سے بھی بدتر، اگر آپ اپنے دانت صاف کرنا بھول جاتے ہیں، تو وہ آپ کے بستر کے نیچے سے چپکے سے باہر آجائے گا اور آدھی رات کو آپ کی ٹانگیں چبا دے گا۔ پھر آپ بغیر دانت اور ٹانگوں کے بغیر جاگیں گے۔"

رچرڈ ڈاکنز کا خیال ہے کہ بچے کو جہنم کے بارے میں پڑھانا بدسلوکی ہے۔

خدا کا شکر ہے، میں نے ذاتی طور پر کبھی تجربہ نہیں کیا کہ جہنم میں یقین کرنا کیسا ہوتا ہے — واقعی اور واقعی اور دل کی گہرائیوں سے یقین کرنا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ معقول طور پر دلیل دی جا سکتی ہے کہ اس طرح کا گہرا عقیدہ بچے کو ہلکے جسمانی تشدد کی عارضی شرمندگی سے زیادہ

دیرپا ذہنی صدمے کا باعث بن سکتا ہے۔199

دوسری طرف ایک امیر اور پڑھے لکھے مسلمان آدمی نے مجھے بتایا کہ لوگوں کو جہنم کے بارے میں کہانیوں کی ضرورت ہے۔ وہ واقعی اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا، لیکن اس نے کہا کہ معاشرے کو لوگوں کو لائن میں رکھنے کے لیے جہنم کے خوف کی ضرورت ہے۔

اس کا خیال تھا کہ جہنم کا خوف مجرموں کو روکتا ہے اور لوگوں کو قوانین کی پابندی کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے لیے، جہنم پیلی آنکھوں والے عفریت کی طرح ہے، بچوں کو دانت صاف کرنے سے ڈرانے کے لیے صرف سونے کے وقت کی کہانی۔

قرآن میں 77 مرتبہ جہنم کا لفظ استعمال ہوا ہے، 172 بار آگ اور 41.201 بار جلنا ہے۔

مزید بہت سی آیات جہنم کا لفظ استعمال کیے بغیر سزا اور عذاب کے بارے میں بتاتی ہیں۔ جنت () مختلف شکلوں میں 102 بار ظاہر ہوتی ہے۔ 202 قرآن قاری کے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ اچھے مسلمانوں کو دائمی لذتیں حاصل ہوں گی اور غیر مسلموں کو دائمی تکلیف ہوگی۔

جہنم کا تصور قرآن سے پیدا نہیں ہوا۔ بہت سے ابتدائی انبیاء اور عیسیٰ المسیح نے خبردار کیا کہ شریر اللہ سے الگ ایک تاریک جگہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ مصر میں فرعون اور اس کی قوم پر آنے والی آفتیں جان بوجھ کر اللہ سے منہ موڑنے کا نتیجہ تھیں۔

تاریکی کی جگہ کو بیان کرنے والا عبرانی لفظ شیول () ہے اور انجیل لفظ ہیڈز () استعمال کرتا ہے۔ دوسرے اوقات میں ہم پڑھتے ہیں کہ کس طرح قدوس کے قدیم لوگ اپنا کچرا یہاں تک کہ لاشیں شہر کے کنارے پر واقع جہنہ کی گہری گھاٹی میں پھینک دیتے تھے۔ کوئی بھی جس نے عیسیٰ کو جہنا کے بارے میں سنا وہ فوری طور پر نفرت انگیز دھوئیں اور بدبو کا تصور کر سکتا تھا۔

قرآن کے مقابلے میں انجیل جہنم کے بارے میں کچھ تفصیلات بتاتی ہے۔ یہ کہتا ہے، "پھر موت اور پاتال کو آگ کی جھیل میں پھینک دیا گیا۔ آگ کی جھیل دوسری موت ہے۔ جس کا نام زندگی کی کتاب میں لکھا ہوا نہیں پایا گیا اسے آگ کی جھیل میں پھینک دیا گیا۔"203 عیسیٰ کہتے ہیں کہ جو لوگ اپنے لیے جیتے تھے وہ "ابدی عذاب" میں چلے جائیں گے۔

جہنم کے خیال نے میرے ایک بہترین دوست کو بہت پریشان کیا۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور مسیح عیسیٰ سے محبت کرتے تھے۔ ہم نے اللہ کی محبت اور جہنم کے مسئلے پر بہت سی گفتگو کی۔ بہت سے لوگ اس کے سوالات شیئر کرتے ہیں۔ اللہ حقیقی معنوں میں محبت کرنے والا کیسے ہو سکتا ہے اور لوگوں کو ابدی عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے؟

یہاں ایک اور آدمی کی مثال ہے جس نے لکھا کہ وہ کس طرح جنت میں رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اسی وقت دوسرے لوگ جہنم میں مبتلا ہیں۔

خدا، مجھے جگہوں کا تبادلہ کرنے کی اجازت دیں، براہ کرم، کیونکہ، اگر آپ مجھ سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ میں آسمان پر بادل پر تیرتا ہوا خوش رہوں گا اور سارا دن آپ کی شفقت اور مہربانی اور محبت کے گیت گاتا ہوں، یہ جانتے ہوئے کہ میرے کچھ دوست اور دوسرے تکلیف میں ہیں۔ جہنم میں ... تم غلط ہو تم غلط ہو گئے ہو۔ درحقیقت تیری جنت میری جہنم بن گئی ہے!

مسلمانوں میں جہنم کے بارے میں بھی بہت سے سوالات ہیں۔ کیا یہ ابدی ہے؟ کیا ایک مدت کے بعد جہنم سے نکلنا ہے؟ کیا تمام مسلمانوں کو جہنم سے گزرنا چاہیے؟206 کیا کچھ مسلمان جہنم میں جاتے ہیں اور پھر چھوٹے گناہوں کی سزا پا کر نکل جاتے ہیں؟ کیا عیسائی، یہودی اور بت پرست بھی آخر کار جہنم سے نکل سکتے ہیں؟ کیا جہنم کسی دن خالی ہوگی؟ احمدیہ فرقہ اور دوسروں کا ماننا ہے کہ جہنم ایک دن بالکل خالی ہوسکتی ہے جب ہر ذی روح آزاد ہو جائے گا۔

حزقی ایل نبی نے لکھا، ''کیونکہ میں کسی کی موت سے خوش نہیں ہوں،'' رب قادرِ مطلق فرماتا ہے۔ ''توبہ کرو اور جیو!''207 جب عیسیٰ القدس کے قریب پہنچا تو اس نے شہر کی طرف دیکھا اور آنسو بہائے۔

گناہگار لوگوں کے لیے اس کا دل کیسا ٹوٹا!208 اللہ نے المسیح کو اس لیے بھیجا کہ وہ نسل انسانی سے محبت کرتا تھا اور ہماری تباہی کی خواہش نہیں رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جنت اور جہنم حقیقی جگہیں ہیں۔ میں انجیل کا یہ کہنا سمجھتا ہوں کہ آخر وقت میں وہ ہر انسان کا فیصلہ کرے گا۔ کچھ اللہ کی بارگاہ میں ابدی زندگی میں داخل ہو جائیں گے۔ دوسرے ابدی جہنم میں جائیں گے۔209

اگر جہنم حقیقی ہے تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ واقعی محبت کرنے والا نہیں ہے؟ اگر اللہ واقعی محبت کرنے والا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم موجود نہیں ہے؟ اللہ جہنم میں گنہگاروں سے محبت کرنے والا اور سزا دینے والا دونوں کیسے ہوسکتا ہے؟ گویا یہ دونوں چیزیں ایک ہی وقت میں موجود نہیں ہوسکتیں۔

عیسیٰ ہمیں اس سوال میں ایک ونڈو فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ محبت کرنے والا ہے، اس نے ہمارے گناہ کی بیماری کا علاج فراہم کیا۔ کیونکہ وہ عادل ہے، اس نے گناہ کی سزا عیسیٰ المسیح پر صلیب پر چڑھائی۔ جو لوگ عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ راست باز ہیں اور جہنم سے بچ گئے ہیں۔ جو لوگ گناہ کے علاج کی اس مفت پیشکش کو قبول نہیں کرتے انہیں جہنم میں سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ بالکل اچھا، محبت کرنے والا اور عادل ہے۔ محبت نے عیسیٰ کی موت اور قیامت کے ذریعے معافی کی اس کی پیشکش کو تحریک دی۔ انصاف اس سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ گنہگاروں کو مناسب سزا دے جو اللہ کے قربانی کے برّے کو مسترد کرتے ہیں۔ انصاف اس سے بھی تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس شخص کو ابدی زندگی دے جو برہ کے خون میں پناہ لیتا ہے۔

تخلیق کی طاقت (سورہ 73:22)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان تخلیقی ہے۔ لیکن صرف اللہ ہی کسی چیز کو بغیر کسی چیز سے پیدا کرسکتا ہے۔ صرف وہی زندگی پیدا کرسکتا ہے۔ یہ آیت کہتی ہے

اے مردو! یہاں ایک تمثیل بیان کی گئی ہے! اس کو سنو! جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔

بت اور جھوٹے معبود بے اختیار ہیں۔ جھوٹے معبود تخلیق نہیں کرتے۔ یہ آیت فوری طور پر سورہ 110:5 کو ذہن میں لاتی ہے، جو کہتی ہے،

اور دیکھو! تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہے اور اس میں پھونک مارتا ہے اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

جبکہ جھوٹے معبود کچھ بھی نہیں بنا سکتے، یہاں تک کہ مکھی بھی نہیں، یہ سورہ دعویٰ کرتی ہے کہ عیسیٰ المسیح کا اللہ سے اتنا گہرا تعلق ہے، اللہ نے اس کے ذریعے ایک نیا پرندہ پیدا کرنے کے لیے پھونک ماری۔

تئیسواں باب

المؤمنوں سورہ ۲۳

انسانوں کی تخلیق (سورہ 23:12-14)

عیسیٰ کی پرندے کی تخلیق کی کہانی سورہ 23 میں ایک اچھی منتقلی ہے۔ یہ سورت انسانی تخلیق کے کئی مراحل پیش کرتی ہے: مٹی، نطفہ، خون کا لوتھڑا، گانٹھ، ہڈیاں اور پھر گوشت۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ آیا یہ صرف آدم یا ہر انسان کی تخلیق کو بیان کر رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں، طبی سائنس ظاہر کرتی ہے کہ یہ حوالہ رحم میں انسانی نشوونما کو بیان نہیں کرتا۔ شاید اس کا مطلب شاعرانہ ہے۔

یہ ان متعدد بار میں سے ایک ہے جو قرآن نے انسانوں کی تخلیق کو بیان کیا ہے۔ یہ آیات ہمیں بتانے کے لیے کیا ہیں؟ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ انسانوں کی ابتداء شائستہ ہے۔ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ طاقتور اور تخلیقی ہے۔

چوبیسواں باب

النور سورہ ۲۴

جنسی قوانین (سورہ 24:2-33)

قرآن میں جنسی اخلاقیات کے بارے میں عملی ہدایات موجود ہیں۔ آیئے ان ہدایات میں سے کچھ کو دیکھتے ہیں۔

• زنا (زنا) اور زنا کی کیا سزا ہے؟ آیت 2 کہتی ہے کہ ہر ایک مجرم کو 100 کوڑے مارو، جو ہمدردی سے بے نیاز ہو۔

• ایک مرد کو پاک دامن عورت کی مذمت کرنے کے لیے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟ جب تک کہ اس کے چار گواہ نہ ہوں، اسے 80 کوڑے مارے جائیں گے۔

• ایک آدمی اللہ کے سامنے پانچ بار قسم کھا سکتا ہے کہ اس کی بیوی نے زنا کیا ہے۔ بیوی پانچ بار قسم کھا سکتی ہے کہ وہ بے قصور ہے۔

• جس نے جنسی طور پر گناہ کیا ہے اسے کسی اور سے شادی کرنی چاہیے جو جنسی طور پر ناپاک ہے۔

• عوام میں، مرد اور خواتین کو اپنی نظریں حیا سے نیچی کرنی چاہئیں۔ خواتین اپنے آپ کو لباس سے ڈھانپیں تاکہ ان کی خوبصورتی چھپ جائے۔ وہ اپنے آپ کو صرف "شوہروں، اپنے باپوں، اپنے شوہر کے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے شوہر کے بیٹے، اپنے بھائیوں یا اپنے بھائی کے بیٹوں، یا اپنی بہن کے بیٹوں، یا ان کی عورتوں کو دکھا سکتے ہیں،

یا وہ غلام جوان کے دائیں ہاتھ کے مالک ہیں، یا جسمانی ضرورتوں سے خالی مرد، یا چھوٹے بچے جن کو جنسی شرم کا احساس نہیں ہے" (سورہ 31:24)۔

• آیت 58 کہتی ہے کہ غلاموں اور بچوں کو صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو گرمی کے وقت اور شام کی نماز کے بعد بالغ مسلمان سے ملنے کی اجازت مانگنی چاہیے، کیونکہ ان اوقات میں لوگ کپڑے اتار دیتے ہیں۔

• آیت 61 اچھے مسلمانوں کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کہاں کھانا کھا سکتے ہیں۔ آیت 31 کی طرح، وہ رشتہ داروں اور مخلص دوستوں، غالباً دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں۔

• آیت 33 غلاموں کو اپنے آقاؤں سے آزادی کی درخواست کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مسلمان غلام کو آزاد کر سکتے ہیں اگر وہ اسے اس کے قابل سمجھیں۔ لونڈیوں کو جسم فروشی پر مجبور نہیں کیا جانا چاہئے، لیکن اس میں کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی انہیں مجبور کرے، پھر بھی، اس مجبوری کے بعد، اگر اللہ بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

میرے دوستوں نے پوچھا ہے کہ عیسائی مغرب اتنا غیر اخلاقی کیوں ہے؟ فلموں اور موسیقی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔

میرے مسلمان دوستوں کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ مغرب عیسائی سلطنت نہیں ہے۔عیسیٰ زمینی بادشاہت قائم کرنے نہیں آیا تھا۔جی ہاں، امریکہ میں عیسیٰ کے بہت سے پیروکار ہیں،لیکن وہ حکومت، نیوز میڈیا، کھیل، موسیقی، فلموں اور ٹیلی ویژن میں اقلیت میں ہیں۔حقیقت اس کے برعکس ہے جو آپ سوچ سکتے ہیں۔بہت سے عیسائی ہالی ووڈ میں کام نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ بہت بے دین ہے!وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اس طرح کے جنسی چارج والے ماحول میں کام کرتے ہیں،تو یہ انہیں بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح بداخلاقی میں پڑنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔صرف وہی شخص جو عیسیٰ سے بے پناہ محبت رکھتا ہو ہالی ووڈ جیسی جگہ پر کام کر سکتا ہے اور جنسی پاکیزگی کے لیے ایک وفادار روشنی بن سکتا ہے۔

عیسیٰ اور اس کے شاگردوں نے جنسی پاکیزگی کی تعلیم دی۔

لیکن تم میں بدکاری یا کسی قسم کی نجاست یا لالچ کا ایک اشارہ بھی نہ ہو کیونکہ یہ خدا کے مقدس لوگوں کے لیے نامناسب ہیں۔نہ ہی فحاشی، احمقانہ گفتگو یا موٹے مذاق، جو بے جا ہیں، بلکہ شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

انجیل ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان شادی کی تعلیم دیتی ہے،شادی سے پہلے اور باہر کے تمام جنسی تعلقات کی مذمت کرتی ہے اور یہاں تک کہ دل میں جنسی تصورات سے بھی خبردار کرتی ہے۔عیسیٰ کے پیروکار اسقاط حمل،جسم فروشی،فحش نگاری،جنسی زیادتی اور بہت سے دوسرے جنسی گناہوں کے خلاف لڑتے ہیں۔

کیوں؟ کیونکہ اللہ نے جنسیت کو ایک حیرت انگیز نعمت کے طور پر پیدا کیا ہے تاکہ ایک ساتھ زندگی گزارنے کے حصے کے طور پر لطف اٹھایا جا سکے۔میاں بیوی کے درمیان قربت خود اللہ کے اندر پائی جانے والی کامل محبت کے آئینہ کا حصہ ہے۔جب جنسیت کا اظہار محبت بھری، زندگی بھر کی شادی کی حدود سے باہر ہوتا ہے،تو یہ تیزی سے ہوس میں بدل جاتی ہے۔انسانوں کو اصل میں اللہ نے اپنے اور ایک دوسرے کے ساتھ خالص تعلقات کے لیے پیدا کیا ہے۔ان پاک حدود سے باہر نکلنا لوگوں کو سائے اور تاریکی کے سوا کچھ نہیں لے جاتا۔

کیا کوئی امید ہے؟ دل و دماغ کی گہرائیوں میں کیے گئے جنسی گناہوں سمیت، کیا کوئی جرم سے پاک زندگی گزارتا ہے؟ مذہبی تقویٰ کے نمونے کے طور پر دیکھے جانے والے، گاندھی اپنی زندگی کے کئی سالوں میں خوبصورت نوجوان لڑکیوں کے ساتھ برہنہ سوتے تھے۔قیاس ہے کہ وہ اپنی ضبط نفس کو جانچنے کے لیے ایک تجربہ کر رہا تھا۔ایسا کرتے ہوئے، وہ کئی خواتین کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی خواہشات کے ساتھ اپنی جدوجہد کا اعتراف کر رہا تھا۔

جنسی ٹوٹ پھوٹ پر قابو پانے کے لیے انسانی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔جنسی گناہ کو اللہ کی معافی اور شفاء کی ضرورت ہے۔یہاں تک کہ بادشاہ داؤد نے اپنے فوجی افسروں میں سے ایک کی بیوی کے ساتھ زنا کر کے بھیانک جنسی گناہ کیا۔معاملات کو مزید خراب کرنے کے لیے، داؤد نے افسر کو مار ڈالا تاکہ وہ یہ نہ جان سکے کہ وہ داؤد کے بچے کو لے کر گئی تھی۔

اپنے سابقہ ?? نفس کا سیاہ سایہ بن کر، داؤد اللہ کے حضور معافی اور شفاء کی درخواست کرتے ہوئے حاضر ہوا۔اس نے پکارا، "مجھ میں

ایک صاف دل پیدا کر، اور مجھ میں ایک صحیح روح پیدا کر۔"211 آخر میں جنسی گناہ کا تماشا انسان سے تمام روشنی چرا لیتا ہے جب تک کہ اس کا علاج اللہ کی طرف سے علاج نہ کیا جائے۔ وہ ایک ٹوٹے ہوئے اور پشیمان دل کی تلاش کرتا ہے جو عیسیٰ کے پیار بھرے لمس تک پہنچ جائے جو ہر طرح کی ہوس اور شہوت سے پاک ہو۔ اس کا لمس شفا بخشتا ہے اور لازوال خوشی لاتا ہے۔

پچیسواں باب

الفرقان (کسوٹی) سورہ ۲۵

کیا اللہ کو محبت کرنے والا کہنا کفر ہے؟ (سورہ 25:60)

کافر پوچھ سکتے ہیں کہ رحمٰن کون ہے؟ یہاں تک کہ مسلمان بھی سوچ سکتے ہیں کہ "اللہ کون ہے؟"

ایک دن ایک عیسائی خاتون اپنے مسلمان دوست سے چائے پینے اور زندگی کے بارے میں بات کرنے کے لیے ملی۔ مسلمان خاتون نے بتایا کہ اس کے وطن میں اس کی زندگی کتنی مشکل تھی جہاں کئی فوجوں نے ہزاروں لوگوں کو ہلاک اور پورے شہر کو تباہ کر دیا تھا۔ عیسائی عورت نے چائے کا گھونٹ بھرا اور پیار سے سنا۔ دونوں نے اتفاق کیا کہ جنگ خوفناک اور المناک ہے۔ عیسائی خاتون نے اپنی دوست کی حوصلہ افزائی کے لیے کہا، ''تم جانتی ہو، اللہ تم سے محبت کرتا ہے۔

"رکو!" اس کا دوست اچانک پھٹ گیا۔ " آپ کو یہ نہیں کہنا چاہیے، یہ توہین رسالت ہے! تم اللہ کے بارے میں ایسی بات نہیں کر سکتے جس طرح تم انسان کے بارے میں بات کرتے ہو۔

ان دونوں خواتین کے اس سوال کے بارے میں مختلف خیالات تھے، "الرحمٰن کون ہے؟" عیسائی کا عقیدہ تھا، "اللہ وہ پیار کرنے والا خدا ہے جس نے ہماری آنکھیں اور کان بنائے ہیں۔ کیا وہ ہمیں دیکھ اور سن نہیں سکتا؟''

مسلمان خاتون کا خیال تھا کہ اللہ دکھی انسانوں سے اتنا بڑا اور بلند ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا بھی گستاخی ہے۔

پھر اسی سانس میں کہو کہ وہ ہم سے پیار کرتا ہے۔

آیت 77 میں، حضرت محمد ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کافروں کو بتائیں کہ "میرا رب تم سے پریشان نہیں ہے اگر تم اسے نہ پکارو۔"

کیا الرحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف انسانوں کے لیے رحمت کے کام کرتا ہے، جیسے بارش بھیج کر زمین کو سیراب کرنا؟ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ذاتی ذات ہے جو درحقیقت انسانوں سے اپنی مرضی اور محبت سے محبت کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کی رہنمائی انسانی مہربانی کی رسیوں سے کی، محبت کے رشتوں سے۔ ان کے لیے میں اس شخص کی طرح تھا جو ایک چھوٹے بچے کو گال پر اٹھاتا ہے اور میں ان کو کھانا کھلانے کے لیے جھک جاتا ہوں۔''

چھبیسواں باب

الشعرا (شاعر) سورہ ۲۶

واضح معنی (سورہ 2:26)

میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا کیونکہ میرا یقین ہے کہ ہر شخص کو اللہ کے دیے ہوئے دماغ کو استعمال کرنا چاہیے۔ میں الٰہی وحی کی ضرورت اور انسانی عقل دونوں پر یقین رکھتا ہوں۔ بعض مسلمان دوست کہتے ہیں کہ قرآن کی آواز سننا تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح ہے۔ کیا میں نے اماموں کو قرآن پڑھتے سنا ہے؟ ہاں، ہزاروں بار۔ لیکن میں پیغام کو سمجھنے کے اگلے مرحلے پر جانا چاہتا ہوں۔

ایک شام ایک پرسکون پارک میں میں نے اپنے سموور کے ساتھ چائے پی۔ ایک اچھا مسلمان خاندان ہمارے قریب ہی ایک میز پر پکنک منا رہا تھا، تو میں نے چل کر انہیں چائے پیش کی۔ جب ہم باتیں کر رہے تھے اور چائے پی رہے تھے تو میں نے آیت کے بارے میں ایسا ہی سوچا۔ ''یہ کتاب کی آیات ہیں جو واضح کرتی ہیں۔''

''کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟'' میں نے پوچھا.

ان میں سے ایک نے جواب دیا، "ہم کورسز میں جاتے ہیں اور عربی پڑھنا سیکھتے ہیں، لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ اس میں کیا لکھا ہے۔" والد نے اتفاق کیا، "نہیں، میں یہ نہیں سمجھا۔"

بہت سے لوگوں کے لیے قرآن کا پیغام واضح نہیں ہے۔ وہ تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے، وہ اپنے پسندیدہ امام یا شیخ کو سنتے ہیں۔ کبھی کبھی قرآن کے بارے میں گفتگو میں ایک مشکل سوال آتا ہے اور میرا دوست جلدی سے اپنے استاد کو جواب کے لیے بلاتا ہے۔ بعض اوقات وہ پہلے سے ہی جواب جانتا ہے، لیکن اعلیٰ حکام سے اضافی تعاون چاہتا ہے۔ کبھی کبھی اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا کہے۔

کیا قرآن کے تفسیری ترجمے سے پڑھنے کے لیے تفسیر ضروری ہے؟ لوگ بغیر تفسیر کے روزانہ اپنی زبان میں اخبار پڑھتے ہیں۔

ایک دن میں نے ایک مشہور مسلمان امام کو ایک آیت کی تعلیم دیتے ہوئے دیکھا۔ اس نے سادہ زبان میں آیت پڑھی۔ لیکن پھر اس نے دھیرے دھیرے اور ثابت قدمی سے بتایا کہ اس لفظ اور اس لفظ کا وہ مطلب نہیں تھا جو اس نے واضح طور پر کہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کا مطلب کچھ اور ہے اور پھر اس نے وضاحت کی کہ پورے جملے کا مطلب اس سے مختلف ہے جو اس نے ابھی پڑھا ہے۔ سامعین میں بیٹھے سینکڑوں مسلمانوں نے اپنے پسندیدہ امام کو سنا جب کہ اس نے واضح مطلب لیا اور اس سے بالکل مختلف معنی کی طرف چلے گئے۔

ایک پرانے مسلمان دوست، ایک اور مشہور امام کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے، میں نے سنا جب اس نے بتایا کہ کس طرح شمالی افریقہ اور مشرق وسطیٰ کے زیادہ تر مسلمان سچے مسلمان نہیں ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر قرآن کا پیغام واضح ہے تو اتنے سارے مسلمان اسے غلط کیوں سمجھتے ہیں؟

"عیسائیوں میں اتنے فرقے کیوں ہیں؟" میرے دوست اکثر مجھ سے پوچھتے ہیں۔ " کیا انجیل کا پیغام واضح ہے یا نہیں؟" جواب یہ ہے

کہ انجیل کے کچھ حصے واضح ہیں اور کچھ نہیں۔ مزید برآں بعض گروہوں نے اپنی روایات کو انجیل کے برابر یا اس سے زیادہ بلند کیا ہے۔ قدیم اسکالر آگسٹین نے کہا، "ضروریات میں اتحاد، غیر ضروری آزادی میں، ہر چیز میں محبت۔" ان لوازم میں اللہ کی وحدانیت پر اتفاق اور المسیح کے ذریعے گناہوں کی معافی شامل ہے۔

جب حضرت محمد ﷺ نے پہلی بار مکہ اور مدینہ کے لوگوں کو قرآن سنایا تو اُن کے پاس کوئی تفسیر نہیں تھی۔ آپ ﷺ بظاہر توقع کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے سامعین آپ ﷺ سادہ پیغام کو سمجھیں گے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پیروکاروں نے ان کے اقوال کو حدیث میں جمع کیا، لیکن مسلمان اس بات پر پوری طرح متفق نہیں ہیں کہ کون سے صحیح ہیں اور کون سے نہیں۔ لہٰذا انہیں قرآن کے اختیار میں برابر نہیں سمجھا جاسکتا، جسے تمام مسلمان قبول کرتے ہیں۔

اگر قرآن کا پیغام واضح ہے — اور میرے خیال میں یہ اب تک ہے — تو کیا لوگوں کو اسے پڑھ کر اجنبیوں کی رائے پر کم انحصار نہیں کرنا چاہیے؟

ستائیسواں باب

النمل (چیونٹیاں) سورہ ۲۸

اللہ کی مرضی کے آگے جھکنا (سورہ 27:91)

حضرت محمد ﷺ آیت 91 میں اعلان کرتے ہیں، "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے رہوں جو اللہ کی مرضی کے سامنے اسلام میں جھک جائیں"۔

اسلام کا مطلب ہے تسلیم کرنا۔ جب کوئی فوج جنگ جیتتی ہے تو ان کے دشمنوں کو سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ انہیں خاک میں جھکنا چاہیے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ وہ فتح یافتہ ہیں۔ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ سرکشوں کو فتح کرتا ہے۔ کبھی وہ لوگوں کو تباہ کرتا ہے اور کبھی انہیں اچھے مسلمان بنا دیتا ہے۔

دنیا کو پیدا کرنے اور اسے سرکش لوگوں سے بھرنے کی اجازت دینے کے اللہ کے اسباب کیا ہیں؟ کیا وہ محض ایک ایسی دنیا نہیں بنا سکتا تھا جہاں ہر کوئی اس کی مرضی کے آگے جھک جاتا؟ کچھ لوگوں کو کیا چیز گمراہ کرتی ہے؟ ایسے باغی لوگوں کو پیدا کرنے کی زحمت کیوں کی جائے جو جہنم کی آگ میں اتریں گے جب کہ وہ صرف جنت کے لیے تیار اچھے مسلمان ہی پیدا کر سکتا تھا؟

اللہ کیوں چاہتا ہے کہ بندے اس کے کھیتوں میں کام کریں؟ غلام اپنے آقا کے لیے مزدوری فراہم کرتے ہیں۔ وہ کھودتے اور کاٹتے ہیں، ہتھوڑا لگاتے ہیں اور بناتے ہیں۔ ان کا آقا انہیں اپنے لیے کچھ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے، وہ کچھ کرنے کے لیے جو وہ اکیلا نہیں کر سکتا۔

کوئی نہیں مانتا کہ اللہ نے انسانوں کو اس لیے غلام بنایا کہ اسے ان کی مدد کی ضرورت تھی۔ اسلام مسلمانوں سے زمین پر عدل و ایمان قائم کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ لیکن یہ اتنا مشکل کیوں ہے؟ اس میں جسمانی اور روحانی طور پر جدوجہد کیوں شامل ہے؟ اللہ اپنے بندوں کو اپنی مرضی کے خلاف بغاوت کرنے کی طاقت کیوں دے گا؟ فرعونوں اور قیصروں نے بھی اپنے غلاموں کو مکمل کنٹرول میں رکھا۔ موسیٰ نے عبرانی غلاموں کو آزادی تک پہنچایا لیکن صرف اللہ کی معجزانہ طاقت سے۔ اگر انسانی آقا اپنے غلاموں پر قابو پا سکتے ہیں تو اللہ نے اپنے بہت سے غلاموں کو ڈھٹائی کے ساتھ بغاوت کرنے اور توہین کرنے اور اس کا مذاق اڑانے کی اجازت کیوں دی؟

انجیل کے نقطہ نظر سے یہ سوالات غیر ضروری ہیں۔ آدم اور حوا کو سب سے پہلے اللہ کی دوستی میں پیدا کیا گیا۔ دوستی ٹوٹنے کے بعد گناہ کے غلام بن گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سخت قوانین عطا فرمائے۔ لیکن عیسیٰ نے بندگی ختم کر دی اور اللہ سے دوستی بحال کر دی۔ محبت میں اس نے اپنے دوستوں کے لیے اپنی جان دے دی۔

اٹھائیسواں باب

القصص (بیان) سورہ ۲۸

اللہ کس سے محبت کرتا ہے؟ (سورہ 76:28)

قرآن کئی بار موسیٰ اور نوح کے قصے بیان کرتا ہے۔ پیغام کا جوہر ایک ہی ہے۔ دوبارہ بغاوت کرنے والوں کو اللہ تباہ کر دے گا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہ نجات پائیں گے۔

آیت 76 کہتی ہے کہ اللہ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ گنہگاروں سے محبت نہیں کرتا۔ جیسا کہ بحث کی گئی ہے، یہ واضح نہیں ہے کہ اللہ کسی سے اس طرح محبت کرتا ہے جس طرح ہم محبت کے بارے میں سوچتے ہیں۔ کچھ لوگ تو یہ کہنا بھی توہین سمجھتے ہیں کہ وہ ایسا کرتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی گنہگار سے محبت نہیں کرتا تو کیا اس شخص کے ساتھ توبہ کرنے سے اس کا رویہ بدل جاتا ہے؟ ایک ملحد کا تصور کریں جو پیسے سے محبت کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیوی ملحد کو پسند نہیں کرتا۔ اسے کہا جائے کہ اللہ تم سے محبت نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے تو کیا اسے کہا جائے کہ "اب اللہ تم سے محبت کرتا ہے؟"

اگر ایسا ہے تو کیا سابق ملحد نے اللہ کی محبت حاصل کی ہے؟ اسے مشروط محبت کہا جا سکتا ہے، یا "میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر" محبت۔ مثال کے طور پر، ایک آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے، "میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر تم میرے ساتھ جب چاہو جنسی تعلق کرو۔" کیا ہوتا ہے اگر اس کی بیوی ہمیشہ ایسا محسوس نہیں کرتی ہے جیسے وہ کرتی ہے؟ کیا

کیا ہوتا ہے اگر وہ کئی مہینوں تک بیمار ہو جائے؟ کیا وہ اسے طلاق دے کر دوسری بیوی ڈھونڈتا ہے؟ کیا ہوگا اگر وہ کہے، "میں تم سے پیار کرتا ہوں اگر تم میرے لیے بچہ پیدا کرتے ہو؟" شادی کے چند سال بعد بغیر بچے کے وہ اس سے کہتا ہے، " کوئی بچہ نہیں، کوئی پیار نہیں۔ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔" میں ایک ایسے خاندان کو جانتا ہوں جہاں یہ واقعہ ہوا تھا۔

مشروط محبت انسانوں میں عام ہے۔ ہم ان سے پیار کرتے ہیں جو ہم سے محبت کرتے ہیں۔ ہم ان لوگوں سے پیار کرتے ہیں جو ہمارے لیے کچھ کرتے ہیں۔

کوئی کہے، "اللہ اچھے لوگوں سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔" اس کا مطلب ہے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی محبت کماتے ہیں۔ غیر مشروط محبت صرف یہ کہتی ہے، "میں تم سے پیار کرتا ہوں۔" یہ اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ کوئی کیسے سلوک کرتا ہے۔ اس خاص محبت کے ساتھ ایک شوہر، جسے اگاپے پیار کہا جاتا ہے، اپنی بیوی سے کہتا ہے "شاید تمہارے بچے نہ ہوں، لیکن میں پھر بھی تم سے پیار کرتا ہوں اور تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔" انجیل اس وقت محبت کا اظہار کرتی ہے جب عیسیٰ اپنے دشمنوں کے لیے مرنے کے لیے تیار تھا۔ وہ سب سے پیار کرتا تھا۔

اُنتیسواں باب

العنکبوت (مکڑی) سورہ ۲۹

ہم کچھ بھی اچھا کیسے کر سکتے ہیں؟ (سورہ 7:29)

ایک دن ایک بیٹا اپنے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، "ابا، میری گاڑی کا انجن خراب ہو گیا ہے۔ یہ اتنا کمزور ہے کہ میں چاول کی تھیلی لے کر بھی گھر نہیں چلا سکتا۔"

باپ خاموشی سے سنتا رہا، کوئی حل سوچتا رہا۔ اس نے جواب دیا، "سچ، آپ کو ایک نئے انجن کی ضرورت ہے۔ میں ایک نئے انجن کے لیے ادائیگی کروں گا اگر آپ اسے پہلے اپنی کار میں گھر لے جا سکیں۔

کیا آپ کو اس حل کا ناممکن نظر آتا ہے؟ یہ انتخاب پیش کیا، بیٹے کے پاس نیا انجن لینے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اس کا پرانا انجن خراب ہے۔ یہ بہت کمزور ہے۔ وہ اپنے پرانے انجن کو نیا حاصل کرنے کے لیے کیسے استعمال کر سکتا ہے؟

اگر میں کسی سے کہوں کہ "اللہ تم میں سے برائی کو مٹا دے گا، لیکن پہلے تم اس پر ایمان لاؤ اور عمل صالح کرو" 214 یہ ایسا ہی ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ وہ اپنی ٹوٹی ہوئی گاڑی میں نیا انجن گھر لے آئے۔ ہمارے دلوں میں موجود برائی ہمیں صحیح معنوں میں ایسے نیک اعمال کرنے کے لیے کمزور بنا دیتی ہے جو ہمیں تجدید کر سکتے ہیں۔

ہم جنسی طور پر پاکیزہ بننے کی کوشش کرتے ہیں (گاندھی کو یاد رکھیں) لیکن ہمارے دل اور آنکھیں ہوس سے بھٹکتی ہیں۔ ہم فیاض بننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن سطح کے نیچے ہمارے دل بھیڑیے ہیں جو ہمیشہ زیادہ کے لالچ میں رہتے ہیں۔ ہم نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دنیا کی رونقوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ہم انصاف کے لیے کوشش کرتے ہیں، لیکن ہم اپنے تختوں کے آرام کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہماری پوری کوششیں ناکافی ہیں۔

اداس بیٹا اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے، "پلیز ابا، میں نیا انجن گھر نہیں لا سکتا، چاہے میں کتنی ہی کوشش کروں۔"

والد، اگر کوئی پیار کرنے والا ہو، مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے، "یقیناً بچہ، چلو اکٹھے چلتے ہیں اور میں آج تمہاری گاڑی میں نیا انجن لگانے کے لیے ادائیگی کر دوں گا۔ پھر آپ پرانے انجن کو اتار کر کوڑے کے ڈھیر میں پھینک سکتے ہیں۔"

اس معاملے میں بیٹا اپنے والد کی محبت کے تحفے پر 100 فیصد انحصار کرتا ہے۔ وہ اپنی کار کی قیامت میں کوئی کام یا کوشش نہیں کرتا ہے۔ اس کا واحد جواب اپنے والد پر بھروسہ کرنا ہے۔

وہی اللہ؟ (سورہ 46:29)

ہم نے پڑھا ہے کہ یہودی اور عیسائی (اہل کتاب) کو شرک کا مرتکب سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہودیوں پر عزیر کی عبادت کا الزام ہے اور عیسائیوں پر مریم اور عیسیٰ کو اللہ کے شریک قرار دینے کا الزام ہے۔

قرآن نے شرک کو کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ قرار دیا ہے۔ ہم نے پڑھا ہے کہ شرک کی سزا جہنم کی آگ ہے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اس وقت تک محکوم رکھیں جب تک کہ وہ جزیہ ادا نہ کریں اور خود کو زمین پر اسلام کی حکمرانی کے ماتحت محسوس نہ کریں۔ جو شخص شرک کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ شاید ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے کچھ امیدیں تھیں جنہوں نے اسلام کے بارے میں کبھی نہیں سنا تھا، لیکن جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنا اور اس کا انکار کیا ان کا شمار فاسقوں میں ہوتا ہے۔

اچانک 16:29 میں ہمیں ایک حیرت انگیز طور پر مختلف گزرنے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو سوائے اس کے کہ بہتر طریقے سے، سوائے اس کے کہ ان میں سے ظلم کرنے والوں سے ہو، بلکہ کہہ دو کہ ہم اس وحی پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی ہے اور جو تم پر نازل ہوئی ہے۔ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے آگے جھکتے ہیں۔

یہ پیچیدہ ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان جب اپنی مساجد میں سجدہ کرتے ہیں تو اسی اللہ کے آگے جھکتے ہیں جس کی عبادت عیسائی اپنے گرجا گھروں میں کرتے ہیں اور یہودی اپنے عبادت گاہوں میں سجدہ کرتے ہیں؟ اگر یہود، نصاریٰ اور مسلمان عام معنوں میں ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی کیا اللہ تب بھی اہل کتاب کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی سزا نہیں دے گا؟ کیا اب یہ آیت بتا رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ شرک کے مرتکب نہیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو میں ضرور مانتا ہوں، لیکن پوچھیں کہ مکمل تبدیلی کیوں؟

مزید یہ کہ یہ آیت تورات، انبیاء اور انجیل کی تائید کرتی ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ وہ خراب ہو گئے ہیں، لیکن قابل اعتماد ہیں۔

کئی سال پہلے ایک لمبی فیری بوٹ پر ایک دوستانہ مسافر مجھ سے رابطہ کیا۔ ہم نے اپنا تعارف کروایا اور ایک ساتھ گپ شپ کی۔ اس نے ہمارے بچوں کی تعریف کی اور پھر پوچھا کہ کیا تم نے اسلام میں جھانکا ہے؟

''ہاں، میں نے کچھ قرآن پڑھا ہے اور اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے پہلے کی وحی کا بھی مطالعہ کیا ہے۔"

" کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور بہت سے انبیاء کو شریک کرتے ہیں؟ میں ایک اچھا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت نہ کروں۔ اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

میں نے اپنے بچوں کے بارے میں ان کے شائستہ الفاظ کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا اور ہم نے بندرگاہ پر الوداع کہا۔

کیا ہم سب اللہ کی عبادت کرتے ہیں؟ آیئے یہاں محتاط رہیں۔ بہت سے مسیحی دوستوں نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا ہے۔ کیا یہوواہ (تورات میں، انجیل میں تھیوس () اور قرآن میں اللہ ایک ہی ہستی ہے؟ تمام تورات، انبیاء اور انجیل کو مانو، لیکن حضرت محمد ﷺ کو رسول نہ مانو، یہ تنقیدی نہیں، صرف ظاہر بیان کرنے کے لیے ہے۔

اگر ہم کہتے ہیں کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان سب ایک حتمی خالق پر یقین رکھتے ہیں، تو یہ بہت کچھ سچ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کے بارے میں ایک ہی بات پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کون ہے؟ ہر عقیدہ مختلف طریقے سے سوال کا جواب دیتا ہے۔ اگر نہیں تو وہ سب ایک عقیدہ ہوں گے۔

جب ہم سورہ 109 کی طرف بڑھتے ہیں تو یہ بحث مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ کہو: اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت

کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے رہے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تیرے لیے تیرا راستہ اور میرے لیے میرا۔

یہ اسلام کے معیاری عقیدے کی طرح لگتا ہے۔ یہ دوسرے تمام مذاہب کو رد کرتا ہے۔ شرک کسی بھی شکل میں توحید کے بنیادی اسلامی عقیدہ سے مطابقت نہیں رکھتا۔

اللہ کے بارے میں مختلف عقائد میں اضافہ مذہبی طریقوں میں فرق ہے۔ مسلمانوں کے پانچ ارکان ہیں: شہادت، نماز، زکوۃ، صوم اور حج۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مختلف اقرار اور مختلف عبادت کے طریقے ہیں۔ متضاد عقائد اور طریقوں کو یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو الگ الگ زمروں میں رکھنا چاہیے۔

تصور کریں کہ دو دوست اپنے ملک کے بادشاہ کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کو یقین ہے کہ ان کا بادشاہ ایک بہادر نوجوان ہے، غیر شادی شدہ ہے جس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ دوسرے کا خیال ہے کہ بادشاہ سرمئی بالوں والا دادا ہے۔ پہلا خیال کرتا ہے کہ بادشاہ نے دو جنگیں لڑی ہیں، لیکن دوسرے کے خیال میں بادشاہ ہمیشہ امن پسند رہا ہے۔ دونوں درست ہیں کہ ان کے ملک کا بادشاہ ہے۔ دونوں اس کی شناخت کی تفصیلات کے بارے میں غلط ہو سکتے ہیں، لیکن وہ یقینی طور پر دونوں درست نہیں ہو سکتے۔

ہماری گفتگو ایک انسانی بادشاہ سے کہیں زیادہ عظیم شخص کے بارے میں ہے۔ اللہ تمام کائنات پر حاکم ہے۔ اس نے اسے بنایا اور اسے نسل انسانی کے ساتھ بانٹ دیا، ہمیں کمپیوٹر بنانے، انار کھانے اور خاندان پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم اس خدائی بادشاہ کے بارے میں حقیقت کو جانیں۔ سب کچھ اس کی اصل شناخت جاننے پر منحصر ہے۔

تیسواں باب

الروم (رُومی) سورہ ۳۰

اسلامی فرقے (سورہ 32:30)

قرآن فرقوں کی تذلیل کرتا ہے۔اس کا کہنا ہے،

جنہوں نے اپنے مذہب کوٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے بن گئے، ہر ایک جماعت اپنے ساتھ جو کچھ ہے اس پر خوش ہے۔

تاریخ ابتدائی اسلام میں مہلک تنازعات کو ظاہر کرتی ہے۔محمد کی وفات کے بعد ان کے پہلے چار میں سے تین خلفاء کو قتل کر دیا گیا۔ وہ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان اور علی ابن ابی طالب تھے۔

بعد کے سالوں میں سنی اور شیعہ شاخوں میں بہت سے فرقے تیار ہوئے۔اہل سنت کے پاس فقہ کے پانچ مکاتب ہیں: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظہری۔شیعوں کے پاس پانچ، سات اور بارہ ہیں۔قرمتی، اسماعیلی، فاطمی، الموت کے قاتل اور ڈروس سب ساتوں سے نکلے۔ اسماعیلیت بعد میں نزاری اسماعیلی اور مستعلی اسماعیلی میں تقسیم ہوگئی اور پھر مستعلی حافظی اور طیبی اسماعیلیوں میں تقسیم ہوگئی۔مزید یہ کہ بعد میں امامی شیعہ نے جعفری فقہ کو وجود میں لایا۔ اکابریت بھی ہیں، اصول پسندی، شائقیزم، علوی اور علوی ازم سبھی اثنا اشعری سے تیار ہوئے۔

یہ فہرست کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ پھر بھی، مسلمان شہادت اور قرآن پر یقین رکھتے ہیں۔

عیسائیوں کے بھی بہت سے فرقے ہیں اور انہوں نے کبھی کبھی عیسیٰ کی تعلیم کے برخلاف ایک دوسرے کے خلاف تشدد دیکھا ہے۔ رومن کیتھولک اور مشرقی آرتھوڈوکس ہیں۔ پانچ سو سال پہلے پروٹسٹنٹ ریفارمیشن نے رومن پوپ سے آزاد گرجا گھروں کی ایک نئی تحریک پیدا کی۔ پروٹسٹنٹ کے درمیان بہت سے ذیلی گروپ تیار ہوئے۔ان میں سے کچھ گرجا گھروں کو زبان اور سماجی طبقے کے لحاظ سے ممتاز کیا گیا تھا، جبکہ دیگر عقیدے میں اختلاف کی وجہ سے الگ ہوگئے تھے۔ چرچ کی تنظیم، عیسیٰ کی دوسری آمد یا بہترین قسم کے پادری جیسی چیزوں کے بارے میں بہت سے سوالات کے باوجود، مسیحی عیسیٰ المسیح کو گناہ سے نجات دہندہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔

انسانی فطرت میں ایسی کیا چیز ہے جو ہمیں اتحاد کے بجائے فرقوں کی طرف راغب کرتی ہے؟

لقمان سورہ ۳۱

زمین کو الفاظ سے بھرنا (سورہ 27:31)

یہ شاعرانہ حوالہ کہتا ہے،

اور اگر زمین کے تمام درخت قلم ہوں اور سمندر (سیاہی) ہو اور اس کے پیچھے سات سمندر ہوں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

ہم نے ثابت کیا ہے کہ ایک ہی کلمۃ اللہ ہے۔عیسیٰ المسیح میں اللہ نے ایک مرتی ہوئی دنیا سے اپنا کلام سنایا۔اگر ساری دنیا اللہ کے کلمات سے بھر جائے تو کیا یہ کلمات اللہ پر خصوصی توجہ نہیں دے گا؟

عیسیٰ کے پیروکار یوحنا نے لکھا، "یسوع نے بہت سے دوسرے کام بھی کئے۔اگر ان میں سے ہر ایک کو لکھ دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ساری دنیا میں بھی ان کتابوں کے لیے جگہ نہ ہوگی جو لکھی جائیں گی۔'' عیسیٰ کلیمۃ اللہ کی تمام حیرت انگیز محبتوں اور اعمال کے بارے میں بتانے کے لیے سیاہی کے سمندر کافی نہیں ہوں گے۔

السجدۃ سورہ ۳۲

جہنم کا مقدر (سورہ 13:32)

انسانی دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش میں میری آنکھیں تھک جاتی ہیں۔ کیا دل کی مرضی ہے؟ کیا کسی کے پاس اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی انتخاب ہے؟ کیا کوئی آزادانہ طور پر اللہ کی پیروی کا انتخاب کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اللہ نے ہر انسانی روح کی تقدیر کو گرینائٹ کے ایک غیر متغیر سلیب میں ڈھالا ہے؟

آیت 13 کہتی ہے کہ ''اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو اس کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے لیکن میری طرف سے دنیا برپا ہوگی، میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔''

صدیوں سے عیسائیوں نے اللہ کی خود مختاری اور انسانی آزادی کے درمیان تعلق کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ کیا کوئی شخص آزادانہ طور پر توبہ کرنے اور عیسیٰ المسیح پر ایمان لانے کا انتخاب کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو اس مقصد کے لیے کیوں پیدا کرے گا کہ ان کو جہنم کے گڑھوں میں کوئلے کے ٹکڑے کی طرح پھینک دیں؟

زیادہ تر عیسائیوں نے اس سوال کا جواب اللہ کی محبت اور افراد کی آزادانہ مرضی دونوں کی تصدیق کرتے ہوئے دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوقات سے تعلق چاہتا ہے جو آزادانہ طور پر اس سے محبت اور اطاعت کرے۔ محبت اگر مجبوری میں ہے تو یہ محبت ہرگز نہیں ہے۔ مرد کبھی عورت کو اس سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ جس لمحے وہ طاقت کا استعمال کرتا ہے محبت ہمیشہ کے لیے ٹوٹے ہوئے پیالے کی طرح بکھر جاتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے سچی محبت چاہتا تو وہ ان کو اس سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ہر کسی کو بے گناہ ہونے کی خواہش کرسکتا تھا، جیسے اس نے فرشتوں کو بنایا تھا۔ آزادانہ طور پر اللہ سے محبت کرنے کی صلاحیت کے بغیر، کیا ہم واقعی انسان ہوں گے؟

تینتیسواں باب

الاحزاب (اِتحاد کرنا) سورہ ۳۳

حیاتِ محمد ﷺ (سورہ 33)

دوسری کتابوں میں سورہ 33 کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ میں یہاں صرف چند تبصرے کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات، گود لینا کوئی مسلم عمل نہیں ہے۔ ایک دن محمد نے اپنے رضاعی بیٹے زید کی بیوی کی ایک جھلک دیکھی۔ اس کا نام زینپ تھا۔ زید نے زینپ کو طلاق دے دی اور پھر محمد نے اس سے شادی کی۔ اسلام میں گود لینے کا کوئی وجود نہیں ہے، لہٰذا کسی مسلمان مرد کو گود لیے ہوئے بیٹے کی سابقہ ؟؟ بیوی سے شادی نہ کرنے کا مسئلہ کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ آیت 37،

ہم نے اس کا آپ سے نکاح کیا، تا کہ اہل ایمان کو ان کے لے پالک بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، جب کہ ان کے بیٹوں کے ٹوٹ جائیں۔

دوسرا، آیت 50 محمد کو لامحدود تعداد میں مومن عورتوں، جنگ میں گرفتار ہونے والی لونڈیوں، ان کے خاندان کے دونوں طرف کے چچا زاد بھائیوں اور دیگر عورتوں کو اجازت دیتی ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد کی کم از کم 11 بیویاں، 4 لونڈیاں اور چار طلاقیں تھیں۔ زینپ محمد کی پانچویں بیوی تھی۔ اس آیت نے اسے سورہ 3:4 میں عام مسلمان مردوں کے لیے مقرر کردہ چار بیویوں کی حد سے زیادہ لینے کی اجازت دی۔ میں برسوں سے حیران ہوں کہ کتنے لوگ تاریخ کی اس سادہ سی حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔

" کیا فلم میں محمد کی تمام بیویاں دکھائی گئیں؟" میں نے اپنے اچھے دوست سے پوچھا جب اس نے مسلمان نبی کے بارے میں فلم دیکھی۔ اس نے مجھے بہت عجیب سے دیکھا اور رک گیا۔ " کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

" مجھے افسوس ہے، کیا آپ خدیجہ کے بعد حضرت محمد ﷺ کی تمام بیویوں کے بارے میں نہیں جانتے تھے؟"

''نہیں، اس کی صرف ایک ہی بیوی تھی۔'' اس نے قدرے غصے سے کہا۔

" میں نے سوچا کہ تمام مسلمان اس کی بیویوں کے بارے میں جانتے ہیں۔ یہ سب کے بعد کوئی راز نہیں ہے،" میں نے کہا . ہم اس بنیادی حقیقت پر بات کرتے چلے گئے جو اس نے ایک متقی نوجوان ہونے کے باوجود کبھی نہیں سنی تھی۔

تیسرا، لوگوں کو محتاط رہنا چاہیے کہ وہ محمد کو ناراض نہ کریں۔ آیت 57 کہتی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ حوالہ کہتا ہے کہ بعض اوقات مہمان محمد کے گھر کھانے کے لیے آتے تھے۔ وہ بہت دیر ٹھہرے اور بہت زیادہ باتیں کرتے رہے۔ محمد ان کو جانے کے لیے کہتے ہوئے شرمندہ ہوئے، لیکن ایک آیت کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ اسے ناراض کرنے سے گریز کریں۔

چونتیسواں باب

سبا سورہ ۳۴

مزید تنبیہات (سورہ 34)

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ محمد میں روح نہیں تھی اور وہ جھوٹے نہیں تھے۔ بہت سے اقتباسات محمد کو اللہ کے حقیقی رسول کے طور پر دفاع کرتے ہیں۔ کافروں اور منافقوں کے پاس اس کے پیغام کو رد کرنے کی اپنی وجوہات تھیں۔ انہوں نے نشانات کا مطالبہ کیا اور محمد نے کہا کہ قرآن میں آیات کے علاوہ اور کچھ نہیں دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ صرف پرانے قصے سنا رہا ہے، لیکن اس نے جواب دیا کہ اس کا پیغام اللہ کی طرف سے ایک تازہ وحی ہے جس نے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اس نے انہیں سختی اور تفصیل سے متنبہ کیا کہ قیامت کے دن ان کا عذاب کتنا ہولناک ہوگا۔ وہ ہنسے لیکن اس نے کہا کہ یہ ان پر ضرور آئے گا۔

پینتیسواں باب

فاطر (موجدِ خلقت) سورہ ۳۵

کسی جان کو زندہ نہیں چھوڑا (سورہ 45:35)

یہ حوالہ سیدھا میرے دِل پہ لگا۔ یہ انجیل سے متفق ہے۔ تمام لوگ کسی نہ کسی سطح پر مجرم ہیں۔ کیا چیز انسانوں کو بغاوت میں بھٹکاتی ہے؟ اللہ کی اچھی مخلوق اتنی تلخ کیسے ہو سکتی ہے؟

اگر اللہ انسانوں کو ان کے حق کے مطابق سزا دیتا تو وہ ایک جاندار کی پشت پر نہ چھوڑتا:

کئی سال پہلے میرے دوست نے مجھے یہ کہانی سنائی تھی۔ ایک ایماندار جج نے ایک شہر کی صدارت کی۔ ایک دن پولیس اسے ایک نوجوان کو عدالت میں لے آئی۔ وہ سب کو خطرے میں ڈال کر شہر کے مرکز سے تیز رفتاری سے گزرنے کا مجرم تھا۔ جج نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ افسوس کی بات ہے کہ اس کی نظر اپنے ہی گوشت اور خون کے بیٹے پر پڑی۔ وہ اس سے محبت کرتا تھا، لیکن وہ انصاف سے بھی پیار کرتا تھا۔

" کیا تم مجرم ہو؟" جج نے اپنے ہائی بنچ کے پیچھے سے پوچھا۔ بیٹے نے سر جھکا لیا۔ ''ہاں تمہاری عزت۔''

" پھر اس شہر کے منصف جج کے طور پر، میں آپ کو مجرم قرار دیتا ہوں اور آپ کو 30 دن کی قید یا 10,000 ڈالر جرمانے کی سزا سناتا ہوں۔"

''ہاں تمہاری عزت۔'' بیٹا اپنے جج اور باپ کے سامنے آنکھیں اٹھانے سے ڈرتا تھا۔

اچانک جج اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، اپنے ہائی بینچ سے ہٹ گیا اور اپنا سیاہ لباس اتار دیا۔ " آپ کے جج کی حیثیت سے میں نے آپ کو مجرم قرار دیا۔ آپ کے والد کی حیثیت سے، میں آپ کو معاف کر دیتا ہوں۔" وہ اونچی میز سے نیچے اترا اور پولیس آفیسر کے پاس چلا گیا۔

''یہاں، میں خود جرمانہ ادا کروں گا۔''

یہ تمثیل اللہ کے بارے میں کچھ ظاہر کرتی ہے۔ اس کا انصاف اس سے ہمارے گناہ کی سزا کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر آیت 45 درست ہے اور میرا یقین ہے کہ ہر انسان اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب ہے اور اس لیے موت کا مستحق ہے، تو اللہ تعالیٰ انصاف نہیں کرے گا کہ وہ سزا دینے میں ناکام رہے۔ تصور کریں کہ جج اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے، " مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر تم قصوروار ہو، تم بغیر کسی نتیجے کے جا سکتے ہو۔"

اگر ہم مجرم ہیں اور اللہ محبت کرنے والا اور انصاف کرنے والا ہے، تو اسے ایک ایسا حل فراہم کرنا چاہیے جو ہماری غلطیوں پر اپنا غضب نازل کرتے ہوئے ہماری معافی فراہم کرے۔

چھتیسواں باب

یٰسٓ سورہ ۳۶

مذمت (سورہ 6:36)

قرآن میں بیان کردہ بنیادی خیالات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے محمد کو مشرک عربوں کی طرف بھیجا کیونکہ وہ تاریکی میں رہ رہے تھے۔ ان کے پاس کوئی نبی، کوئی کتاب، نشانیاں اور اللہ کا کوئی علم نہیں تھا۔ عرب یہودی یا عیسائی نہیں تھے۔ اہل مکہ نے کعبہ کو بتوں سے بھر دیا تھا۔

تاہم، مسلمان یہ بھی مانتے ہیں کہ بہت پہلے ابراہیم اور اسماعیل نے مکہ کا سفر کیا اور خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عربوں کو محمد کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ کے بارے میں علم تھا۔ محمد کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ عرب میں رہنے والے شامی عیسائی عیسیٰ کے لیے الرحمٰن کا لقب استعمال کرتے تھے۔ نوح، لوط، ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور سلیمان کی کہانیاں صحراؤں میں گھومنے والے قبائلیوں، خانہ بدوشوں اور تاجروں میں پھیل چکی تھیں۔

آیت نمبر 6 کے مطابق قرآن کا مقصد کیا ہے؟

تاکہ تم ایسی قوم کو نصیحت کرو جن کے باپ دادا نے کوئی نصیحت نہیں کی تھی اور وہ غافل ہیں۔

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ تورات، انبیاء اور انجیلیں بگڑ گئیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ عرب کے باپ دادا کو نصیحت نہیں ملی تھی۔ لیکن کعبہ کے علم کے بارے میں کیا کہا جاتا ہے جس کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا؟

دوسری طرف، اگر عربوں کو قرآن کے آنے سے پہلے ہی اللہ کے بارے میں وحی مل چکی تھی - اور یہ بات یقینی ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں پہلے سے ہی سب سے بڑے خالق کے طور پر جانتے تھے، تو آیت 6 اس طرح کیوں بولتی ہے جیسے عرب حقیقت سے بے خبر تھے۔؟

مان لیں کہ عربوں نے اللہ یا اس کی کسی کتاب کے بارے میں کبھی نہیں سنا تھا۔ بغیر کسی وحی کے رہتے ہوئے وہ بتوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اگر ان کو اللہ اور اس کی مرضی کا علم نہ ہوتا تو وہ قصوروار کیوں ہوتے؟

ایک دن ہم اپنے دوست کے کمرے میں بیٹھے انجیل اور اللہ کی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا اللہ کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ کسی ایسے کام کی مذمت کرے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ غلط تھا؟ اس نے آگے کہا، "اگر اللہ لوگوں کی مذمت نہیں کرتا جب تک کہ وہ اسے رد نہ کر دیں، تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ مشرکین کو تنہا چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اللہ کے انکار کے مجرم نہ ہوں؟ اگر آپ ان کو کہتے ہیں کہ اللہ موجود ہے تو آپ درحقیقت انہیں اندھیرے میں چھوڑنے سے بھی بدتر کر رہے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ مسلمان علماء کے پاس ان سوالات کے جوابات ہیں۔ انجیل اس سوال کا جواب اس طرح دیتی ہے۔ اللہ نے اپنے وجود کو اپنی مخلوق کے ذریعے ظاہر کیا ہے۔ کائنات کی رونق، ڈیزائن اور خوبصورتی ایک خالق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انجیل کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا حق و باطل کا قانون انسانی دلوں پر لکھ دیا ہے۔ ہر ایک کا ضمیر ہوتا ہے جو یا تو الزام لگاتا ہے یا معاف کرتا

ہے۔خوشخبری (انجیل) یہ ہے کہ عیسیٰ دنیا میں اس لیے نہیں آئے کہ دنیا کی مذمت کریں بلکہ اس لیے آئے کہ ان کے ذریعے سے دنیا کی نجات ہو۔

سینتیسواں باب

الصافات سورہ ۳۷

قیمتی فدیہ کی قربانی (سورہ 37:102-107)

چند کہانیاں ہمیں اپنی گرفت میں لے رہی ہیں جیسے ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پہاڑ پر قربان کر دیا۔ یہ سب سے پہلے تورات میں آتا ہے۔ اللہ ابراہیم کی عیادت کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو پہاڑ پر لے جائے اور اسے جلانے کی قربانی کے طور پر قتل کر دے۔

کہانی ناقابل تصور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس اندرونی عذاب سے گزرے؟ اسے اپنے ہی پیارے، وعدے کے پیارے بیٹے کو قتل کرنا ہوگا اور پھر صبر سے کھڑے ہو کر آگ کو آہستہ آہستہ اپنے گوشت اور بالوں کو بھسم کرتی ہوئی دیکھنی ہوگی۔ ابراہیم کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے دل کے لاکھوں ٹکڑے ہو جائیں جب اس نے ان معصوم، بھروسہ مند آنکھوں میں دیکھا۔ یہ ایمان کا آخری امتحان تھا۔

قرآن نے بیٹے کا نام نہیں رکھا، لیکن تورات میں ابراہیم اور اس کی بیوی سارہ کے معجزاتی بیٹے اسحاق کا نام ہے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، ابراہیم نے اسحاق اور دو خادموں کو ساتھ لیا اور قربانی کے پہاڑ پر تین دن کا سفر کیا۔ جب وہ پہنچے تو ابراہیم نے نوکروں کو نیچے انتظار کرنے کی ہدایت کی۔ اس نے لکڑی لی اور اسق کو پہاڑی ڈھلان پر لے گیا۔

"باپ؟" اسحاق نے پوچھا۔

''میں یہاں ہوں، میرا بیٹا۔'' کیا ہم ابراہیم کی آواز کو اذیت سے سن سکتے ہیں؟

''تمہارے پاس آگ اور لکڑی ہے، لیکن بھسم ہونے والی قربانی کے لیے برّہ کہاں ہے؟''

ابراہیم نے جواب دیا بیٹا اللہ خود بھسم ہونے والی قربانی کے لیے بھیڑ کا بچہ فراہم کرے گا۔

پہاڑ پر ابراہیم نے ایک قربان گاہ بنائی، اسے لکڑی سے ڈھانپ دیا، اپنے بیٹے کو باندھ کر اس پر لٹا دیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے کو مارنے کے لیے چھری اٹھائی۔

اسی وقت ایک فرشتے نے اسے پکارا، "ابراہیم، ابراہیم!" ''میں یہاں ہوں،'' اس نے جواب دیا۔

''لڑکے کے ساتھ کچھ مت کرنا، اب میں جان گیا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرتی ہو کیونکہ تم نے اپنے اکلوتے بیٹے کو مجھ سے نہیں روکا''۔

ابراہیم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک مینڈھا جھاڑی میں پھنسا ہوا تھا۔ الجھے ہوئے سینگوں نے اس کے لیے کوئی فرار نہیں چھوڑا۔ ابراہیم نے مینڈھا پکڑا اور اپنے بیٹے کی جگہ اسے نذرانہ کے طور پر پیش کیا۔ اللہ کے تحفے کو یاد کرنے کے لیے اس نے اس جگہ کا نام یہوواہ یری رکھا، جس کا مطلب ہے "اللہ فراہم کرتا ہے۔"

کوئی بھی پیار کرنے والا باپ یا ماں اس کہانی کی تفصیلات پر غور نہ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ جب کوئی بچہ بیمار ہوتا ہے تو کون سا والدین نہیں چاہتا کہ وہ ان کا درد دور کر سکے، ان کی جگہ بھی لے لے؟ بچے کو کھونے کا خیال کون برداشت کر سکتا ہے؟ اس کے باوجود اللہ ابراہیم سے کہتا ہے کہ وہ ناممکن کو کر دے۔

ہمیں اس پہیلی کے دو انتہائی اہم ٹکڑوں کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ سے کیا امید تھی کہ اگر وہ اسحاقؑ کو قربان کر دیں تو اللہ ان کے لیے کیا کرے گا؟ دوسرا، جھاڑی میں پھنسے مینڈھے کی کیا اہمیت ہے؟

لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ اسحاق وعدہ کا بیٹا تھا۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ وہ ایک آدمی بن کر بڑھے گا اور اس کی بڑی تعداد میں اولاد ہوگی، آسمان کے ستاروں یا سمندر کی ریت سے بھی زیادہ۔ اس وعدے کے خلاف کہ وہ ایک عظیم انسان اور قوموں کا باپ بن جائے گا۔ ایک مردہ اور دفن شدہ بچے کا مستقبل کیسے ہو سکتا ہے؟ ناممکن!

شاید نہیں . ابراہیم کو اللہ کے وعدوں پر غیر معمولی یقین تھا۔ یہاں پہیلی کا حل ہے۔

ایمان سے ابراہیم، جب خدا نے اس کا امتحان لیا، اسحاق کو قربانی کے طور پر پیش کیا۔ وہ جس نے وعدوں کو قبول کیا تھا وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنے ہی والا تھا، حالانکہ خدا نے اس سے کہا تھا، ''اِضحاق کے ذریعے سے تیری اولاد کا حساب لیا جائے گا۔'' ابراہیم نے استدلال کیا کہ خُدا مُردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے، اور اِس طرح بولنے کے انداز میں اُس نے اسحاق کو موت سے دوبارہ حاصل کیا۔

ابراہیم ناقابلِ تصور حالات سے گزرنے کے لیے تیار تھا کیونکہ اس نے اللہ پر بھروسہ کیا تھا کہ وہ اسحاق کو دوبارہ زندہ کرے گا، اسے ایک مضبوط آدمی بنائے گا اور قوموں کا باپ بنے گا۔

لیکن ابراہیم کو عذاب میں کیوں ڈالا؟ ہاں اللہ نے اس کے ایمان کا امتحان لیا۔ پھر بھی، ہمیں پہیلی کے ایک اور ٹکڑے کی ضرورت ہے۔

سورہ 37:107 کہتی ہے، ''ہم نے اسے ایک اہم قربانی دے کر فدیہ دیا''۔ تورات متفق ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسک کو ایک متبادل بھیج کر یقینی موت سے بچا لیا۔ اللہ نے لڑکے کی جگہ مینڈھا قبول کیا۔

یہاں پہیلی کے حل کا دوسرا حصہ ہے۔ ابراہیم کے بیٹے کا فدیہ سب سے بڑی متبادل قربانی کی مثال ہے۔ اس کے بارے میں سوچو۔ اللہ اسک کو مرنے، جلنے اور پھر دوبارہ زندہ ہونے کی آزمائش کا تجربہ دے سکتا تھا۔ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے قربانی قبول کر لی۔

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ بہترین قربانی وہ ہے جسے اللہ خود تیار کرے۔ اس نے آدم اور حوا کی شرم گاہوں کو چھپانے کے لیے پہلے جانوروں کی قربانی کی۔ اس کی ملاقات موسیٰ سے ایک جھاڑی میں ہوئی جسے اس نے مقدس آگ سے جلایا تھا۔ ابراہیم اور اس کے بیٹے کے لیے اس نے ایک مینڈھا فراہم کیا۔

راستے میں پہاڑ پر ابراہیم نے اپنے بیٹے سے کہا، "اللہ ایک برّہ فراہم کرے گا۔" اُس نے یہ الفاظ بطور پیشگوئی کہے۔ ہزاروں سال بعد، اللہ نے اپنا برّہ، کامل اور آخری قربانی فراہم کی۔

اِیشعیا نبی نے کہا المسیح نے کہا، "اس کو ذبح کرنے کے لیے برّہ کی طرح لے جایا گیا، اور اس طرح کہ ایک بھیڑ اپنے کترنے والوں کے سامنے خاموش ہے، اس لیے اس نے نہیں کھولا۔

اس کا منہ۔" ہم سب اللہ سے بھٹکے ہوئے بھیڑوں کی طرح بھٹک گئے، لیکن اس نے ہماری ساری بدکاری کامل برّہ پر ڈال دی۔ 219

پہیلی کے ان دو ضروری ٹکڑوں کے ساتھ، تصویر بہت زیادہ ہے۔

واضح ابراہیم کو یقین تھا کہ اللہ وعدہ کے بیٹے کو مردوں میں سے زندہ کرے گا اور اسے قوموں کا باپ بنائے گا اور یہ کہانی اس عظیم قربانی کی مثال ہے جو ہمیں گناہوں سے نجات دلائے گی۔

اڑتیسواں باب

ص سورہ ۳۸

جنت کے بارے میں مزید (سورہ 38:49-53)

ایک دن ایک مسلمان اور ایک عیسائی نے بعد کی زندگی کے بارے میں بات کی۔ عیسائی نے کہا کہ وہ جنت میں پہنچنے کی امید رکھتا ہے اور مسلمان نے کہا کہ وہ جنت نامی جگہ کا منتظر ہے۔ اگر چہ دونوں تصورات بعد کی زندگی کو بیان کرتے ہیں، لیکن وہ ایک جیسے نہیں ہیں۔ آخرت کی زندگی کیسی ہے؟ وہاں کون ہوگا؟ دونوں دوستوں نے اپنے مختلف عقائد بتائے۔

جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، کنواری لڑکیوں (گھنٹے) کا موضوع بحث میں آیا۔ مسلمان نے کہا، "میرا خیال ہے کہ تم عیسائی ہماری اسلامی جنت پر رشک کرتے ہو، اسی لیے تم ہمیشہ حوریں اٹھاتے ہو۔"

دوسرے آدمی نے جواب دیا، "نہیں، ہم غیرت مند نہیں ہیں۔ اپنے پیارے اللہ کے حضور اس کی پاک حضوری میں آمنے سامنے رہنا اس سے زیادہ خوش کن اور شاندار کیا ہوسکتا ہے؟

سورہ 38 اسلامی جنت کے انعامات کے بارے میں مزید تفصیل میں جاتی ہے۔ قرآن نے نیک مومنین (مومنوں) کو ایک ایسی جگہ کا وعدہ کیا ہے جو مضبوط مشروب سے بہہ رہا ہو جو کبھی نشہ نہیں کرتا، پاکیزہ پانی کی نہریں اور خوبصورت آنکھوں والی عورتوں کا۔ شاید یہ تصاویر علامتی ہیں۔ کیا یہ صرف یہ کہنے کا شاعرانہ طریقہ ہے کہ جنت غیر معمولی طور پر آرام دہ اور خوشگوار ہے؟ مجھے صرف یقین نہیں ہے۔

یہ آیات لفظی ہوسکتی ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن مسلمان مردوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ چار بیویاں اور جتنی چاہے لونڈیاں رکھ سکیں۔ اللہ کے لیے یہ کوئی تضاد نہیں ہوگا کہ جنت میں مردوں کو ایک سے زیادہ جنسی ساتھی رکھنے کی اجازت دی جائے، یہ فرض کرتے ہوئے کہ ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ پھر جنت میں مسلمان عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟

اس چوراہے پر کھڑے ہو کر مجھے مخالف سمتوں میں جانے والی سڑکوں کا سامنا ہے۔ عیسیٰ المسیح نے کہا، "جب وہ مردوں میں سے جی اٹھیں گے، وہ نہ تو شادی کریں گے اور نہ ہی شادی کی جائے گی۔ لیکن آسمان پر فرشتوں کی مانند ہیں۔" عیسائیوں کا خیال ہے کہ جنسی اور بچے پیدا کرنے کا تعلق صرف اسی زندگی سے ہے۔ جنت میں مرد اور عورت اب جنسی تعلقات نہیں رکھیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ مقدس دوستی سے لطف اندوز ہونے کی ابدی لذتوں کے بدلے جنسیت کی عارضی لذتوں کا تبادلہ کریں گے کیونکہ وہ ہمیشہ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

اُنتالیسواں باب

الزمر سورہ ۳۹

اور

غافر (معاف کرنے والا) یا مؤمن سورہ ۴۰

مزید انعامات اور فیصلے (سورہ 39 اور 40)

چھوٹی اور چھوٹی سورتوں کے ساتھ ہماری پڑھائی تیز ہو رہی ہے۔ کافروں کو اکثر خبردار کیا جاتا ہے کہ وہ جہنم کی خطرناک آگ میں داخل ہوں گے۔ مومنوں کو حوصلہ دیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے ہجوم کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے برعکس بہت بڑا ہے۔ جہنم میں آگ۔ جنت میں پانی کی نہریں۔ جنوں اور کافروں کو بڑا عذاب ہوگا۔ فرشتے اور مومنین لذیذ لذت سے لطف اندوز ہوں گے۔

ایک شام میرا خاندان کچھ قریبی مسلمان دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ گفتگو کا رخ آخرت کی طرف ہو گیا۔ ہم نے سوچا، "مسلمانوں کی جنت کیسی ہوگی؟ انجیل جنت کو کیسے بیان کرتی ہے؟

ہمارے دوست نے کہا، " دریاؤں اور باغوں کے ساتھ، مجھے لگتا ہے کہ جنت ایک خوبصورت جگہ ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"خوبصورت لگتا ہے،" میں نے جواب دیا۔ "میرا صرف ایک سوال ہے۔ کیا آپ کو امید ہے؟

اللہ کو دیکھو، اس کے ساتھ قریبی تعلق رکھنا؟

"اس کا جواب دینا مشکل ہے،" انہوں نے جواب دیا۔ انجیل کیا کہتی ہے؟

اس سوال کے جواب کے لیے میں نے اپنے بچپن میں سوچا۔ میری دادی کا انتقال 60 کی دہائی کے آخر میں پھیپھڑوں کے سنگین مسائل سے ہوا۔ وہ میرے پسندیدہ لوگوں میں سے ایک تھی، ہمیشہ پیار اور بہت سی مسکراہٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ میری ماں اپنی ماں کو کھو کر رو پڑی اور ہم سب نے اگلے دنوں میں اداسی کے بادل کو محسوس کیا۔ جنازے کے ہفتے کے دوران میرے والدین نے میرے لیے میری پھوپھی اور پھوپھی کے ساتھ رہنے کا انتظام کیا۔

ایک دوپہر میری پھوپھی نے مجھے کمرے میں اکیلے بیٹھے دیکھا، اداس اور بور ہو رہا تھا۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئی اور بولی، " کیا میں آپ کو کوئی خاص چیز دکھاؤں؟ تمہاری دادی اب چلی گئی ہیں، لیکن ہم انہیں جنت میں دوبارہ دیکھ سکتے ہیں۔"

اس نے میری توجہ حاصل کی۔

''جنت کے بارے میں یہ الفاظ سنو،'' اس نے انجیل کھولتے ہوئے کہا۔

اور میں نے تخت سے ایک اونچی آواز سنی کہ " دیکھو! خدا کی رہائش گاہ اب لوگوں کے درمیان ہے، اور وہ ان کے ساتھ رہے گا۔ وہ اُس کے

لوگ ہوں گے اور خُدا خود اُن کے ساتھ ہوگا اور اُن کا خُدا ہوگا۔ وہ ان کی آنکھوں سے ہر آنسو پونچھ دے گا۔ اب کوئی موت نہیں ہوگی، نہ ماتم، نہ رونا اور نہ درد، کیونکہ چیزوں کا پرانا نظام ختم ہو چکا ہے۔"220

میں نے اس کی نرم آواز سنی اور ایک بڑی کھڑکی سے ان کے گھر کے پیچھے ایک بڑے باغیچے میں دیکھا۔ بائیں طرف ایک بڑا میگنولیا درخت کھڑا تھا، جو شاخوں کو سیڑھی کی طرح آسمان کی طرف اٹھا رہا تھا۔ ہری گھاس پیچھے تک پھیلی ہوئی تھی جہاں اس کے شوہر نے سبزی کا ٹکڑا لگایا تھا۔ باغ کے بالکل کنارے پر دیوار کے طاقتور درخت اچانک ہر چیز سے بڑھ گئے۔

میری خالہ نے بات جاری رکھی۔"جب عیسیٰ المسیح واپس آئے گا تو وہ سب کچھ نیا کر دے گا۔ ہزاروں کلومیٹر کا ایک شہر آسمان سے اترے گا۔ خالص سونا اور یشب جیسے پتھر اس کی دیواریں بنائیں گے۔ بنیادیں پکھراج، بیرل اور نیلم جیسے پتھروں پر مشتمل ہوں گی۔ دروازے موتیوں کے ہوں گے اور گلیاں شفاف شیشے کی طرح سونے کی ہوں گی۔

شاندار قیمتی پتھروں نے میرے تخیل کو بھر دیا۔ وہ پڑھتی رہی۔

میں نے شہر میں کوئی مندر نہیں دیکھا، کیونکہ رب قادرِ مطلق اور برّہ اُس کا ہیکل ہے۔ اس شہر کو چمکنے کے لیے سورج یا چاند کی ضرورت نہیں، کیونکہ خدا کا جلال اسے روشنی دیتا ہے، اور برہ اس کا چراغ ہے۔221

اس ہفتے کے آخر میں میرے والدین مجھے گھر لے گئے، لیکن اگلے دن ہمیں مزید غیر متوقع خبر ملی۔ میری پھوپھی نیند میں مر گئی تھیں۔

کیا آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس خاموش دوپہر میں میرے اندر کیا ہوا جب میری دادی کا انتقال ہو گیا؟ اپنی پھوپھی کے سرسبز باغ کو دیکھتے ہوئے، جنت کے بارے میں سن کر، زندگی اور موت کے بارے میں سوچتے ہوئے، مجھے ایک ایسی چیز کا احساس ہوا جس نے مجھے ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ کسی دن، ہر مسیحی کی طرح، میں بھی زبردست تبادلہ کروں گا۔ میں ان جنسی خواہشات کو روحانی خواہشات سے بدل دوں گا۔ اب زمینی لذتوں سے راضی نہیں ہوں، اللہ کی بارگاہ میں اپنی حقیقی تسکین پاؤں گا۔ جنت اللہ کا گھر ہے۔ ایک دن ہمارا بھی ہوگا۔ میں اس سے زیادہ کیا چاہ سکتا ہوں؟

چالیسواں باب

فصلت (وضاحت) یا حٰم سورہ ۴۱

برائی کیوں موجود ہے؟ (سورہ 41:49)

آدم اور حوا کی کہانی اس سچائی سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ پیارا اور قادر ہے۔ اور پھر بھی، دنیا میں برائی موجود ہے۔ لوگ نہ صرف جھوٹ بول کر، دھوکہ دے کر، جنسیت کا غلط استعمال کر کے اور قتل کر کے ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں، بلکہ زلزلے مکانوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور سونامی معصوم لوگوں سے بھرے شہروں کو بہا دیتے ہیں۔

سورہ 41:49 کہتی ہے، ''انسان بھلائی مانگتے نہیں تھکتا، لیکن اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ ساری امیدیں چھوڑ دیتا ہے، مایوسی میں کھو جاتا ہے۔'' اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانے کے لوگ بعض اوقات درد کا سامنا کرنے پر اللہ کی بھلائی پر یقین کھو دیتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اگر اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو میرے گھر والے زلزلے میں کیوں مر گئے؟

میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر عرب کافی کے کپ بانٹ رہا تھا۔ ہم بات کرتے اور ہنستے رہے جب ان کے چھوٹے بچے ہمارا دل بہلا رہے تھے۔ ان کا چار ماہ کا بچہ مضبوط اور موٹے تھا، جیسا کہ اسے ہونا چاہیے۔ سب اسے اپنی گود میں اُچھال کر لطف اندوز ہوئے۔

لیکن ہماری گفتگو اس وقت بہت خاموش ہو گئی جب ہمارے دوست نے جنگ میں اپنے خاندان کو کھونے کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ صرف 25 سال کی عمر میں اسے اپنے معصوم چھوٹے بیٹوں اور بیٹیوں کو دفن کرنا پڑا۔ جنازے سے پہلے اس نے ان کی کچھ تصویریں لیں۔ ایک ایک کر کے ہم اس کے سیل فون کے آس پاس سے گزرے اور دل دہلا دینے والی تصاویر کو دیکھا۔ اس کی پیاری چھوٹی بیٹی سفید کمبل میں لپٹی ہوئی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی دوپہر کی نیند لے رہی ہو۔ اس کا چہرہ پاکیزہ اور پیارا تھا۔

اگلی تصویر میں اس کے چھوٹے لڑکے کو دکھایا گیا۔ بظاہر وہ ایک پھٹنے والے بم سے مارا گیا تھا۔ شرپنل نے اس کے چہرے اور جسم پر چوٹیں لگائیں۔ وہ ابھی تک کھیل کے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ شاید وہ اپنے گھر کے باہر گیند کو لات مار رہا تھا جب بم پھٹ گیا۔ اس کا سر ایک طرف کر دیا گیا تھا اور چہرے پر خونی نشانات کے باوجود وہ سکون سے آرام کر رہا تھا۔

مزید دیکھنے سے قاصر، میں نے فون اپنے دوست کو واپس کر دیا۔ بموں نے میرے بچوں کو نہیں چھوا، لیکن میں اس کے مرے ہوئے پیاروں کو دیکھ کر اپنا دل کیسے سخت کر سکتا ہوں؟

ایک اور موقع پر ایک دوست نے اپنی آواز بلند کی اور غصے سے پوچھا کہ میں اسے بتاؤں کہ اللہ نے لڑکیوں کے ہاسٹل کو شعلوں میں کیوں جانے دیا جب کہ ان کے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کسی نے دروازے بند کر رکھے تھے تاکہ لڑکیاں چپکے سے باہر نہ نکلیں۔ نوعمر لڑکیوں کی موت نے سینکڑوں پیار کرنے والے کنبہ کے افراد اور دوستوں کو چھو لیا۔ اس نے اپنی آواز بلند کی اور جاننے کا مطالبہ کیا، "تم کہتے ہو کہ اللہ موجود ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس نے ابراہیم کی اولاد کے لیے بحیرہ احمر کو تقسیم کیا اور عیسیٰ کو مردوں میں سے زندہ کیا۔ مجھے بتاؤ، کیا اس کے لیے چابی موڑنا اور ان لڑکیوں کے فرار ہونے کے لیے ایک معمولی دروازہ کھولنا بہت مشکل تھا؟ مجھے بتاؤ!"

پچھلے سوسالوں میں بہت سے مصنفین اللہ پر الزام لگانے والے سخت سوالات کرنے کے لیے مشہور اور دولت مند ہو چکے ہیں۔ اگر اللہ قادر اور محبت کرنے والا ہے تو وہ مصائب کو کیوں نہیں روکتا؟ جب بری چیزیں کسی آدمی کو چھوتی ہیں تو ''وہ ساری امیدیں چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ سے نا امید ہو جاتے ہیں وہ اپنی ناامیدی اور تلخی کو ایک دوسرے کے ساتھ بانٹ کر سکون پاتے ہیں۔

ایک دن فیس بک پر میں نے سوال پوسٹ کیا، " آپ کا کیا خیال ہے؟ ایک پیار کرنے والا اللہ انسانوں کو تکلیف اور برائی کیسے رہنے دے سکتا ہے؟ کئی دوستوں نے جواب دیا۔

" آزاد مرضی کی وجہ سے،" ایک نے لکھا۔

ایک اور نے کہا، "میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ مداخلت کرتا اور ہر انسانی عمل کو روکتا جو نقصان پہنچاتا ہے، تو لوگ پوچھ رہے ہوں گے، 'اگر اللہ اچھا اور طاقتور ہے تو وہ ہماری مرضی کے خلاف ہم سب کو غلام کیوں رکھتا ہے؟'

ایک دوست نے سنا لیکن پھر بھی مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے کہا، " کچھ لوگ 'جواب' کی تلاش میں بہت زیادہ پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ لا محدود، اور ابدی ہے، اور اس کے نقطہ نظر کو سمجھنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔"

" کیا آپ کے خیال میں اللہ خود اس مسئلے کو سمجھتا ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"ہاں، یقیناً وہ جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے، لیکن مجھے نہیں لگتا کہ یہ ایک سادہ منطقی 'جواب' جتنا سیدھا ہے۔ ہم سب کو بہت بڑی ٹیپسٹری کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نظر آتا ہے—ایک بہت ہی ناقص تشبیہ استعمال کرنے کے لیے—اور شاید تمام معیاری 'جوابات' میں سچائی کا ایک دانہ ہے، لیکن ان میں سے کسی میں بھی پوری سچائی نہیں ہے۔ وہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے ذہن اللہ کے نقطہ نظر کی وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔"

''اللہ کا دماغ ہم سے بہت بڑا ہے،'' میں نے اتفاق کیا۔

"ویسے بھی، مجھے لگتا ہے کہ جب لوگ دنیا میں مصائب اور برائی کے بارے میں سوالات پوچھتے ہیں، تو وہ بہر حال کوئی منطقی جواب نہیں ڈھونڈ رہے ہوتے۔"

" آپ کے خیال میں وہ کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟" میں نے پوچھا.

"یا تو وہ عیسیٰ المسیح سے ملاقات نہ کرنے کا بہانہ بنا رہے ہیں یا وہ اتنا تکلیف دے رہے ہیں کہ انہیں صرف یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ وہ پیارے ہیں، اور یہ کہ اللہ کسی نہ کسی لحاظ سے ان کے ساتھ تکلیف پہنچا رہا ہے۔"

میرے تمام دوستوں نے اتفاق کیا۔ اللہ ہمارے دکھوں سے دور نہیں رہا۔ المسیح کے ذریعے اس نے ہمارے مصائب کو گہرے درجے میں داخل کیا۔ انجیل ہمیں یقین دلاتی ہے،'' کیونکہ ہمارے پاس کوئی اعلیٰ پادری نہیں ہے جسے ہماری کمزوریوں کے احساس سے چھوا نہ جا سکے۔ لیکن ہر طرح سے آزمائش میں تھا جیسا کہ ہم ہیں، پھر بھی بغیر گناہ کے۔"222

اِکتالیسواں باب

الشوریٰ سورہ ۴۲

کیا اللہ لوگوں سے بات کرتا ہے؟ (سورہ 51:42)

قرآن کہتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ سے بات کی۔ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ اللہ لوگوں سے بات کرنا چاہتا ہے، سورہ 51:42 مزید طریقوں کا تعارف کراتی ہے جو وہ بولتا ہے۔

کسی آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے سوائے الہام کے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیج کر اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے لوگوں سے بات کی یا پھر بھی ان کو رسول بھیجے بغیر بات کرتا ہے؟ پردے کے پیچھے الہام یا تقریر کیا ہے؟ یہ ایک دلچسپ سوال ہے۔

وسطی ایشیا میں کمیونزم کی ناکامی کے بعد، وہاں رہنے والے مسلمان لوگ دوبارہ اللہ کے بارے میں سیکھنے لگے۔ 70 سال تک کمیونسٹوں نے انہیں بتایا کہ اللہ بوڑھی عورتوں اور چھوٹے بچوں کے لیے پریوں کی کہانی ہے۔

دریائے تالاس میں ایک قازق خاندان نے قرآن اور انجیل کی تلاوت شروع کی۔ سابق کمیونسٹ پولیس کو ان کے گھر لے آئے اور یہ جاننے کا مطالبہ کیا کہ وہ کیا مانتے ہیں۔ وہ دو اماموں کو بھی ساتھ لائے، ایک جوان اور ایک بوڑھا۔ سابق کمیونسٹوں نے تمام مذاہب کو رد کیا اور ائمہ انجیل پر عدم اعتماد کرتے تھے۔

سب اپنے اپنے سیلون میں فرش پر بیٹھ گئے، ماحول کافی کشیدہ تھا۔ پولیس اور اماموں نے یہ جاننے کا مطالبہ کیا کہ وہ انجیل کیوں پڑھ رہے ہیں۔ نوجوان امام نے عیسیٰ المسیح کے بارے میں بات کرنے پر ان کا مذاق اڑایا۔

بیوی نے تحمل سے کہا کیا تم نہیں جانتے تھے کہ قرآن المسیح کے بارے میں بات کرتا ہے؟

''نہیں ایسا نہیں ہے، یہ کافر مذہب ہے،'' نوجوان امام نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"لیکن یہاں آیات ہیں جو اس کے بارے میں بات کرتی ہیں،" اس نے کہا، ہر ایک کے دیکھنے کے لیے ایک کھلا قرآن تھا۔

بوڑھے امام نے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے چھوٹے طالب علم کی طرف رخ کیا۔ "وہ ٹھیک ہے، تم جانتی ہو۔"

اللہ کی تلاش میں اس خاندان نے کیا شروع کیا؟ یہ جزوی طور پر شروع ہوا کیونکہ بیوی نے ایک ناقابل فراموش خواب دیکھا۔ جب وہ بیدار ہوئی تو وہ بغیر کسی شک کے جان گئی کہ اللہ نے اسے الہام بھیجا ہے۔

اس کے خواب میں کیا خاص بات تھی؟ اس نے دنیا کے سب سے اونچے پہاڑوں کو دیکھا، جس میں ہر چیز افق تک ان کے سامنے جھکی ہوئی تھی۔ پہاڑوں کے اوپر آسمان سے ایک نور چمک رہا تھا اور اس روشنی میں ایک آدمی کی شکل کا ایک وجود کھڑا تھا، جو خالص برف سے زیادہ سفید لباس میں ملبوس تھا۔ اس شخص کے چہرے سے چمکتی ہوئی روشنی، سب سے بڑی آبشار کی طرح اندھی لہروں میں بہہ رہی ہے۔ وہ اس

کے اندھیرے سفید چہرے اور لباس پر حیران ہوئی۔ ایک اندرونی آواز نے اسے بتایا کہ وہ عیسیٰ المسیح کو اپنے جی اٹھنے والے جلال میں دیکھ رہی تھی۔ اس کا جلال سب پر راج کرتا تھا۔

رپورٹیں ہر ہفتے دنیا بھر سے آتی ہیں۔ خالص سفید فام یہ شخص خوابوں اور خوابوں میں لوگوں سے ملتا ہے۔ وہ لوگوں کو بیدار کرنے اور سچائی (الحق) کی تلاش شروع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

بیالیسواں باب

الزخرف (سونے کی زینت) سورہ ۴۳

عربی میں ایک کتاب (سورہ 3:43)

''ہم نے اسے عربی میں قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔''

دنیا میں 20,000 سے زیادہ زبانیں ہیں۔کون سا سیکھنا مشکل ہے؟ انگریزی زبان میں ایک ملین سے زیادہ الفاظ کے ساتھ سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔چینی، تامل، ترکی، روسی اور بہت سے دوسرے کے پاس بڑی ذخیرہ الفاظ اور پیچیدہ گرامر ہیں۔عربی بھی بولنے اور پڑھنے دونوں میں پیچیدہ ہے۔ایک بار پھر ہم ایک آیت کی طرف آتے ہیں جو کہتی ہے کہ قرآن عربی میں ان لوگوں کے لیے دیا گیا ہے جو اسے سمجھ سکتے ہیں۔قرآن کے آنے کے 1400 سالوں میں عربی سمجھنے والی دنیا کی آبادی کا فیصد اب بھی چھوٹا ہے، شاید پہلے سے بھی کم۔دنیا کی صرف 3% آبادی عربی میں بات کرتی ہے۔اگر قرآن سب کے لیے دیا گیا ہے تو وہ اس زبان میں کیوں آیا جو اتنے کم لوگ سمجھتے ہیں؟ انجیل کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر سکتا ہے۔یہ یونانی زبان میں لکھی گئی تھی، لیکن آج بھی بہت کم لوگ اس قدیم زبان کو سمجھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کا خیال ہے کہ پیغام اصل زبان سے زیادہ اہم ہے۔

عیسیٰ المسیح کی واپسی (سورہ 61:43)

"ہمیں یقین ہے کہ عیسیٰ دوبارہ آ رہا ہے، بالکل آپ کی طرح!" میرا دوست یہ سوچ کر خوشی سے مسکرا دیا۔''جب وہ واپس آئے گا تو تمام باطل مذہبوں کو مٹا دے گا اور روزِ آخرت سے پہلے پوری روئے زمین پر اسلام کو قائم کر دے گا۔''

میرا پہلا جواب ایک سادہ سا سوال تھا۔"اگر عیسیٰ یوم آخرت سے پہلے واپس آ رہا ہے اور سب کچھ ٹھیک کر رہا ہے، تو کیا یہ اسے آخری نبی نہیں بنا دے گا؟"

میں نے یہ سوال کئی بار پوچھا ہے اور کوئی بھی اس کا آسان جواب نہیں دے سکتا۔لیکن مسلمان پھر بھی عیسیٰ کی دوسری آمد کو کیوں دیکھتے ہیں؟ قرآن واضح نہیں ہے۔یہ کہتا ہے، "اور قیامت کی نشانی ہوگی۔پس اس میں شک نہ کرو بلکہ میری پیروی کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔تبصرہ نگار اپنے الفاظ کا اضافہ کرنا پسند کرتے ہیں، لیکن ہم ایسا نہیں کر رہے۔

کیا انجیل عیسیٰ کی دوسری آمد کا ذکر کرتی ہے؟ جی ہاں، بڑی تفصیل سے۔یہ اس کے آنے سے پہلے مشکل دنوں کی خبر دیتا ہے۔زمین لڑائیوں اور جنگوں سے بھر جائے گی، قومیں آپس میں ٹکرائیں گی، زمین کے گرد وبا، زلزلے اور دکھ ہوں گے۔لوگ نفرت میں عیسیٰ کے پیروکاروں کے خلاف اٹھیں گے، ان پر جھوٹے الزامات لگا کر، انہیں ستائیں گے اور انہیں قتل کریں گے۔دریں اثنا، ان تمام باتوں کے باوجود، قیامت سے پہلے تمام امتوں کو بشارت (انجیل) سنائی جائے گی۔

جس طرح دنیا گہری تاریکی میں ڈوب جاتی ہے، اسی طرح ایک بڑا دھوکہ باز اُٹھے گا اور ایک مقدس ترین جگہ پر کھڑا ہوگا، تمام قوموں کو اس

کی عبادت کرنے پر مجبور کر دے گا۔ یہ جھوٹا مسیح چند سالوں تک کامیاب ہو جائے گا۔ پھر حقیقی مسیح واپس آئے گا اور امن کی اپنی عادلانہ بادشاہی قائم کرے گا۔ بھیڑوں اور بکریوں کو الگ کرنے کی طرح عیسیٰ اپنے لوگوں کو کافروں سے الگ کرے گا۔ جو روحانی طور پر پیدا نہیں ہوئے وہ ہمیشہ کی موت میں چلے جائیں گے جبکہ اس کے نئے سرے سے پیدا ہونے والے لوگ ہمیشہ کی زندگی میں چلے جائیں گے۔
کیا عیسائی یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں؟ بالکل۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور آمین۔ مرانا تھا، مسیح عیسیٰ جلدی آیئے۔

تینتالیسواں باب

الدخان (دھواں) سورہ ۴۴

اور

الجاثیۃ (گھٹنے ٹیکنا) سورہ ۴۵

مزید ڈرامائی مناظر (سورہ 44:43-48)

بعض اوقات قرآن میں جہنم کے مناظر بہت ڈرامائی ہو جاتے ہیں۔ یہ آیات جہنم کا بھیانک منظر پیش کرتی ہیں۔

بے شک زقوم کا درخت گنہگاروں کی خوراک پگھلے ہوئے پیتل کی طرح ہوگا۔ یہ اُن کے اندر اُبلے گا، اُبلتے ہوئے پانی کی طرح، اُسے پکڑو اور بھڑکتی ہوئی آگ کے بیچ میں گھسیٹ لو! پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

سورہ 44 اور 45 مختصر ہیں لیکن کافروں کو سخت انتباہات سے بھری ہوئی ہیں کہ انہیں سزا دی جائے گی، جبکہ مومنوں سے خوبصورت جوان عورتوں کا وعدہ کیا گیا ہے جو عیش و آرام کی سرزمین میں ان کا انتظار کریں گی۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کا مطلب لفظی ہے یا علامتی۔ دونوں صورتوں میں، قرآن جنت اور جہنم کے درمیان بنیادی فرق کرتا ہے۔

الاحقاف سورہ ۴۶

قرآن بائبل کی تصدیق کرتا ہے (سورہ 10:46)

یہ نا قابل تردید ثبوت ہے کہ قرآن تورات کی تعلیم نہیں دیتا اور زبور کو خراب کیا گیا تھا۔ آیت 10 کہتی ہے کہ: تم نے دیکھا؟ اگر اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس کی مشابہت کی گواہی دیتا ہے اور تم تکبر کرتے ہوئے ایمان لے آئے ہیں۔

آیئے اس بارے میں سوچتے ہیں۔ کافروں نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن کو جعل سازی کرنے یا شیطان کے زیر اثر بولنے کا الزام لگایا۔ جواب میں، آیت 10 کافر سے کہتی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے کلام کا موسیٰ کی کتاب سے موازنہ کرے۔ اگر آیت 10 دیے جانے پر تورات خراب ہو جاتی تو محمد تورات کو سچائی کے قابل اعتماد ماخذ کے طور پر اشارہ نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن کے مطابق اس میں کوئی شک نہیں کہ تورات، زبور اور انجیل کو بگاڑ نہیں سکتا۔ جو کوئی دوسری بات کہتا ہے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ قرآن نے پہلے کی کتابوں کو تجویز کرنے میں غلطی کی ہے۔225

پینتالیسواں باب

محمد یا القتال سورہ ۴۷

آرام دہ ہونا یا نہیں؟ (سورہ 47:20)

ہم اس سورہ میں کافروں کے خلاف فوجی خدمات کے موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے ہر پیروکار کو جنگ میں جانے کا خیال نہیں آیا۔

ایمان والے کہتے ہیں کہ سورہ کیوں نہیں نازل ہوئی؟ لیکن جب کوئی بنیادی یا واضح مفہوم والی سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں بیماری ہے موت کے قریب آپ کو بے ہودہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ان کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

یہ حوالہ ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو خوف کے مارے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ ایک وقت کے لئے آرام دہ ہو سکتے ہیں، لیکن یہ کہتا ہے کہ آخر میں فرشتے ان کی روحیں لیں گے اور انہیں چہرے اور پیٹھ پر ماریں گے.

اس میں مزید کہا گیا ہے کہ مومنوں کو کبھی بھی امن کے لیے پکارنا نہیں چاہیے بلکہ اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک کہ وہ "بالا" تک نہ پہنچ جائیں۔ شاید یہی ایک وجہ ہے کہ اسلامی عمارات کا باقی تمام عمارتوں سے اونچا ہونے کا رواج ہے۔ مثال کے طور پر، ہاؤس آف سعود نے مکہ کے قلب میں 600 میٹر اونچا (1,972 فٹ) کلاک ٹاور بنایا، جو لندن کے بگ بین سے کہیں بلند ہے۔ بلند ترین عمارتوں کی علامت ایک طاقتور یاد دہانی ہے کہ مسلمانوں کا ماننا ہے کہ اسلام کو ہر چیز میں سربلندی حاصل کرنی چاہیے۔

الفتح سورہ ۴۸

فتح (سورہ 48)

چاہے ہم کلاک ٹاورز، معیشتوں، فوجوں، مساجد یا گرجا گھروں کی بات کریں، قرآن تصور کرتا ہے کہ اسلام تمام جھوٹے مذاہب پر فتح حاصل کرے گا۔

اور یہ کہ وہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے بارے میں برا گمان کرتے ہیں۔ ان پر برائی کا دور دورہ ہے، ان پر اللہ کا غضب ہے، اس نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔

21 ویں صدی میں بہت سے لوگ "سامراجی طاقتوں" کے بارے میں شکایت کرتے ہیں۔ ان طاقتوں کا کیا تاریک مقصد ہے؟ خطرہ کتنا حقیقی ہے؟ کیا یہ ان لوگوں سے ملتا جلتا ہے جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے جو "اللہ کے بارے میں بُری رائے رکھتے ہیں؟" ''اللہ کے بارے میں بری رائے'' رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

الحجرات سورہ ۴۹

شک (سورہ 15:49)

ہم شک کے ساتھ کیا کریں؟ شک کب ایمان کو مٹاتا ہے؟ قرآن متنبہ کرتا ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہیں جو شک نہیں کرتے۔ ''مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کے بعد کبھی شک نہیں کیا بلکہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں۔'' شاید اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے لڑنا چھوڑ دیا، جو پلٹ گئے اور جنگ سے بھاگ گئے۔ شاید اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ لیکن یہ صرف بیرونی رویے ہیں۔ دل کا کیا حال ہے؟ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جنگ میں بھاگے اور اللہ پر یقین نہ رکھتے ہوئے نماز پڑھے۔ ایک ہی وقت میں یقین اور شک دونوں کا ہونا بھی ممکن ہے۔ احساسات اور خیالات ہمیں دو سمتوں میں کھینچ سکتے ہیں۔ اس جگہ جہاں راستے الگ ہوتے ہیں، کیا ہم اس خوف سے چلتے ہیں کہ اللہ ہر قسم کے شک کو سزا دے گا یا ہم اس شخص کی طرح کہتے ہیں جس نے عیسیٰ کو پکارا تھا کہ اے رب، میں ایمان لاتا ہوں، میرے کفر کی مدد فرما۔

ق سورہ ۵۰

شہ رگ سے بھی قریب (سورہ 50:16-17)

میرا دوست چاہتا تھا کہ میں جانوں کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اسے دیکھا جا رہا ہے۔ "اللہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور دائیں اور بائیں ایک فرشتہ ہے جو ہمارے ہر کام کا ریکارڈ رکھتا ہے۔

آیا آیت 16 کا مطلب تسلی دینا ہے یا خوف؟ مجھے یقین نہیں ہے۔ ایک دوست نے آیت پڑھی اور کہا کہ یہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ کافروں کو خبردار کر رہا ہے کہ وہ ان کو مارنے کی طاقت رکھتا ہے۔ محمد بظاہر زہر کھانے سے اس وقت مر گیا جب وہ 62 سال کا تھا۔ اس نے کہا کہ زہر اس کی رگ کو کاٹ رہا تھا۔ گڑ انسانی جسم میں سب سے زیادہ خطرناک جگہوں میں سے ایک ہے۔

آیت 17 مجھے اس بارے میں تھوڑی الجھن میں ڈال دیتی ہے کہ آیا اللہ خود یا اس کے فرشتے انسانوں کے قریب ہیں۔ کیا قرآن یہ سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بہت قریب ہے یا بلند ترین آسمان میں بہت دور ہے؟ کیا مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کبھی کوئی خود اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا؟

ایک دفعہ میں نے دوسرے مسلمان دوست سے پوچھا کہ کیا ہم کبھی اللہ سے ملیں گے؟" مجھے ایسا نہیں لگتا۔ ہوسکتا ہے کہ محمد ذاتی طور پر اللہ سے ملیں، لیکن عام لوگوں سے نہیں۔ سورہ 43:84 کہتی ہے، "وہی ہے جو آسمانوں میں اللہ ہے اور زمین پر اللہ ہے۔" ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کے اختیار کی بات کر رہا ہے، اس کی موجودگی کی نہیں۔ لیکن اس صورت میں وہ ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب نہیں ہوگا۔

اسلام توحید دین ہے۔ یہ سکھاتا ہے کہ اللہ میں کوئی تقسیم نہیں ہے۔ یہ ان آیات کو دلچسپ بناتا ہے، کیونکہ ہم ایک سے زیادہ جگہوں پر اللہ کی موجودگی کو دریافت کرتے ہیں۔ اللہ زمین پر ہے اور اللہ آسمان پر ہے۔ یہ مختلف مقامات ہیں، مختلف حالات کے ساتھ۔ کیا ہم اللہ کی بارگاہ میں اسی طرح ہیں جیسے فرشتے آسمان پر ہیں؟ کیا جنت میں اللہ کی موجودگی اسی طرح ہوگی جس طرح وہ زمین پر ہے اور آسمان پر ہے؟

آسمان میں اللہ کی تصویر اور زمین پر عیسیٰ المسیح کی تصویر مجھے ظاہری محبت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ محبت تین مظاہر میں اپنے اندر سمٹی ہوئی ہے، اللہ آسمان اور زمین دونوں پر ہوسکتا ہے۔ وہ آسمان پر سب پر حاکم کی حیثیت سے حکومت کرتا ہے اور وہ ہمارے ساتھ زمین پر اللہ کی روح کے طور پر موجود ہے۔ وہ وقت، جگہ یا ابدیت سے محدود نہیں ہے۔

الذاریات سورہ ۵۱

معافی (سورہ 51:18)

جرم کیسے محسوس ہوتا ہے؟ بھاری؟ گندا خوفزدہ۔ الارم کی طرح، ضمیر ہمیں یہ بتانے کے لیے بنایا گیا ہے کہ کچھ غلط ہے۔ ہم اپنے آپ کو جرم اور شرم کے جذبات سے کیسے چھٹکارا دے سکتے ہیں؟ کچھ لوگ اللہ سے عافیت کے لیے فریاد کرتے ہیں۔ آیت 18 کہتی ہے، ''اور صبح کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں''۔

ہم دعا کرتے ہیں لیکن کیا اللہ معاف کرتا ہے؟ اگر ہم بار بار گناہ کریں تو کیا ہوگا؟ لوگ مقدس مقامات پر جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ اپنے جوتے واپس ڈالتے ہیں اور اپنے گناہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ گناہ اور معافی اور گناہ۔ کیا مقصد ہے؟

ایک عظیم رہنما سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی معافی مانگی ہے؟ اس نے ایک لمحے کو سوچا، "نہیں، واقعی نہیں، مجھے یقین نہیں ہے کہ میں نے کیا غلط کیا ہے۔"

کوئی بھی جو کہتا ہے، "مجھ سے کوئی گناہ نہیں" جھوٹا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، تو وہ جو وفادار اور عادل ہے ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ہمیں ہر طرح کی ناراستی سے پاک کر دے گا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ معافی کی کوئی ضمانت نہیں دیتا۔ وہ معاف کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا۔ اللہ کی یہ تصویر ضروری کلید سے محروم ہے۔ اللہ اپنے وعدوں کے مطابق معاف کر دیتا ہے۔ وہ اللہ کے برّہ کی قربانی کے ذریعے معاف کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ ایک اٹوٹ قسم کی قسم کھاتا ہے کہ وہ عیسیٰ المسیح پر بھروسہ کرنے والوں کو معاف کر دے گا۔ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

ہمارا خاندان ایک سہ پہر کچھ دوستوں کے ساتھ بیٹھا اور میں نے ان سے کہا کہ اللہ اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے۔ "اللہ کا وعدہ ایک نئی واشنگ مشین کے ساتھ آنے والے وارنٹی پیپرز سے زیادہ قابل اعتماد ہے،" میں نے ایک سادہ سی مثال استعمال کرتے ہوئے وضاحت کی۔ "اگر آپ کی نئی واشنگ مشین ٹوٹ جاتی ہے، تو آپ کے پاس ایک دستاویز ہے جو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کمپنی اسے مرمت یا بدل دے گی۔ یہ 100% یقینی ہے۔ اسی طرح اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر ہم اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں تو وہ انہیں معاف کر دے گا اور ہمیں ہمیشہ کی زندگی دے گا۔

میزبان کی بیوی کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آواز بلند کی۔ "نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ آیا وہ مکمل طور پر معاف ہو گئے اور جنت میں جا رہے ہیں۔ آپ کے وارنٹی کا غذات کہاں ہیں؟ مجھے دکھا!"

''یہاں،'' میں نے انجیل اٹھاتے ہوئے کہا۔ "یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ نے خود کیا ہے۔ کیا وہ واشنگ مشین کمپنی سے اپنے وعدے پر کم وفا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ وہ کچھ کرے گا تو ضرور کرے گا۔ کوئی شک نہیں ہے۔"

بخشنے والا اور معاف کرنے والا

ایک دن عیسیٰ کے شاگرداس کے پاس آئے اور کہا، "براہ کرم ہمیں دعا کرنا سکھائیں۔" آپ نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو۔
ہمارے آسمانی باپ، تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے،
تمہاری مرضی پوری ہو جائے،
زمین پر جیسا کہ یہ جنت میں ہے۔ آج ہمیں ہماری روز کی روٹی دے دو۔ اور ہمارے قرض معاف فرما
جیسا کہ ہم نے اپنے قرض داروں کو بھی معاف کر دیا ہے۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال،
لیکن ہمیں شیطان سے بچا۔ 229
اگر ہم کسی کو معاف کرنے سے انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے واقعی اللہ کی معافی کو نہیں سمجھا۔
ایک رات دیر گئے ایک اچھے دوست نے مجھے فون کیا۔ "کیا تم نے خبر دیکھی ہے؟" اس نے پوچھا.
''نہیں،'' میں نے جواب دیا۔ اس کے لہجے نے مجھے شدید پریشان کیا۔
"آپ کو انٹرنیٹ چیک کرنے کی ضرورت ہے اور پڑھنا ہوگا کہ ابھی کیا ہوا ہے۔"
میں نے فون کرنے پر اس کا شکریہ ادا کیا اور جلدی سے ایک نیوز ویب سائٹ کھول دی۔ سکرین کو گھورتے ہوئے مجھے اپنا پیٹ تنگ محسوس ہوا۔ خبروں میں بتایا گیا ہے کہ دہشت گردوں نے مشرق وسطیٰ میں انجیل کی تقسیم کے دفتر میں تین افراد کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ اگلے دن ہمیں چونکا دینے والی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ تمام مقدس کتابوں کے بارے میں مزید جاننے میں دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے، کئی نوجوان لڑکوں نے کچھ مسیحی رہنماؤں سے ملاقات کا وقت طے کیا۔ انجیل آفس کے دو کارکنان مسلمان ہو کر بڑے ہوئے تھے اور بعد میں عیسیٰ المسیح سے محبت اور بھروسہ کرنے لگے۔ تیسرا آدمی سیکولر یورپ میں پلا بڑھا اور جوانی میں عیسائی بن گیا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کو بھی تمام وجوہات کا علم نہ ہو، لیکن دشمن نوجوان لڑکوں نے تین پرامن مردوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔
خوفناک دن معصومیت سے شروع ہوا۔ کچھ نوجوان لوگ دفتر میں بیٹھے، روحانی چیزوں کے بارے میں تجسس کا بہانہ کر رہے تھے۔
"کیا آپ چائے پینا پسند کریں گیں؟" جرمن عیسائی نے کچھ تازگی پیش کرتے ہوئے کہا۔
چند منٹوں کے بعد مزید نوجوان آئے، ان کی تعداد پانچ ہو گئی۔ آدھی صبح تک تینوں عیسائی مرد بھی دفتر پہنچ چکے تھے۔ چند منٹوں تک بزرگوں نے تورات، المسیح اور انجیل سے متعلق سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی۔ پانچوں نوجوان گھبرا گئے اور ان کا لیڈر اپنی تقریر میں مزید غصے میں آ گیا۔
اچانک وہ زوردار دھماکے سے پھٹ گئے۔ پانچ نوجوان لڑکوں نے اپنے میزبانوں پر قابو پا لیا۔ چھریاں نظر میں آ گئیں۔ انہوں نے مردوں کی کلائیوں اور ٹخنوں کو باندھ دیا۔ کچھ نوجوان لڑکوں نے دفتر کی تلاش شروع کی۔ کیا انہیں واقعی بندوقیں یا منشیات ملنے کی امید تھی؟ کسے پتا؟ وہ بظاہر عیسائیوں کے بارے میں بہت سے جھوٹ پر یقین رکھتے تھے۔ بندوقیں نہیں تھیں، اللہ کی محبت کے بارے میں صرف مقدس کتابیں تھیں۔

دہشت گردوں کے سرغنہ نے دفتر کے فرش پر بے حال پڑے تین عیسائیوں پر چیخ ماری۔ "تمہیں کس نے بھیجا؟!" کچھ لڑکوں نے انہیں بار بار وار کیا۔ انہوں نے کراہتے ہوئے اپنی جان کی التجا کی۔

تشدد کا سلسلہ کئی منٹ تک جاری رہا۔ لیکن وہ نہیں کیے گئے۔ تین تیز حرکات کے ساتھ، کسی نے ان کی گردنوں میں گہرا کاٹا۔ ہم اس اندوہناک منظر کو بیان نہیں کر سکتے۔

دفتر کے باہر ایک عیسائی دوست آ پہنچا۔ وہ بند دروازہ نہیں کھول سکا، اس لیے اس نے جلدی سے پولیس کو فون کیا۔ وہ چند منٹ بعد پہنچے، دروازہ توڑا اور دیکھا کہ پانچوں دہشت گرد ابھی تک خون سے لت پت ہیں۔ عیسائیوں میں سے دو مر چکے تھے۔ ایک ایمبولینس نے تیسرے آدمی کو ہسپتال پہنچایا لیکن وہ اس شام کو خون کے بہت زیادہ نقصان سے مر گیا۔

قتل ہونے والے مردوں میں سے دو نے اپنے پیچھے بیویاں چھوڑی ہیں اور تیسرے کی منگیتر تھی۔ پولیس کے پہنچنے کے چند منٹ بعد میڈیا کو اس حملے کے بارے میں معلوم ہوا، اس سے پہلے کہ بیواؤں نے کیا ہو۔ بہت کم معلومات کے ساتھ، دونوں بیویاں ہسپتال اور گھر میں گھنٹوں انتظار کرتی رہیں کہ کوئی بتائے کہ کیا ہوا ہے۔ ان دونوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی تھے، جس نے طویل انتظار کو بہت تکلیف دہ بنا دیا۔

صرف چند دن بعد، متاثرین کے اہل خانہ نے اپنے پیاروں کی لاشیں زمین میں ڈال دیں۔ بین الاقوامی ٹیلی ویژن کے ذریعے پوری دنیا نے دیکھا کہ بیواؤں نے جواب دیا۔ کیا وہ انتقام کا مطالبہ کریں گے؟ کیا وہ اپنے دشمنوں پر لعنت بھیجیں گے؟ کیا وہ نفرت کریں گے؟ ایک خاتون بے حرکت مجمع کے سامنے کھڑی ہو کر بولی۔

ہم یہاں آ کر عیسائی بن کر رہنا چاہتے تھے۔ ہمارے لیے یہ بہت مشکل وقت ہے، میں نے اپنے تاحیات دوست کو کھو دیا ہے اور بچوں نے اپنے والد کو کھو دیا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ] میرے شوہر [یسوع مسیح کے نام پر شہید کے طور پر مرے تھے۔ اس کا خون رائیگاں نہیں گیا۔] اس زمین [کے لیے یہ ایک نئی شروعات ہے۔ یسوع نے صلیب سے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کہا، "اے باپ، ان کو معاف کر، کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں" اور میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے معافی کا انتخاب کیا، جیسا کہ عیسیٰ نے کیا، بالکل اسی طرح جیسے انہیں معاف کیا گیا تھا۔

پچاسواں باب

سورہ ۵۲_۶۱

چھوٹی سورتیں۔

ان آخری سورتوں میں سے زیادہ تر جنت کے انعامات (پانی کی ندیاں، لذیذ مشروبات، خوبصورت کنیزیں، نوکرانی، نوکرانی، آرام کے تخت وغیرہ) اور گناہ کی سزاؤں (آگ، کالا دھواں، کھولتا ہوا پانی، اچانک تباہی، جزا کا دن)۔

نمکین اور تازہ پانی (سورہ 19:55)

" کیا آپ جانتے ہیں کہ قرآن نے درست پیشین گوئی کی ہے کہ نمکین اور میٹھے پانیوں کے درمیان ایک حد ہے؟ یہ وہی ہے جس نے جیک کوسٹو کو مسلمان بننے پر آمادہ کیا۔ میرا دوست سورہ 19:55 جیسے اقتباسات پر مبنی میرے ساتھ خبریں شیئر کرنے کے لیے بہت پر جوش تھا۔ لڑکپن میں، میں ایک عظیم دریا کے قریب پلا بڑھا، جو دنیا کے سب سے بڑے دریائے نیل اور ایمیزون کی طرح ہے۔ یہ دریا 3000 کلومیٹر تک بارش اور سیلاب کا پانی لے جاتا ہے۔ بالآخر تمام عظیم دریا سمندر سے ملتے ہیں جہاں تازہ پانی اور کھارے پانی کے درمیان ایک پوشیدہ حد ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھارے پانیوں کے درمیان دیوار کھڑی کر دی ہے۔

ایک موسم بہار میں میں اور میری بیوی ابراہیم کی سرزمین پر گئے اور کرائے کی گاڑی میں اس کی سیر کی۔ ایک روشن، دھوپ والی صبح ہم نے کافی اور ناشتے کے رولز خریدے اور شمال کا رخ کیا۔ چند گھنٹوں کے بعد ہماری سڑک گلیل کی سمندر کی گہری وادی میں اتر گئی۔ ہم نے ماہی گیروں کو سمندر کے تازہ پانیوں میں جال ڈالتے ہوئے دیکھا اور ہم نے دوپہر کے کھانے میں فالفیل کھایا۔ پھر ہم دریائے یردن کے مضبوط تازہ پانیوں پر گاڑی چلاتے ہوئے جنوب کی طرف مڑے۔ دریائے اردن کی ناہموار وادی میں علاقہ بہت خشک ہو گیا۔ دریا کا صاف پانی گلیل کے تازہ پانی کے سمندر سے گزرتا ہے اور پھر جنوب کی طرف بحیرہ مردار کی طرف جاتا ہے۔ ہم نے بحیرہ مردار کے کنارے تک دریا کا پیچھا کیا۔ یہ مکمل طور پر اور عجیب طرح سے مختلف ہے۔ اس میں بہت زیادہ نمک تحلیل ہونے کے ساتھ، بحیرہ مردار کا پانی لوگوں کو ڈوبنے نہیں دیتا۔ وہ کارک کے ٹکڑے کی طرح پانی پر اوپر نیچے گھومتے ہیں۔

میں نے دو سمندروں اور ان کو ملانے والے دریا کے بارے میں سوچا۔ ایک میٹھا ہے اور زندگی سے بھرپور ہے۔ دوسرا نمک سے بھرا ہوا اور قبر کی طرح مردہ۔ ان کے درمیان دریائے یردن صبر سے صاف پانی کے ساتھ بہتا ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ یہ کتنا ہی تازہ پانی بحیرہ مردار میں پھینک دے، کچھ بھی نہیں بدلتا۔ ایک غیر مرئی دیوار باقی ہے۔

کیا عربوں کو قدرت کے ان حیرت انگیز حقائق کا علم تھا؟ یقیناً وہ دریائے نیل اور بحیرہ مردار کے بارے میں جانتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ اپنے رسول پر کوئی حیرت انگیز چیز ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس کا سیدھا مطلب ہے کہ نمکین اور تازہ پانیوں کے درمیان رکاوٹوں کے بارے میں کوئی خاص راز نہیں ہے۔

کیا عیسیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی؟ (سورۃ 6:61)

اکثر میرے مسلمان دوست پوچھتے ہیں کہ کیا انجیل محمد کے آنے کی بات نہیں کرتی؟ ہم نے دیکھا ہے کہ لفظ احمد، جس کا مطلب ہے تعریف شدہ، پہلے کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ یہ عبرانی، یونانی یا آرامی میں ظاہر نہیں ہوتا ہے۔کوئی یہ دعوی کرسکتا ہے کہ قرآن انجیل سے گمشدہ آیات کے بارے میں بات کررہا ہے۔لیکن اللہ کے کلام سے کوئی چیز کیسے ضائع ہوسکتی ہے؟ مزید یہ کہ اللہ کے خوبصورت ناموں میں سے ایک نام احمد ہے۔لہٰذا، عیسیٰ کے پیروکار اس کے وعدے کو سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد ایک اور مددگار اللہ کی روح ہے، جس کی واقعی تعریف کی جاتی ہے۔

سورہ ٦٢ ۔ ٧٠

جمعہ کی نماز اختیاری نہیں (سورہ 62:9-11)

ہر مسلم کمیونٹی میں جمعہ کے دن کیا ہوتا ہے؟ مؤذن اذان دیتا ہے۔ تمام مومنین کو غسل کرنا چاہیے، مسجد میں جانا چاہیے اور اپنی عبادات کرنا چاہیے۔

لیکن جمعہ کو اور کیا ہوتا ہے؟

"ان میں سے بہت سے لوگ اچھے مسلمان نہیں ہیں،" میرے دوست نے بھری گلیوں میں لوگوں کے ہجوم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟'' میں نے سننے کے لیے تجسس سے پوچھا۔

"صرف جمعہ کو انہیں دیکھیں۔ وہ پیسے اور تفریح کے پیچھے بھاگنا نہیں چھوڑتے، ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں۔ اللہ کا خیال یا عبادت (عبادت) نہیں۔ اس کے چہرے سے نفرت ظاہر ہو رہی تھی۔

نماز جمعہ کے بارے میں قرآن زیادہ واضح نہیں ہو سکتا۔ ہمیں پورا اقتباس پڑھنا چاہیے۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور کاروبار چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اور جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کی تسبیح کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ لیکن جب وہ کوئی سودا یا کوئی تفریح دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی طرف سے ہر قسم کے تماشا اور سودے سے بہتر ہے! اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

کیا کسی مومن (مومن) کے پاس نماز جمعہ چھوڑنے کا کوئی شرعی عذر ہے؟ اس کے باوجود کئی مقامات پر مسلمان ہفتے میں ایک بار بھی مسجد کی نماز میں شرکت نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر، ایک مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مراکش میں 54% مسلمان نماز جمعہ کے لیے گئے، مصر میں 61%، قازقستان میں 10%، انڈونیشیا میں 72%، ترکی میں 44% اور ازبکستان میں 9%۔

قرآن پڑھنے والے عیسیٰ کے پیروکار کے طور پر، مجھے یقین نہیں ہے کہ کیا سوچوں۔ نماز جمعہ کے استثناء ہیں۔ ڈاکٹر اور پولیس اہلکار اپنے کام کو آسانی سے روک نہیں سکتے۔ لیکن بہت سے لوگ جنہیں میں جمعہ کے دن دیکھتا ہوں وہ صرف ایک دوسرے کپ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہیں یا کسی خاتون دوست یا دوست کے ساتھ سگریٹ پیتے ہیں، گپ شپ بانٹتے ہیں یا تازہ ترین کاروباری معاہدے پر تبادلہ خیال کرتے ہیں۔

یقیناً، کوئی بھی مسیحی منافقت کی طرف اشارہ کر سکتا ہے۔ میں یہ تسلیم کرنے والا پہلا شخص ہوں گا کہ لاکھوں برائے نام مسیحی کئی دہائیوں میں گرجا گھر کی عمارت میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔ اگر ہم ان فرانسیسیوں یا جرمنوں یا دوسروں سے پوچھیں کہ وہ عبادت کے لیے کیوں نہیں جاتے، تو وہ عموماً ایمانداری سے جواب دیں گے کہ وہ واقعی مذہب پر یقین نہیں رکھتے۔ کیا یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان جمعہ کی نماز میں

شرکت نہیں کرتے؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے مجھے آپ کے ساتھ میرے دوست کو چھوڑنا پڑے گا۔

منافقین (سورہ 63)

تقریباً گویا ہمارے آخری سوال کی توقع ہے، یہ سورت منافقین کی مذمت کرتی ہے۔ ان لوگوں نے مسلمان ہونے کا بہت اچھا اور یقین دلایا۔ محمد نے کہا کہ وہ آنکھوں کو خوشنما ہیں لیکن لکڑی کے ٹکڑے کی طرح بیکار ہیں۔

اللہ کی روح مریم میں پھونک گئی (سورہ 12:66)

روح اللہ کے بارے میں ایک اور اہم خیال یہ ہے۔ اللہ کی روح فرشتہ نہیں ہے۔

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ اور ہم نے اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے کلام اور اس کی آیات کی سچائی کی گواہی دی اور وہ متقیوں میں سے تھی۔

باونواں باب

سورہ ۷۱۔۷۸

قرآن پڑھو(سورہ20:73)

برسوں پہلے ہمارے گاؤں میں ایک پڑوسی کا انتقال ہوگیا۔رشتہ داروں نے دور دور سے سفر کیا اور پڑوسی جنازے کی رسم کے لئے اس کے گھر چلے گئے۔ایک امام قرآن پڑھنے آیا۔میں خاندانی کمرے میں دو درجن دیگر لوگوں کے ساتھ خاموشی سے بیٹھا تھا جب کہ امام عربی میں قرآن پڑھ رہے تھے۔کمرے میں کوئی بھی عربی نہیں بولتا تھا، یہ ایک غیر ملکی زبان تھی۔امام کئی منٹ تک نعرے لگاتے رہے۔میں نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔لوگ خلا کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی کبھار کوئی کہتا تھا"بسم اللہ"یا"امین"۔

آیت 20 کہتی ہے کہ'' اس لیے جتنا قرآن آسان ہو پڑھو''۔اس کا مطلب ہے قرآن کو آواز سے پڑھنا۔

میں ترجمے کی مدد سے قرآن پڑھ رہا ہوں۔جنازے میں میرے گاؤں کے دوستوں کا کیا ہوگا؟ کیا وہ کچھ سمجھے؟ انہوں نے اعتراف کیا، "ہم امام کو نہیں سمجھتے۔"ناقابل فہم آوازیں اپنا پورا فائدہ کیسے پہنچا سکتی ہیں؟

"رکو!" کوئی کہتا ہے کہ مسلمان جانتے ہیں کہ قرآن میں کیا ہے خواہ وہ خود اسے نہ پڑھ سکیں۔ہمیشہ نہیں.

ایک رات دیر گئے میں ان کے گھر میں ایک بڑے قبیلے کے ساتھ بیٹھا تھا۔وہ دیندار مسلمان تھے اور اپنی مادری زبان عربی بولتے تھے۔ دادی نے مجھے صاف صاف بتایا کہ وہ کبھی کسی مرد کا ہاتھ نہیں ہلاتی کیونکہ یہ حرام ہے۔

ہم نے اللہ کے بارے میں بات کی اور میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ قرآن میں نوح اور سیلاب کی کہانی جانتے ہیں؟ کئی شرمناک سیکنڈوں تک وہ مجھے خالی نظروں سے دیکھتے رہے۔دادی نے کہا کہ اس نے کبھی کہانی نہیں سنی۔اس کے نوجوان بھتیجے کو کچھ کہانی یاد تھی، اس لیے اس نے اسے سمجھا دیا۔

جواب نے مجھے حیران کر دیا۔نوح کا قصہ قرآن میں سب سے زیادہ عام ہے جو موسیٰ اور فرعون کے قصے سے زیادہ یا اس سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔اس کے باوجود میرے مہمان نواز اور دیندار مسلمان دوست اس کے بارے میں تقریباً کچھ نہیں جانتے تھے۔کیا صرف الفاظ کی تلاوت کے علاوہ کچھ اور ہے جو ہونے کی ضرورت ہے؟

مزید سزائیں اور انعامات(سورہ73-78)

یہ مختصر سورت مسلمان مومنوں اور کافروں میں فرق کرتی ہے۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافروں نے ان کے پیغام کو رد کر دیا اور بہت سی آیات ان کے دفاع میں یہ اعلان کرتی ہیں کہ وہ نہ تو دیوانہ ہے اور نہ ہی ان کے پاس۔اس نے انہیں خبردار کیا کہ وہ ایک وقت کے لیے اس کا مذاق اڑا سکتے ہیں، لیکن اللہ انہیں مردوں میں سے زندہ کرے گا اور ان پر آگ برسائے گا۔

ترپنواں باب

سورہ ۷۹۔۸۷

ایک نابینا آدمی (سورہ 80:1-2)

"میں اندھا تھا، لیکن اب دیکھتا ہوں،" غریب بھکاری نے سخت مذہبی رہنماؤں کو جواب دیا۔ پیدائشی اندھا، اس شخص نے اپنی زندگی بھیک مانگتے گزاردی تھی۔ بچپن میں اس کے والدین اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتے تھے۔ کوئی دوا ٹھیک نہیں ہوگی، کوئی ڈاکٹر مدد نہیں کرسکا۔

پھر ایک خاص دن ایک آدمی وہاں سے گزرا۔ نہ صرف کوئی آدمی۔ اس دن دو ہزار سال قبل قدوس میں المسیح نے اپنی راہ لی۔ جب عیسیٰ نے اندھے آدمی کی طرف دیکھا تو اسے کوئی قابل رحم فقیر نظر نہیں آیا، اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو اللہ کی صورت پر بنایا گیا تھا۔ اپنے تھوک سے بنی ہوئی کچھ مٹی لے کر، عیسیٰ نے اس آدمی کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا اور اسے نہانے کا حکم دیا۔ اس آدمی نے عیسیٰ پر بھروسہ کیا اور اطاعت کی۔ جب اس نے نہا تو وہ دیکھ سکتا تھا۔

جسمانی یا روحانی طور پر نابینا افراد کو صرف اللہ ہی معجزانہ طور پر شفا دے سکتا ہے۔ وہ واحد ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا اختیار ہے۔

ایک گولی میں (سورہ 85:20-21)

یہ بہت ضروری ہے کہ ہم آیت 21 کو یاد رکھیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ قرآن ایک تختی میں محفوظ ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ جبرائیل نے ان سے آیتیں کہیں۔ اس نے کہا کہ وہ نہ پڑھ سکتا ہے اور نہ لکھ سکتا ہے، اس لیے اگر وہ ایک گولی بھی دیکھ لیتا تو وہ پڑھ نہیں سکتا تھا۔

یہ گولی کہاں ہے؟ یہ اسلام کی عظیم پہیلیوں میں سے ایک ہے۔ اگر تختی اللہ کی لکھی ہوئی جنت میں ہے تو اللہ کے ساتھ ابدی کیسے نہیں ہوسکتی؟ زیادہ تر مسلمانوں کا خیال ہے کہ ٹیبلٹ ابدی ہے، ہمیشہ کے لیے جنت میں موجود ہے۔ یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ ایک ابدی کتاب طلاق، عورتوں کے ماہواری اور نبی کی بیویوں کی تعداد جیسی چیزوں کے بارے میں کیوں بات کرے گی۔ اللہ ان معاملات کے بارے میں ایک ابدی کتاب کیوں لکھے گا جب کہ یہ دنیاوی چیزیں ہیں؟ دوسرے الفاظ میں، آسمانی چیزوں کی ایک ابدی کتاب تاریخی چیزوں سے کیوں تعلق رکھتی ہے؟ اگر قرآن ابدی ہے تو تاریخی اور زمینی چیزیں ابدی اور آسمانی درجے پر فائز ہیں۔

یہود و نصاریٰ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ تورات، انبیاء اور انجیل ازل سے موجود تھے، بلکہ یہ کہ ان کا ظہور ان انسانوں کے ذریعے ہوا جو برسوں پر محیط تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تخلیق کرنے سے پہلے آدم و موسیٰ اور ستاروں اور درختوں کے بارے میں سوچا ہوگا، اگر وہ چاہتا تو پہلی کتابوں کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ لیکن یہ کہنے سے مختلف ہے کہ آدم یا اس سے پہلے کی کتابیں ہمیشہ کے لیے جنت میں اللہ کے ساتھ موجود تھیں۔

چونواں باب

سورہ ۸۸_۱۱۴

ہمارا مسئلہ کیا ہے؟ (سورہ 5:98)

ہم قرآن کے ختم ہونے کے قریب ہیں۔ ہم نے درجنوں آیات دیکھی ہیں جو اہل کتاب کے بارے میں بتاتی ہیں۔ یہ اقتباسات ہمیں سوالات کے ساتھ چھوڑتے ہیں۔ آیت 5 پر غور کریں، "اور ان کو اس سے زیادہ حکم نہیں دیا گیا ہے: اللہ کی عبادت کریں، سچے ہو کر اس کی عبادت کریں۔ باقاعدگی سے نماز قائم کرنا؛ اور باقاعدہ چیریٹی کی مشق کرنا؛ اور یہی دین صحیح اور سیدھا ہے۔" یہاں مشرکین، بتوں، شرک یا رسول کی مخالفت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے باوجود سورہ 6:98 متنبہ کرتی ہے کہ اہل کتاب اور مشرک جو حق کا انکار کرتے ہیں وہ ایک دہکتی ہوئی جہنم میں اتریں گے۔

سورہ 109 غیر مسلموں کو جواب دیتی ہے۔

اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے رہے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تیرے لیے تیرا راستہ اور میرے لیے میرا۔

سورہ 29:46 اور دیگر آیات کی روشنی میں، کیا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان ایک ہی اللہ کے شریک ہیں یا مختلف کی عبادت کرتے ہیں؟

اللہ پیدا نہیں ہوا (سورہ 112)

ہم اس سفر کے اختتام پر قرآن کے راستے پر آتے ہیں۔ قدم بہ قدم، آیت بہ آیت، کئی زبانوں میں پہلے لفظ سے آخری تک کا مطالعہ، اس سفر نے ہمیں ایک اہم سوال کی طرف واپس لایا ہے۔ اللہ ایک ہے۔ تو عیسیٰ المسیح کون ہے؟

کہہ دو کہ وہ اللہ واحد اور اکیلا ہے۔ اللہ، ابدی، مطلق؛ نہ وہ جنا جاتا ہے اور نہ ہی وہ جنا جاتا ہے۔ اور اس جیسا کوئی نہیں۔

آیت 3 عربی میں پڑھتی ہے (وہ پیدا نہیں ہوا اور وہ پیدا نہیں ہوا)۔

جیسا کہ ہم عام طور پر پیدائش کو سمجھتے ہیں، اس کا مطلب ہے تین بہت اہم چیزیں،

1) دو والدین، 2) ایک نئی زندگی کی تخلیق، اور 3) لاتعلقی۔ جب ایک مرد اور عورت بچہ پیدا کرتے ہیں، تو وہ ایک نیا تخلیق شدہ شخص ہوتا ہے جو پہلے کبھی موجود نہیں تھا۔ ایک بچہ وقت کے ایک خاص موڑ پر وجود میں آنا شروع ہوتا ہے۔ نو ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے اور ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ ماں کے خون سے بچے کو منتقل ہونے والی خوراک اور مشروبات کو اب بانٹنا نہیں ہے، نیا بچہ ماں سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ اب متحد نہیں بلکہ منقسم ہیں۔ وقفہ مکمل ہو گیا ہے۔ ان کی الگ الگ زندگیاں، الگ روحیں اور ممکنہ طور پر الگ الگ تقدیریں ہیں۔

تورات، انبیاء اور انجیل کو مکمل طور پر دیکھ کر اور قرآن کے ہر لفظ کو پڑھ کر سورہ 112 پر آتا ہوں۔ جب میں "وہ پیدا نہیں کرتا اور وہ پیدا نہیں

ہوا" پڑھتا ہوں تو میرا سادہ سا جواب ہوتا ہے۔ جی ہاں.

اللہ کی کوئی بیوی نہیں، اس نے اپنے سے الگ خدا نہیں بنایا اور نہ ہی وہ کسی اور سے پیدا ہوا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نہ تو کوئی دوسرا معبود بناتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے معبود نے بنایا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے ایک اور واحد اللہ ہے۔ 231

" آہ، مبارک ہو، تو آخر کار تم مسلمان ہو گئے، اب شرک کے مجرم نہیں رہے!"

لیکن کیا میں کبھی شرک کا مرتکب ہوا؟ عیسائیوں نے کبھی یقین نہیں کیا کہ عیسیٰ ایک روحانی " حمل" کے دوران اللہ کے اندر رہتے تھے، اور پھر وہ ایک نئے اور دوسرے خدا میں الگ ہو کر پیدا ہوئے۔ ایسا کبھی نہ ہو! سورہ 3:112 اس لحاظ سے درست ہے، اللہ نے کبھی دوسرا معبود نہیں پیدا کیا اور اللہ کی کبھی ابتدا نہیں ہوئی، وہ پیدائش کے وقت کبھی وجود میں نہیں آیا۔

"اب تم میرے ساتھ گیم کھیل رہے ہو!" میں معذرت خواہ ہوں اگر کسی کو ایسا لگتا ہے۔ یہ معاملہ گیمز کے لیے بہت اہم ہے۔ ہر چیز اللہ کے ابدی کلام کے سوال پر محور ہے۔

325 عیسوی میں عیسائی رہنما اس معمے پر بحث کرنے کے لیے اناطولیہ کے شہر نیکیہ میں جمع ہوئے۔ مسیح عیسیٰ کون ہے؟ وہ انجیل میں لفظ monogenes () کے بغور مطالعہ کی بنیاد پر ایک معاہدے پر پہنچے۔ 232 تصور کا مطلب ایک نئی اور الگ مخلوق کو جنم دینا نہیں ہے۔ اس کے بجائے، monogenes کا مطلب کچھ ایسا ہو سکتا ہے جیسے صرف ایک ہمیشہ سامنے آتا ہے لیکن کبھی تقسیم نہیں ہوتا، وحدانیت میں اتحاد۔ تصور کریں کہ ایک دریا سے ابدی آبشار پیدا ہوئی ہے، ایک قوس قزح جو ہمیشہ کے لیے بارش سے پیدا ہوئی ہے یا کبھی محبت کرنے والے دل سے پیدا ہوئی محبت۔ عیسیٰ واحد ہے جو ہمیشہ کے لیے اللہ کی طرف سے نکلتا ہے۔ نکایہ کے ایمانداروں نے لکھا،

میں ایک خدا پر یقین رکھتا ہوں، قادر مطلق باپ، آسمان اور زمین کا بنانے والا اور ہر ظاہری اور پوشیدہ چیزوں کا۔

اور ایک خُداوند یسوع مسیح میں، خُدا کا اکلوتا بیٹا، تمام زمانوں سے پہلے باپ سے پیدا ہوا، خُدا کا خُدا، روشنی کا نُور، بہت خُدا کا خُدا، باپ کے ساتھ ایک مادہ سے پیدا نہیں ہوا۔

" کیوں؟" میرے دوست نے سچے دل سے سمجھنا چاہتے ہوئے پوچھا۔ اس نے بات جاری رکھی۔ " کلمت اللہ کو بچہ بنا کر بھیجنے کی اتنی پریشانی کیوں اٹھائی؟ بچپن کے درد اور جوانی کی شرمناک آزمائشوں کا سامنا کیوں؟ اپنے ہی لوگوں سے نفرت آمیز رد کا شکار کیوں؟ رومن صلیب پر کیوں مریں؟ کیوں، کیوں، کیوں...!؟"

مسلمان مومن کہتے ہیں اللہ اکبر۔ میں نے بھی بچپن میں اپنے والدین سے کھانے کے وقت دعا کرنا سیکھا تھا، "اللہ عظیم ہے، اللہ اچھا ہے۔" قرآن کو یہ حق حاصل ہے۔

میں نے اپنے دوست کی آنکھوں میں دیکھا اور جواب دیا، " عیسیٰ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ محبت ہے۔"

اس نے آرام کیا اور میری مسکراہٹ واپس کر دی۔ " مجھے لگتا ہے کہ میں سمجھنا شروع کر رہا ہوں۔"

کیلسدونی عقیدہ

اس کے بعد، ہم، مقدس باپوں کی پیروی کرتے ہوئے، سب ایک رضامندی کے ساتھ، انسانوں کو ایک اور ایک ہی بیٹے، ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا اقرار کرنا سکھاتے ہیں، جو خدائی میں بھی کامل ہے اور مردانگی میں بھی کامل ہے۔ صحیح معنوں میں خدا اور صحیح معنوں میں انسان، ایک معقول]عقلی[روح اور جسم کا۔ خدا کے مطابق باپ کے ساتھ اور مردانگی کے مطابق ہمارے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ تمام چیزوں میں ہماری طرح، بغیر گناہ کے: خدا کے مطابق باپ کی تمام عمروں سے پہلے پیدا ہوا، اور ان آخری دنوں میں، ہمارے لیے اور ہماری نجات کے لیے، کنواری مریم، خُدا کی ماں، مردانگی کے مطابق پیدا ہوا۔ ایک اور ایک ہی مسیح، بیٹا، خداوند، صرف پیدا کیا گیا، دو فطرتوں میں تسلیم کیا جائے، غیر متزلزل، غیر تبدیل شدہ، ناقابل تقسیم، لازم وملزوم: فطرت کا امتیاز کسی بھی طرح سے اتحاد کے ذریعہ چھین نہیں لیا گیا ہے، بلکہ ہر ایک فطرت کی جائیداد کو محفوظ کیا جا رہا ہے، اور ایک شخص اور ایک بقا میں متفق ہے، دو افراد میں تقسیم یا تقسیم نہیں ہے، لیکن ایک اور ایک ہی بیٹا، اور صرف پیدا ہوا، خدا کا کلام، خداوند یسوع مسیح: جیسا کہ شروع سے نبیوں نے اس کے بارے میں]اعلان کیا[ہے، اور خداوند یسوع مسیح نے خود ہمیں سکھایا ہے، اور مقدس باپ دادا کا عقیدہ ہمارے حوالے کیا ہے۔

فہرستِ مضامین

اللہ

اللہ زمین پر آتا ہے (سورہ 143:7)

اللہ کے خوبصورت نام (سورہ 180:7)

اللہ کی مہربانی کتنی عظیم ہے؟ (سورہ 113:9)

کیا اللہ کو پیارا کہنا توہین ہے؟ (سورہ 60:25)

اللہ کس سے محبت کرتا ہے؟ (سورہ 76:28)

وہی اللہ؟ (سورہ 46:29)

کیا اللہ لوگوں سے بات کرتا ہے؟ (سورہ 51:42)

رگ سے بھی قریب (سورہ 17-16:50)

فرشتے

ابلیس فرشتہ تھا یا جن؟ (سورہ 50:18)

صفائی

صفائی (سورہ 222:2)

دھونا (سورہ 6:5)

تخلیق

انسانوں کا عروج وزوال (سورہ 34-30:2)

شروع میں (سورہ 16:13)

اللہ کی تصویر میں پیدا کیا؟ (سورۃ 17:16)

آدم کی شرم (سورہ 23-115:20)

انسانوں کی تخلیق (سورہ23:12-14)

کیا اللہ کا کوئی بیٹا ہے؟

اللہ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا (سورہ2:116-7)

اللہ کے بیٹے (سورہ5:18)

اللہ پیدا نہیں ہوا (سورہ112)

بخشش

بخشش (سورہ51:18)

بخشنے والا اور معاف کرنے والا

اچھے کام

نیک کام اور گناہ (سورہ2:271)

اللہ کا فضل کمانا (سورہ18:46-53)

اللہ کی مرضی کے آگے جھکنا (سورہ27:91)

حرام اور ہلال

حرام اور حلال (سورہ5:1-5)

حج

حج (سورہ2:196-203)

جنت اور جہنم

جہنم اور عذاب (سورہ3:10)

کفر پر فیصلہ (سورہ6:1-15)

مزید فیصلہ (سورہ13)

جہنم کا مقدر (سورہ 13:32)

مزید تنبیہات (سورہ 34)

جنت کے بارے میں مزید (سورہ 38:49-53)

مزید انعامات اور فیصلے (سورۃ 39،40)

مزید ڈرامائی تصاویر (سورہ 44:43-48)

مزید سزائیں اور انعامات (سورہ 73-78)

ابراہیم

ابراہیم یہودی یا عیسائی نہیں تھے۔

ابراہیم اللہ کا دوست (سورۃ 4:125)

سارہ کی ہنسی (سورہ 11:71)

بت پرستی

بت پرستی کا گناہ (سورہ 3:80)

دو خدا نہ بناؤ (سورۃ 16:51)

عیسیٰ المسیح

قرآن میں عیسیٰ (سورہ 3:33-59)

یہودیوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا (سورہ 4:153-161)

کیا اللہ المسیح ہے؟ (سورہ 5:17-18)

زندگی کی روٹی (سورہ 5:68-120)

سمندر پر موت؟ (سورۃ 6:63-64)

عیسیٰ کی موت (سورہ 19:33)

تخلیق کی طاقت (سورہ 22:73)

زمین کو الفاظ سے بھرنا (سورہ 31:27)

فدیہ کی اہم قربانی (سورہ37:102-7)

عیسیٰ المسیح کی واپسی (سورہ43:61)

اللہ کی روح مریم میں پھونکی گئی (سورہ66:12)

ایک نابینا آدمی (سورہ80:1-2)

یہودونصاریٰ (اہل کتاب)

ابراہیم کی اولاد (سورہ2:40)

مسلمان، یہودی، عیسائی، دوسرے (سورہ2:62)

یہودی، عیسائی ایک ہی کتاب پڑھتے ہیں؟ (سورہ2:113)

ابراہیم، اسماعیل اور عیسیٰ کا ایمان (سورہ2:135-6)

اہل کتاب سے پوچھو (سورہ10:94)

کسی عیسائی سے پوچھو (سورہ16:43)

کعبہ

کعبہ (سورہ2:127)

قبلہ رخ کرنا (سورہ2:142)

آخری وقت

قیامت (سورہ2:259)

آخری قیامت (سورہ16:38)

شادی اور خاندان

طلاق اور نکاح (سورۃ2:221-241)

یتیم اور بیویاں (سورہ4:3)

شوہر بیویوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں (سورہ4:34)

اپنے بچوں کو قتل نہ کرو (سورہ 151:6)

غیر مسلم (کافر)

مذہب اور دوستی (سورہ 28:3)

خطرناک دشمن؟ (سورۃ 111:3)

جھوٹے مومن (سورہ 56:9)

ایک نیا دشمن متعارف کرایا گیا (سورہ 73:9)

جعلی مساجد (سورہ 107:9-110)

منافقین (سورہ 63)

مال

قرضوں پر سود لینا (سورہ 275:2)

ضرورت مندوں کے ساتھ انصاف کرنا (سورۃ 9:4-10)

غلامی (سورہ 71:16-76)

دعا

اجنبیوں اور دشمنوں کے لیے دعا (سورۃ 105:2)

شفاعت کرنے والے (سورہ 64:4)

جمعہ کی نماز اختیاری نہیں (سورۃ 9:62-11)

محمد کی نبوت

محمد کی نبوت کا ثبوت (سورہ 23:2-24)

پہلے کی کتابیں محمد کی پیشین گوئی کرتی ہیں؟ (سورہ 157:7)

قائد کی پیروی (سورہ 86:9-88)

عربی میں ایک رسول (سورۃ 4:14)

کدوس کی زیارت (سورہ 1:17)

محمد کے نام (سورہ 107:21)

محمد کی زندگی (سورہ 33)

کیا عیسیٰ نے محمد کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی؟ (سورۃ 6:61)

انبیاء و مرسلین

رسول سے زیادہ نہیں (سورۃ 144:3)

نوح کی کشتی (سورہ 73:10)

ہر ایک لوگ اپنے اپنے گواہ (سورہ 89:16) حضرت یحییٰ (سورہ 1:19-15)

قرآن

کتاب کو نہیں جانتے (سورہ 78:2)

منسوخی کتاب (سورہ 106:2)

وہی آیت (سورۃ 69:5)

قرآن کیوں دیا گیا؟ (سورہ 155:6-156)

قرآن کے قدیم ترین نسخے۔

ہدایت دینے والی کہانیاں (سورہ 12)

اللہ اپنے پیغام کی حفاظت کرتا ہے (سورۃ 9:15)

قرآن پر حملہ (سورہ 91:15)

عربی میں ایک کتاب (سورہ 3:43) چھوٹی سورتیں۔

قرآن پڑھو (سورہ 20:73)

رمضان

رمضان (سورۃ 185:2)

نجات

اللہ مدد کا وعدہ کرتا ہے۔

دوسرے کے گناہ پر مرنا (سورہ 29:5)

اچھے اور برے کا پیمانہ (سورہ 7:8-9)

سوئی کی آنکھ (سورہ 7:40)

سیدھا راستہ (سورہ 10:25)

فضل کیا ہے؟ (سورۃ 11:3)

جنسیت

جنسی بے حیائی کی سزا (سورہ 4:15-16)

جنسی قوانین (سورہ 24:2-33)

گناہ

روحانی اجر (سورہ 2:281)

ریزیڈنٹ ایول (سورہ 3:30)

غلط راستے پر چلا گیا (سورہ 3:100)

اچھا کون ہے؟ (سورۃ 3:133-4)

گمراہی میں تجارت (سورہ 4:44)

ناقابل معافی گناہ (سورہ 4:48)

انسانیت کا حقیقی جوہر؟ (سورہ 14:34)

کوئی بھی اچھا نہیں (سورہ 16:61)

ذہن میں تبدیلی (سورہ 16:106-7)

ہم کچھ بھی اچھا کیسے کر سکتے ہیں؟ (سورہ 29:7)

ایک جان کو زندہ نہیں چھوڑا گیا (سورہ 35:45)

ہمارا مسئلہ کیا ہے؟ (سورہ 98:5)

تورات، زبور، انجیل

دس احکام (سورہ2:53)

کرپٹ صحیفے ؟ (سورہ2:59)

پہلے کی کتابوں کی تصدیق (سورہ2:97)

کتابیں اور معانی (سورہ3:7)

کرپشن یا اعتماد؟ (سورہ5:47-48)

دس احکام سے فیصلہ کیا گیا (سورہ7:145)

نبوی کتابیں (سورہ10:37-40)

"کوئی اس کے الفاظ کو نہیں بدل سکتا" (سورۃ18:27)

قرآن بائبل کی تصدیق کرتا ہے (سورہ46:10)

رواداری

دین میں کوئی جبر نہیں (سورہ2:25)

ورلڈ ویو

سچ یا جھوٹ (سورہ2:42)

لوگوں کا ایمان چرانا (سورہ2:109)

روحانی دولت یا مادی دولت؟ (سورہ3:14)

ثبوت؟ (سورہ6:19)

اسلام کو پھیلاؤ (سورہ16:125)

غار سونے والے (سورہ18:9-26)

ذوالقرنین، دو سینگوں کا مالک (سورہ18:83-99)

سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ (سورہ18:86)

جہالت سے جھگڑا (سورہ22:8)

اسلامی فرقے (سورہ30:32)

شک (سورہ 15:49)

نمکین اور تازہ پانی (سورہ 19:55)

مصنف کے بارے میں

1990 کی دہائی کے اوائل میں وسطی ایشیا میں کمیونزم کے خاتمے کے بعد، جیمز رائٹ اور ان کے خاندان نے تیان شان پہاڑوں کے لوگوں کے درمیان ایک نیا گھر بنایا۔ کئی دہائیوں تک کمیونسٹوں نے مذہبی کتابوں کو تباہ کیا اور اپنے لوگوں کو سکھایا کہ کوئی خالق نہیں ہے۔ نئی آزادی کے دنوں میں، بہت سے لوگوں نے اپنے اندر کے روحانی خالی پن کو پر کرنے کی امید میں مقدس کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ ابراہیم کے خاندان کے ذریعے آنے والے اللہ کے معجزاتی بیج پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، ڈاکٹر رائٹ اور دیگر اساتذہ نے بہت سے ممالک میں لوگوں کو یہ سمجھنے میں مدد کی ہے کہ اندھیرا کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو، اللہ کی محبت کی روشنی اب بھی مضبوط ہے۔